Re 1 00 for over-night books per day shall be charged from those who return them late

damage done to the book and will have to replace it, if the same is detected at the time of return

طبع اول : جولائی ۱۹۷۲ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : پروفیسر حمید احمد خاں
ناظمِ مجلسِ ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

طابع : محمد ذوالفقار خاں

سرورق وغیرہ : مطبعِ عالیہ ، ۱۲۰/۵ ٹمپل روڈ ، لاہور

قیمت : دس روپے

بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلّاقِ زمین و زمان
۱۰۶
اُردو کا کلاسیکی ادب
نامعلوم مصنّفین
کے
ڈرامے
مرتبہ
سید امتیاز علی تاج
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

سید نائب حسین نقوی صاحب

کے نام

جلد نہم

نامعلوم مصنّفین کے ڈرامے

فہرست

تعارف - - - - - - - - - - - ز

دیباچہ : از سید امتیاز علی تاج مرحوم و پروفیسر سید وقار عظیم ۱

تبصرہ فتنہ و غانم : از سید امتیاز علی تاج مرحوم و پروفیسر سید وقار عظیم - - - - - - - - ۵

فتنہ و غانم - - - - - - - - - - ۱۹

تبصرہ ظلم وحشی : از سید امتیاز علی تاج مرحوم - ۷۷

ظلم وحشی - - - - - - - - - - ۸۷

تبصرہ دو رنگی دنیا : از پروفیسر سید وقار عظیم - ۱۸۵

دو رنگی دنیا - - - - - - - - - - ۱۹۵

تعارف

امانت کی 'اِندر سبھا' سے لے کر آغا حشر اور اُن کے ڈراما نگار معاصرین کی تصانیف تک ، ہماری ادبی تاریخ میں ایک ایسا زمانہ گزرا جس میں اُردو ڈراما قارئینِ ادب کی توجہ سے یکسر محروم رہا۔ اس مدت میں ڈراما صرف ناٹک کی حیثیت سے دیکھا اور سنا جاتا تھا ، ادب کی حیثیت سے پڑھا نہیں جاتا تھا۔ ساٹھ ستّر برس کے اس دور میں پارسی تھیٹریکل کمپنیوں کے کھیل مقبول عام تھے۔ یہ کھیل یا ناٹک بالعموم گھٹیا کاغذ پر چھپ کر بازار میں تو آ جاتے تھے مگر ان کی طبعِ ثانی کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی تھی۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پرانے ناٹک عہدِ حاضر کے قارئین کے لیے نایاب ہو کر رہ گئے ہیں۔

سید امتیاز علی تاج مرحوم کو ڈرامے کی روایت سے جو تعلقِ خاطر تھا اُس کی بنا پر انھوں نے تاریخِ ادب کے اس خلا کو شدت سے محسوس کر کے اسے پُر کرنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے برسوں کی محنت کے بعد بہت سے معروف و غیر معروف ڈراما نگاروں کے لکھے ہوئے سو ڈیڑھ سو متن مہیا کر لیے اور ان کے بڑے حصے کو بہ اہتمامِ تعارف و تحشیہ شائع کرنے کی غرض سے ایک جامع منصوبے کی داغ بیل ڈالی۔ اس منصوبے میں تقریباً ایک سو ڈراموں کی اشاعت مدِّ نظر تھی جو تیس جلدوں میں تقسیم کیے گئے تھے۔

پورے منصوبے کی تکمیل کے لیے سید امتیاز علی تاج نے نہ صرف ڈراموں کے مسودے فراہم کر کے تیس جلدوں میں ان کی تقسیم کا خاکہ تیار کر لیا تھا بلکہ ان تیس جلدوں کی ترتیب کے سلسلے میں بعض جزئیات تک طے کر دی تھیں ، مثلاً یہ کہ ہر جلد انتساب کس شخص کے نام ہو -

مجوزہ تیس جلدوں میں سے پہلی چھ جلدیں . جو اٹھارہ ڈراموں پر مشتمل ہیں ، مرحوم کی زندگی میں شائع ہوگئیں - ایک اور جلد (جلد ہشتم) جس کی ترتیب مرحوم نے مکمل کر دی تھی ، اُن کی وفات کے بعد چھپی - لیکن پہلی چھ جلدوں کے علاوہ باقی جلدیں ابھی طبع نہیں ہوئی تھیں اور اُن میں شامل ہونے والے ڈراموں میں ستّر بہتّر ڈراموں پر نظر ثانی اور تبصرہ و تحشیہ کا کام ابھی باقی تھا کہ سید امتیاز علی تاج کا رشتۂ حیات ناگہانی طور پر منقطع ہوگیا - اس سانحے کے بعد مجلسِ ترقیٔ ادب نے فیصلہ کیا کہ مرحوم کے ہاتھوں جو کام شروع ہوا تھا ، وہ جاری رہنا چاہیے - چنانچہ باقی ماندہ تئیس جلدوں کو مطبع کے لیے تیار کرنے کا کام پروفیسر سید وقار عظیم کے سپرد کیا گیا - انھوں نے مجلس کی دعوت کو نہ صرف اُردو ادب کی خدمت بلکہ ایک مرحوم دوست کی خدمت سمجھ کر بطیبِ خاطر قبول فرمایا -

جن سات جلدوں کا ذکر اوپر ہوا ان کے علاوہ اس سلسلے کی جتنی بھی جلدیں شائع ہو رہی ہیں ، ان میں صرف چند ابتدائی جلدوں کی جزوی ترتیب یا جزوی تحشیہ سید امتیاز علی تاج مرحوم کر چکے تھے - یہ کیفیت قارئین کرام پر ان چند مذکورہ جلدوں کے مندرجات

کے ملاحظے سے خود بخود آشکار ہوگی ۔ ساتویں سے تیسویں جلد تک (بہ استثنائے جلد ہشتم) فراہم شدہ مسودات کی نظرثانی اور متن سے متعلق تعارف ، تحشیے اور تبصرے کا تقریباً پورا کام پروفیسر سید وقار عظیم کی توجہ اور انہاک کا شرمندۂ احسان ہے ۔ با ایں ہمہ پہلی چھ سات جلدوں کے مرتب کو پورے منصوبے کی تکمیل سے جو بنیادی تعلق ہے ، اسے موت کا ہاتھ بھی قطع نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ اس سلسلے کی ہر کتاب کے سرورق پر مرحوم کا نام اسی طرح موجود ہے جس طرح ان کی زندگی میں لامحالہ موجود ہوتا ۔ نیز ہر جلد کا انتساب مرحوم ہی کی طرف سے آن تحریری اشارات کی روشنی میں شائع ہو رہا ہے جو مرحوم کی وفات کے بعد مجلس کو متعلقہ کاغذات میں دستیاب ہوئے ۔

حمید احمد خاں

ناظم

۳۰ - جون ۱۹۷۱ع

دیباچہ

اس جلد میں مختلف مصنفوں کے لکھے ہوئے تین پرانے ڈرامے یکجا کیے جا رہے ہیں - پہلے کا نام ہے 'فتنہ غانم'، دوسرے کا نام ہے 'ظلم وحشی' اور تیسرے کا نام ہے 'دو رنگی دنیا' - ان تینوں ڈراموں کے متون کے متعلق صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم نہیں کہ انھیں کن حضرات نے لکھا اور پہلے پہل یہ کس تھیٹریکل کمپنی کے اسٹیج پر کب آئے -

پہلے ڈرامے کے متعلق اتنی بات اور معلوم ہے کہ یہ ایک سے زیادہ بار لکھا گیا ہے لیکن واضح طور سے معلوم نہیں کہ پہلی اور آخری بار اسے کس نے لکھا - صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ اِس کا ایک متن حافظ عبداللہ نے مرتّب کیا تھا -

گمانِ غالب ہے کہ دوسرا ڈراما کسی وکٹورین ڈرامے کا چربہ ہے - اِس کھیل کی تعمیر اور اس میں چالک سوار کا کردار کچھ ایسا ہے جو عام وکٹورین ڈراموں میں اکثر پایا جاتا تھا - اس ڈرامے کے متعلق بھی بعض پرانے ایکٹروں سے معلوم ہوا تھا کہ ایک زمانے میں یہ کھیل عوام میں بہت مقبول رہا ہے - اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ پرانے پبلشروں کو اسے کئی بار چھاپنے کی ضرورت محسوس ہوئی -

سید امتیاز علی تاج

تیسرا ڈراما 'دو رنگی 'دنیا' ہے جسے موجودہ متن میں 'دو رنگی 'دنیا عرف کسونی' کہا گیا ہے -

اس ڈرامے کے متعلق جو معلومات ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے فراہم کی ہیں (اردو تھیئٹر ، جلد دوم ، صفحات ۲۱۷ تا ۲۱۹) ان سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ ڈراما سب سے پہلے بہمن جی کابراجی نے پارسی ناٹک منڈلی نمبر ۱ کے لیے لکھا اور یہ اسٹیج پر بہت کامیاب رہا (اردو تھیئٹر ، جلد ۲ ، صفحات ۱۹ ، ۲۰)۔ اِسے اردو کا جامہ پنڈت بیتاب نے پہنایا (جون ۱۹۰۳ع) اور یہ پہلی بار لاہور کے بریڈلے ہال میں کھیلا گیا (۱۹۰۳ع) - نامی صاحب نے اس کے بعد جو تفصیلات دی ہیں ان سے خلطِ مبحث ہو گیا ہے - اسی بنا پر اس ڈرامے کو متفرق ڈراموں کی جلد میں شامل کرنا مناسب سمجھا گیا ۔ اس ڈرامے پر مزید بحث 'دو رنگی 'دنیا' کے دیباچے میں کی جائے گی -

سید وقار عظیم

فتنہ و غانم

عرف

دل پسندِ عالم

تبصرہ

'فتنہ غانم' کا ڈراما الف لیلہ کی ایک مشہور کہانی سے ماخوذ ہے اور آردو کے قدیم ڈراموں میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن اب تک یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ سب سے پہلے اسے کس ڈراما نگار نے کس کمپنی کے لیے اور کس سنہ میں تحریر کیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک بات قابل توجہ ہے؛ میرے پاس اس کا ایک اور متن بھی ہے جس کی آخری غزل میں یہ شعر ہے:

دیا خوب ترتیب ناٹک یہ حافظ
ہزار آفریں واہ، صد مرحبا ہے

عام طور پر ابتدائی زمانے کے ڈرامے بمبئی میں اسٹیج پر آنے کے بعد پہلے وہاں چھپتے اور اس کے بعد ترمیم شدہ صورت میں ہند کے دوسرے مقامات سے شایع ہوتے تھے۔ لیکن اب تک صرف یہی ایک ایسا ڈراما میری نظر سے گزرا جس میں مندرجہ بالا شعر بمبئی کے چھپے ہوئے ڈرامے میں نظر آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ڈراما حافظ سید محمد عبداللہ فتح پوری کے ترمیم کرنے کے بعد بمبئی سے شائع ہوا۔

لیکن یہ ڈراما اصل میں حافظ محمد عبداللہ کا نہیں، بلکہ اس کا تعلق کسی اور مصنف سے ہے۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو

متن یہاں شائع کیا جا رہا ہے یہ ہر اعتبار سے حافظ صاحب کے ترمیم شدہ ڈرامے سے قدیم تر ہے -

ایک مستند ذریعے سے معلوم ہوا کہ ایک پارسی تھیٹریکل کمپنی ، جس کے نام کا علم نہ ہو سکا مگر جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں لاہور آئی ، یہ ڈراما اس کے تماشوں کی فہرست میں شامل تھا ، لیکن کمپنی کے مالک اس کے متن سے مطمئن نہ تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں جو امکانات ہیں ، ان سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا گیا - چنانچہ ضرورت ہے کہ اسے از سر نو زیادہ بہتر طور پر لکھا جائے - اس زمانے کے جو تعلیم یافتہ نوجوان اس تھیٹر کے کھیل دیکھنے اکثر جاتے تھے اور کمپنی کے مالکوں کے لیے اجنبی نہ رہے تھے ، ان سے مالکوں نے فرمائش کی کہ اس کھیل پر دوبارہ طبع آزمائی کریں - انھوں نے اس کھیل کو دوبارہ لکھ دیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اسٹیج پر اگر آیا تو کہاں اور کب پیش کیا گیا - جو متن اس مجموعے میں سامل کیا جا رہا ہے اسے ترمیم شدہ متن اس لیے قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس میں زبان اور اشعار کے اوزان کی ایسی غلطیاں جا بجا نظر آتی ہیں جن کی توقع لاہور کے تعلیم یافتہ اور واقف کار مصنفین سے نہ کی جا سکتی تھی - گمانِ غالب ہے کہ اس کھیل کا جو متن لاہور سے شائع ہوا ، یہ وہ متن ہے جو کمپنی اپنے ساتھ یہاں لائی اور جس کو مد نظر رکھ کر کمپنی کے مالکوں کو یہاں اس کھیل کو دوبارہ لکھوانے کی ضرورت محسوس ہوئی - اس پرانے متن کو سامنے رکھ کر جو متن حافظ عبداللہ نے تیار کیا ، اسے اس خیال سے شامل نہیں کیا گیا کہ اس

کا انداز تقریباً وہی ہے جو اُس زمانے کے دوسرے کھیلوں کا ہے اور بہ مقابلہ اُن کے کسی اعتبار سے بہتر یا بدتر معلوم نہیں ہوتا ، اور اپنی موجودہ صورت ہی میں اُس زمانے کے مقبول و معروف تماشوں میں شمار ہوتا تھا ۔ اس ڈرامے کے متعلق پرانے زمانے کے تماشائیوں کی جو رائے بھی ہو ، اس کے بعض عیوب نمایاں ہیں : ملکہ زبیدہ کا خلیفہ کی منظور نظر کنیز فتنہ کو اپنے راستے سے رفع کر دینا اور رشک و حسد کے دوران نیز انکشافِ راز کے بعد خلیفہ اور ملکہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی منظر نہ ہونے سے تشنگی کا ایک واضح احساس ہوتا ہے ۔ پھر خلیفہ کا جلد بازی میں فتنہ سے برگشتہ ہونا اور طیش میں آنے کے بعد بغیر کسی مناسب وجہ کے اپنے کیے پر نادم ہونا تسکین بخش معلوم نہیں ہوتا ۔ اس قسم کے بہت سے عیوب ڈرامے میں موجود ہیں ، لیکن یہ واقعہ ہے کہ باوجود ان عیوب کے 'فتنہ عالم' اپنے زمانے کے مقبول و معروف تماشوں میں سے تھا ، اس لیے اسے اس انتخاب میں شامل کرنا نامناسب معلوم نہیں ہوا ۔

جس مطبوعہ متن سے یہ ڈراما مرتّب کیا گیا ہے ، اس میں نہ تو اس بات کا کوئی اشارہ تھا کہ کون سا سین کہاں سے شروع اور کہاں ختم ہوا ، نہ کہیں کرداروں کی اسٹیج پر آمد و رفت کے متعلق کوئی معلومات تھیں ۔ جو فقرے ایکٹر بولتے ہیں صرف وہی مسلسل لکھے ہوئے تھے یا درمیان میں کہیں کہیں اس قسم کے غیراہم عنوان تھے : ''ابو ایوب کی وفات پر غانم اور اس کی والدہ کا ماتم کرنا'' یا ''سوال و جواب با مادرِ خویش'' یا ''غانم کی ماں کا غانم کو تجارت کے لیے

رخصت کرنا‘‘ یا ’’نثر ، غانم کا دلالوں کے بازار میں غلاموں کے خریدنے کے لیے جانا ۔‘‘ چنانچہ اس ڈرامے کو صحیح شکل بخشنے کے لیے مناظر کی تقسیم اور بریکٹوں میں عمل کے تمام اسارات مرتّب نے اپنی طرف سے شامل کیے ہیں ۔ جگہ جگہ ’’اضافۂ مرتّب‘‘ لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا اس لیے ابتدا میں یہیں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے ۔

سید امتیاز علی تاج

سید امتیاز علی تاج مرحوم نے ’فتنہ غانم‘ پر جو تبصرہ تحریر فرمایا ہے ، اس میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی وضاحت مجھے ضروری معلوم ہوئی ۔ مرحوم کے لکھے ہوئے تبصرے کو میری وضاحتوں کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو ’فتنہ غانم‘ کے متعلق بعض ایسے پہلو سامنے آ جائیں گے جن سے اس ڈرامے کے مطالعے میں قارئین کو علمی اور فنی حیثیت سے زیادہ دلچسپی محسوس ہوگی :

۱۔ تاج صاحب مرحوم نے تبصرے کے شروع میں لکھا ہے کہ ’’ اب تک یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ سب سے پہلے اسے کس ڈراما نگار نے ، کس کمپنی کے لیے اور کس سنہ میں تحریر کیا ۔‘‘

۲۔ تبصرے کی ابتدائی سطروں میں مرحوم نے قارئین کی توجہ ایک بات کی طرف مبذول کرائی ہے ؛ وہ فرماتے ہیں کہ ’’میرے پاس اس کا ایک اور متن بھی ہے جس کی آخری

غزل میں یہ شعر ہے :

دیا خوب ترتیب ناٹک یہ حافظ
ہزار آفریں ، واہ صد مرحبا ہے''

۳۔ تبصرے میں تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ ''یہ ڈراما اصل میں حافظ محمد عبداللہ کا نہیں بلکہ اس کا تعلق کسی اور مصنف سے ہے ۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو متن یہاں شائع کیا جا رہا ہے وہ ہر اعتبار سے حافظ صاحب کے ترمیم شدہ ڈرامے سے قدیم تر ہے ۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی کی قابلِ قدر تصنیف ''اُردو تھیٹر'' کی جلد دوم میں فتنہ غانم کے متعلق جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ ناظرین کے مطالعے کے لیے پیش کی جا رہی ہیں ، جن سے تاج صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی بعض باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے ۔

نامی صاحب نے صفحات ۱۱۹ اور ۱۲۰ پر حسینی میاں ظریف کے ڈراموں کی جو فہرست دی ہے ، اس میں نمبر ۶ کے آگے یہ اندراج ہے :

۶۔ ''فتنۂ غانم عرف مقبول عالم ۱۳۰۵ ہجری/۱۸۸۸ عیسوی''۔

آگے چل کر صفحہ ۱۲۹ پر یہ اندراجات ہیں :

''فتنۂ غانم عرف مقبول عالم''

سرورق پر تحریر ہے ''المشتہر حسینی میاں ظریف'' اور تاریخ ۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۰۵ ہجری درج ہے ۔ ساتھ ہی مندرجہ ذیل قطعہ

بھی تحریر ہے :

ہے تماشہ میں کھیل قدرت کا
ناظرین کے لیے چھاپا ظریف[۱]
جس کا طالب بدل تھا اک عالم
نام اس کا ہے فتنۂ غانم

اس میں غانم کا مشہور قصہ درج ہے ۔''

یہاں نامی صاحب کے اندراجات ختم ہو جاتے ہیں ۔ ان اندراجات میں ایک بات خصوصیت سے توجہ طلب ہے ۔ صفحہ ۱۱۹ کے اندراج میں ڈرامے کا نام فتنۂ خانم (ح ا ن م) لکھا گیا ہے ۔ اس کے برخلاف صفحہ ۱۲۹ کے اندراجات میں جہاں جہاں (ایسا تین مرتبہ ہوا ہے) یہ نام آیا ہے ، اسے غانم (غ ا ن م) لکھا گیا ہے ۔ حقیقت میں صحیح نام یہی ہے ۔

''اردو تھیٹر'' کی جلد دوم کے صفحات ۱۳۷ تا ۱۴۰ پر حافظ عبداللہ کے ساٹھ ڈراموں کی جو فہرست درج ہے اس میں صفحہ ۱۳۹ پر ۴۰ نمبر کے آگے لکھا ہے :

''فتنہ و غانم عرف دل پسندِ عالم''

ڈرامے کے نام کے سلسلے میں یہ تیسری صورت ہے ۔ پہلی دو صورتیں ، جن کا حوالہ دیا گیا یہ تھیں : ''فتنہ خانم'' اور ''فتنہ غانم'' جسے ''قطعے'' کے چوتھے مصرعے میں اضافت کے ساتھ نظم کیا گیا ہے ، یعنی ''فتنۂ غانم'' ۔ صفحہ ۱۳۹ پر لکھی ہوئی تیسری صورت

---

۱ ۔ مصرع ناموزوں ہے، لیکن میں نے اُسے اصل کے مطابق نقل کر دیا ہے ۔
(وقار عظیم)

میں اضافت کی جگہ عطف نے لے لی ہے اور حقیقت میں یہی نام صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ الف لیلہ کی کہانی میں ، جو اس ڈرامے کا ماخذ ہے ، فتنہ اور غانم دو الگ الگ کردار ہیں اور ڈرامے میں بھی یہ دو الگ کرداروں کی طرح پیش کیے گئے ہیں ۔

صفحہ ۱۳۹ پر نمبر ۴۲ کے آگے صرف ڈرامے کا نام لکھا گیا ہے ۔ البتہ آگے چل کر صفحات ۱۴۶ ، ۱۴۷ اور ۱۴۸ پر جو معلومات فراہم کی گئی ہیں ، وہ زیادہ تفصیلی ہیں اور ان سے کئی نئی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے ۔ یہ معلومات لفظ بہ لفظ ذیل میں درج کی جاتی ہیں :

"فتنۂ و غانم عرف دل پسندِ عالم"

حافظ صاحب اپنے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں :

"میں نے یہ ناٹک اپنی جماعت موسومہ انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کے لیے ، ماہ مئی ۱۸۸۷ع بمقام شہر میرٹھ میں تالیف کر کے بنام "دل بسندِ عالم المعروف بہ فتنۂ و غانم" موسوم کیا اور اس کو بمطابقت الف لیلیٰ ، جس کی تیسری جلد میں قصۂ غانم مرقوم ہے ، جدید طرز پر ترتیب دیا ہے ۔"

اس کتاب پر بھی انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کی مہر ہے اور تاریخ ۱۸۸۲ھ درج ہے ۔

پلاٹ : زبیدہ خاتون خلیفہ ہارون الرشید کی منہ لگی کنیز فتنہ کی منہ زوریوں سے بے حد پریشان ہے ۔ خلیفہ کی غیر موجودگی میں زبیدہ کی کنیزیں اس کو رائے دیتی ہیں کہ وہ فتنہ کو صندوق میں بند کر کے قبر میں دفن کرا دے اور اس کی قبر پر ایک مقبرہ بنوا کر

یہ مشہور کردے کہ فتنہ کا انتقال ہوگیا ۔ چنانچہ اُس کو ایک صندوق میں بند کرکے قبرستان بھیجا جاتا ہے ۔ اُسی وقت ابو ایوب تاجرِ دمشق کا لڑکا غانم تجارت کے سلسلے میں آتا ہے ۔ محل شاہی کے غلام اور ملازمین اس کی صورت دیکھ کر فرار اختیار کرتے ہیں ۔ غانم صندوق کھولتا اور فتنہ کو اپنے گھر لے جاتا ہے ۔ فتنہ خلیفہ کو ایک خط لکھتی ہے ۔ خلیفہ غانم پر ناراض ہوتا اور جعفر کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کا گھر تباہ کردے ۔ فتنہ خلیفہ سے کل حال بیان کرتی ہے ۔ خلیفہ غانم کی شادی فتنہ سے اور غانم کی بہن الکاب کی جعفر سے کر دیتا ہے ۔

حافظ محمد عبداللہ فتح پوری کا یہ پہلا ڈراما ہے جس پر تحریر ہے
''اِس کا کوئی حق مصنفی وغیرہ کسی کو نہیں دیا ہے ۔ کوئی صاحب بغیر حصول اجازت تحریری میری اس ناٹک کو چھاپنے یا کھیلنے کا قصد نہ فرمائیں ۔''

اسی ڈرامے کو مہتا جمنا داس بھگوان داس تاجر کتب بمبئی نے کسی ڈراما نویس با منسی سے از سرِ نو لکھوا کر شائع کیا اور آخر میں مندرجہ ذیل اشعار کا اضافہ کیا :

اے دوستو ! تماشا یہ اِتمام ہو چکا
آغاز خوب ، خوب ہی انجام ہو چکا
کیا رشک سوکنوں میں ہے اللہ کی پناہ
یک نیک نام دوسرا ، بدنام ہو چکا
آرام اور ظریف و رونق سا دہر میں
میرا بھی اس تماشے سے ہی نام ہو چکا

جتنے تماشے تھے سبھی تالیف کر دیا
تصنیف کرنا باقی تھا یہ کام ہو چکا

حافظ عبداللہ کے اس ڈرامے مطبوعہ[1] (مطبع) الٰہی آگرہ کا ایک شعر ہے :

دیا خوب ترتیب ناٹک یہ حافظ
ہزار آفریں ، واہ ، صد مرحبا ہے

مہتا جمنا داس کے شائع کردہ ایڈیشن کا بھی آخری شعر یہی ہے ۔''[2]

یہاں نامی صاحب کی دی ہوئی معلومات ختم ہو جاتی ہیں ۔ ان سے ڈرامے کے متعلق جو نتیجے اخذ ہوتے ہیں ، ان کی طرف اشارہ کرنے سے پہلے میں قارئین کی توجہ نامی صاحب کی طویل عبارت کے اس جملے کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں :

'' اس کتاب پر بھی انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کی مہر ہے اور تاریخ ۱۸۸۲ع درج ہے ۔''

اس جملے سے ذرا پہلے نامی صاحب ہمیں یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ حافظ عبداللہ نے ڈراما مئی ۱۸۸۷ع میں انڈین تھیٹریکل کمپنی کے لیے تالیف کیا ۔ پھر یہ ۱۸۸۲ع کا سنہ کہاں سے آ گیا ؟ اس کی

۱۔ نامی صاحب کی کتاب میں یہاں 'مطبوعہ' چھپا ہوا ہے ۔ ظاہر ہے کہ 'مطبع' کا لفظ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ۔ حافظ عبداللہ کے کئی اور ڈرامے بھی ہیں جن پر مطبوعہ مطبع الٰہی آگرہ چھپا ہوا ہے اس لیے یہاں بھی میں نے 'مطبع' کا لفظ بڑھا دیا ۔

۲۔ صفحات ۱۴۶ تا ۱۴۸ ، اُردو تھیٹر ، جلد دوم ۔

توضیح یہ ہے کہ حافظ عبداللہ پہلے 'لائٹ آف انڈیا تھیئٹریکل کمپنی' سے منسلک ہوئے اور پھر ۱۸۸۱ع یا ۱۸۸۲ع میں 'دی انڈین امپیریل تھیئٹریکل کمپنی' کی بنیاد ڈالی ۔ اس لیے قیاسِ غالب یہ ہے کہ 'انڈین امپیریل تھیئٹریکل کمپنی' کی مہر کے ساتھ چھپی ہوئی ۱۸۸۲ع کی تاریخ اس کمپنی کے قیام کی تاریخ ہے اور حافظ عبداللہ نے اپنا ڈراما اس کمپنی کے قیام کے تقریباً پانچ سال بعد ۱۸۸۷ع میں اسی کمپنی کے لیے تالیف کیا تھا ۔

ا‍ب نامی صاحب کے مذکورہ اندراجات (صفحات ۱۳٦ تا ۱۳۸ جلد دوم ، اردو تھیئٹر) کی طرف رجوع فرمائیے ۔

کہا گیا ہے کہ اسی ڈرامے کو مہتا جمنا داس نے کسی ڈراما نویس یا منشی سے از سرِ نو لکھوا کر شائع کیا ۔ لیکن اس ڈرامے کے آخر میں بھی حافظ عبداللہ کا وہی شعر درج ہے جو اُن کے مرتّب کیے ہوئے ۱۸۸۷ع کے نسخے میں ملتا ہے ۔ گویا یہ بات یقینی طور پر طے ہو جاتی ہے کہ مہتا جمنا داس کا چھاپا ہوا نسخہ حافظ عبداللہ کے مطبع الٰہی آگرہ والے نسخے کے بعد کا ہے ۔ لیکن جن صاحب نے مہتا جمنا داس کے لیے ڈراما ترتیب دیا ہے انھوں نے آخر میں اپنی طرف سے چار اشعار کا اضافہ کر دیا ۔ اس اضافے کا تیسرا شعر یہ ہے :

آرام اور ظریف و رونق سا دہر میں
میرا بھی اس تماشے سے ہی نام ہو چکا

"اس تماشے سے ہی" کے ٹکڑے میں 'ہی' کی موجودگی سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ جس طرح اس ڈرامے سے آرام ، ظریف اور رونق

کا نام ہوا ، اسی طرح میرا بھی نام ہوا ۔ لیکن آرام ، ظریف اور رونق کے لکھے ہوئے ڈراموں کی جو تفصیلات ڈرامے کی مختلف تاریخوں سے فراہم ہوتی ہیں ، ان میں آرام اور رونق کے ڈراموں کی فہرست میں اس ڈرامے کا نام نہیں ملتا ۔ صرف حسینی میاں ظریف کے ڈراموں میں اس کا نام ہے جو نامی صاحب کی تحقیق کی رو سے ۱۳۰۵ ہجری (مطابق ۱۸۸۸ع) میں شائع ہوا ۔ اس طرح اولیت حافظ عبداللہ ہی کے ڈرامے کو حاصل ہوتی ہے اور گمان غالب ہے کہ حافظ عبداللہ نے اپنا ڈراما اسی متن کی مدد سے تیار کیا ہے جس کی مدد سے تاج صاحب مرحوم نے اپنا متن مرتّب کیا ۔ اس قیاس کو اس بات سے تقویت پہنچتی ہے کہ یہ متن ۱۸۸۴ع کا چھپا ہوا ہے ۔

حافظ عبداللہ نے اپنے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کے متعلق دو باتیں لکھی ہیں : پہلی یہ کہ قصے کو الف لیلیٰ کے قصے کے مطابق بنایا گیا ہے اور دوسری یہ کہ اسے جدید طرز پر ترتیب دیا گیا ہے ۔ ان دو باتوں میں سے پہلی بات کا ایک سراغ پلاٹ کے اس خلاصے میں ملتا ہے جو نامی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر درج ہے ۔ اس خلاصے میں غانم کی بہن کا نام الکلب لکھا گیا ہے ۔ ۱۸۸۲ع کے متن میں الکلب کا نام نہیں لیا گیا ، اسے ہمشیرۂ غانم کہا گیا ہے ۔ ممکن ہے حافظ عبداللہ کا متن دیکھنے کے بعد اس طرح کے بعض اور فرق بھی مل جائیں ۔

اب رہی دوسری بات ، یعنی ” اسے جدید طرز پر ترتیب“ دینے والی ، تو اس کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ ۱۸۸۴ع والے متن میں قصے کو بابوں اور پردوں میں تقسیم نہیں کیا گیا ۔ یہی شکایت

تاج صاحب مرحوم نے اپنے تبصرے کے آخر میں کی ہے - لیکن اس شکایت کی صحیح نوعیت کیا ہے ، اس کا اندازہ ذیل کی مثال سے لگائیے :

تاج صاحب والے متن میں جس حصے کو پہلے باب کا دوسرا پردہ کہا گیا ہے ، اصل میں اس کی صورت یہ ہے :

غانم کا دلالوں کے بازار میں غلاموں کے خریدنے کے لیے جانا

(دلال) میرا نام ہے لال ، میں اس شہر کا ہوں دلال ، ہر فن ہر بات میں مجھے ہے کمال - چھین لیتا ہوں غلام ، کوڑی نہیں دیتا دام - بیوپاری روتے روتے مر جائیں ، دنیا سے گزر جائیں - ہمیں تو دام سے ہے کام ، کہاں کی لونڈی کہاں کا غلام ، پس میرے بھائی صاحب سلام - ابھی دیکھو کوئی نہ کوئی بھڑوا آتا ہے اور خدا ہمارا کام بناتا ہے - اوہو آہا ! وہ آن پہونچا - (دوم) السلام علیکم یار - (دلال) آئیے صاحب لائے شکار - یہ غلام بہت اچھا ہے ، اس کی صورت دیکھیے . چاند کا ٹکڑا ہے - کیسا بانکا جوان ہے ، کیا ڈیل ڈول کا ہے - آپ کے باپ دادا کی خواب میں بھی ایسا پٹھا نہ آیا ہوگا - (دلال) اجی واہ کیا فرماتے ہو . . . -

یہ عبارت دو صفحے میں یوں ہی مسلسل لکھی ہوئی ہے - مختلف کرداروں کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے مؤلف اُسے اُسی طرح مسلسل نقل کرتا چلا جاتا ہے - ظاہر ہے کہ یہ صورت ڈرامائی مکالمے کی ہرگز نہیں -

دوسرے یہ کہ کرداروں کے آنے جانے کے متعلق بھی عبارت میں کسی طرح کا اشارہ نہیں۔ تاج صاحب نے ڈرامائی منظر کے یہ دونوں تقاضے پورے کر کے اسے پردے کا نام دیا ہے۔ شروع سے آخر تک یہی صورت ہے۔ یہی صورت حافظ عبداللہ کے سامنے بھی ہوگی اور انھوں نے اسے جب اپنے اندازِ خاص میں ترتیب دیا تو انھیں یہ کہنا پڑا کہ انھوں نے اسے "جدید طرز پر ترتیب دیا ہے" ۔

حافظ عبداللہ سے پہلے کے کسی مصنف کے لکھے ہوئے ڈراموں کی فہرست میں اس ڈرامے کے نام کے موجود نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسے ڈرامائی شکل سب سے پہلے انھوں نے دی۔ ظریف کا متن ، جیسا کہ شواہد بتاتے ہیں ، حافظ عبداللہ کے متن سے بعد کا ہے۔

سید وقار عظیم

فتنہ و غانم

عُرف

دل پسندِ عالم

باب پہلا

پردہ پہلا

ابو ایوب کا مکان

[ابو ایوب کی وفات پر غانم اور اس کی والدہ کا ماتم کرنا]

غانم : **غزل**[1]

سراسر ہے جہان فانی ، نہیں اُس کو بقا یارو
ہمیشہ رہنے والا سو فقط ہے اک خدا یارو
جو آیا اس جہان میں ہے ، اُسے اک روز مرنا ہے
نہیں جز ذاتِ ایزد کے کسی کو بھی بقا یارو
ہوئے غافل ہو کیوں ایسے ، جو دل اس میں لگایا ہے
یہاں کے عیش و عشرت کو تو ہے آخر فنا یارو
نہیں ہے آس جینے کی یہاں دم بھر بھی اے لوگو !
فرشتہ موت کا ہر وقت سر پر ہے کھڑا یارو
ابو ایوب بے چارے کو کیا معلوم تھی یہ بات
کہ پیغامِ اجل اُس کو ہے اب آتا چلا یارو
ہزاروں دل کے ارماں رہ گئے دل میں گرہ ہو کر
کہ خالی ہاتھ عقبیٰ کو اُسے جانا پڑا یارو

۱- وزن : ہو تم رخصت مرے سے . . .

یہی ہے راستہ سب کا ، کوئی آگے کوئی پیچھے
ملیں گے خاک میں آخر سبھی شاہ و گدا یارو
اندھیری قبر میں سونا ہے ، ہوگا خاک کا بستر
نہ ہوگا مونس و ہمدم نہ کوئی آشنا یارو
ہو اس کی روح کو آرام اور بخشش گناہوں کی
یہ بے چین اور بیکل دل کی ہے ہردم دعا یارو

غانم : اے والدہ صاحبہ ! یہ اسباب کی گٹھریوں پر بغداد کا نام کیوں لکھا ہے اور یہ اسباب یہاں کیوں دھرا ہے ؟

مادر : اے بیٹا ! تیرے باپ کا یہ دستور تھا ، جب کسی شہر کو جاتا تو اس کا نام گٹھریوں پر لکھ لیتا ۔ اب کے بغداد جانے کا ارادہ تھا اور اسی سفر پر آمادہ تھا ۔ موت نے رخصت نہ دی ، دل کی آرزو دل میں رہ گئی ۔

غانم : تب تو مجھے لازم ہے کہ بغداد کی طرف جاؤں اور اس ارادے کو پورا کروں ۔

غزل[۲]

مادر : لخت جگر! ہو پاس سے ہرگز جدا نہیں
بن تیری زندگی کے ہمارا مزا نہیں
والد ترے کی موت کا ہے پہلے ہی سے رنج
اک اور غم یہ دل پہ ہمارے بڑھا نہیں

۲۔ وزن : شہزادے جاں مفت میں . . .

صورت تمھاری دیکھ کے ہم دونوں شاد ہیں
نامِ فراق سے ہمیں جانی رُلا نہیں

غانم : مادر! معاش کا بھی ہمیں فکر چاہیے
بے سود رونا پیٹنا بھی تو بھلا نہیں
ہونا جو تھا سو ہو ہی گیا، غم ہے اس کا کیا
یہ وہ مَرَض ہے جس کی جہاں میں دوا نہیں
بغداد کی طرف میں تجارت کو جاتا ہوں
دل غم سے جل چکا ہے، دوبارہ جلا نہیں

مادر : اس چھوٹی چھوٹی عمر میں سوداگری ہوئی
تو اس دلِ حزین کو ناحق دُکھا نہیں
پردیس میں تو جاتا ہے تنہا، اے میری جان!
تجھ کو مسافرت کا تو کچھ تجربا نہیں

غانم : دل عورتوں کے ہوتے ہیں رقّت پذیر بھی
مردانہ کار سے مجھے مادر! ہٹا نہیں
رخصت کرو خوشی سے بس اب مل کے تم سبھی
تاخیر کارِ خیر میں ہرگز روا نہیں

مادر : جانا جانا کہتے ہو اور جان ہماری جاتی ہے
خیر سدھارو پیارے جانی گر یہی جی کو بھاتی ہے
واپس آنا جلدی لیکن اس کا بھی تکرار ہے، بس
اک پل کی بھی تمھاری فرقت جاں پہ قیامت لاتی ہے

[دونوں کا جانا]

پردہ دوسرا

غلاموں کی فروخت کا بازار

[غلام و دلال اور گاہک موجود]

دلال : میرا نام ہے لال ، میں اس شہر کا ہوں دلال ، ہر فن ہر بات میں مجھے ہے کمال ۔ چھین لیتا ہوں غلام ، کوڑی نہیں دیتا دام ۔ بیوپاری روتے روتے مر جائیں ، دنیا سے گزر جائیں ۔ ہمیں تو دام سے ہے کام ، کہاں کی لونڈی کہاں کا غلام ، پس میرے بھائی صاحب سلام ۔ ابھی دیکھو ، کوئی نہ کوئی بھڑوا آتا ہے اور خدا ہمارا کام بناتا ہے ۔ اوہو ! آیا ! وہ آن پہنچا !

[بردہ فروش کا آنا ، پیچھے پیچھے ایک غلام ہے]

بایع اول : السلام علیکم یار !

دلال : آئیے صاحب ، لائے شکار ؟

بایع اول : (غلام کو سامنے کرکے) یہ غلام بہت اچھا ہے ، اس کی صورت دیکھیے ، چاند کا ٹکڑا ہے ۔ کیسا بانکا جوان ہے ، کیا ڈیل ڈول ہے ۔ آپ کے باپ دادا کے خواب میں بھی ایسا پٹھا نہ آیا ہوگا ۔

دلال : اجی واہ ! کیا فرماتے ہو ، ایسے تو ہزاروں اس ہاتھ لیے اور اُس ہاتھ دیے ۔ صورت تو دیکھیے ! چپٹی ناک جیسے مچھی کا پیٹ اور کُھسی ہوئی آنکھیں جیسے چوہے کے کان ۔ اور چالاک کیا ، پھپس کا پھپس ۔ ایک انگلی لگے تو وہ گرے اور پھونک ماروں تو اُڑ جائے ۔

بایع اول : اچھا صاحب ! آپ نے لینا ہے تو لو ، نہیں تو چھوڑو ، ہمیں جانے دو ۔

(بایع اول کا مع غلام کے جانا ، بایع دوم کا مع غلام کے داخل ہونا)

دلال : آئیے صاحب! بندگی! کیا لائے ہو؟ آج تو غلاموں کی کچھ ضرورت نہیں ، گھر میں اتنے غلام بھرے ہیں جیسے اچار کا مٹکا ، خیر لاؤ تو سہی !

بایع دوم : یہ بڑا ہوشیار غلام ہے ۔ دو دو آدمی روز مارتا ہے ۔

دلال : باپ رے ! مجھے نہ کھا جاوے ۔

بایع دوم : نہیں صاحب ڈرو نہیں ، تم تو اسے خریدوگے اور تمھیں مارے گا ؟ نہیں نہیں ، یہ آپ کے دشمنوں کا لہو پیے گا ۔

دلال : خیر اچھا کہو تو ، اس کا کیا دام لوگے ؟ کتنے پیسوں کو دو گے ؟

بایع دوم : بس جی بس ، چار ہزار دینار کو ۔

دلال : ارے اس کو یہاں سے لے جا ، یہ ہمارے کام کا نہیں ۔ کوڑی کا غلام اور چار ہزار دینار دام ؟ سوا دو پیسے کا چک (کاٹ) کر دیتا ہوں ۔ جھوٹ بنک سے جا کر ابھی

لے لو۔ نہیں تو یہ لو، میری جیب میں نوٹ ہے، اسے کوٹ کاٹ کر روپیہ بھنا لو۔

[غانم داخل ہوتا ہے]

غانم : ارے میاں دلال! کوئی ہوشیار غلام بھی ہے؟

دلال : بہت صاحب بہت، ہوشیار کس کے باپ کا؟ ہوشیار کا ہوشیار چالاک کا چالاک، میرے جیسا جوان، ہاتھ میں لیوے تیر و کمان، سارے شہر کو کرے ویران۔

غانم : چل رے چل، بہت باتیں نہ بنا، جلد ان غلاموں کا مول بتا؟

دلال : صاحب ادھر آئیے، (ایک طرف لے جاتا ہے) ذرا میرے ہاتھ سے ہاتھ ملائیے، کیوں جی؟ یہ اِس کا اور یہ اُس کا۔

غانم : نہیں، یہ اِس کا اور یہ اُس کا۔

دلال : خیر جس پر آپ راضی ہو، وہی سہی۔

غانم : لو یہ چار ہزار کے نوٹ ہیں، ان کے بنک گھر سے روپے لے لینا۔

دلال : (غلاموں سے) چلو میاں صاحب! آپ ان کے ہمراہ جائیے، بازار کی راہ خالی کیجیے۔ (بردہ فروشوں سے مخاطب ہو کر) آپ دونوں صاحب کل آنا، دام دے دیے جائیں گے۔ جائیے جائیے، بولتے بولتے سر بھی دکھ گیا، ذرا گھر جا کر آرام کروں۔

[دلال جانا اور پردہ گرنا ہے]

باب پہلا

پردہ تیسرا

خلیفہ ہارون الرشید کی حرم سرا

[ملکہ زبیدہ بے قراری کے عالم میں]

زبیدہ : غزل[1]

بے چینی ، بے کلی ہے ، مجھے اضطرار ہے
اس غم سے کس طرح کا مرا دل فگار ہے
آرام و چین دل کا مرے سب چلا گیا
ہر وقت اب تو موت کا بس انتظار ہے
جو کچھ کہا ، کیا ہے یہ فتنہ کنیز نے
اس پر جو جان و دل سے خلیفہ نثار ہے
کیا ہو گیا ہے دل کو خلیفہ کے ہائے رے
اُس بےحیا کنیز سے اتنا جو پیار ہے
مردوں کی بھی وفا کا کیا ہم نے امتحاں
بیوی کو چھوڑ لونڈی پہ شوہر نثار ہے
جب تک یہ فتنہ گھر سے ہمارے نہ دور ہو
تب تک ضرور میرا یہی حالِ زار ہے

۱- وزن : آتی نئے انداز سے (غزل کی بحر یہ نہیں ہے - مرتّب)

اس دردِ غم کی کس کو کہانی سناؤں میں
ایسا نہ میرا کوئی یہاں غمگسار ہے
کس طور سے نجات ہو بتلائے تو کوئی
میرا اسی خیال میں دل بے قرار ہے

[سہیلیاں داخل ہوتی ہیں]

سہیلیاں : غزل[۲]

روتی ہے زار و زار کیوں خاتوں ہماری تو بھلا
ہم کو تو اپنا حالِ دل بہرِ خدا تو کہہ سنا
چھوڑ دیا ہے خواب و خور، دل کو نہ کیا ہے درد و غم
آہیں جو سرد بھرتی ہو لحظہ نہ لحظہ دم نہ دم
خدمت میں تیرے میں کھڑی حکم جو ہووے سو کروں
تجھ پہ تو اپنی جان بھی گر تو کہے فدا کروں
گر ہے علیل طبع تجھ، لاویں طبیب ہم بُلا
تا کہ مَرَض تمھارے کی آ کے کریں ابھی دوا
ایسا ہی حال گر رہا ہم کو تو ڈر ہے پھر بڑا
آ کے خلیفہ بالضرور دے گا ہمیں بڑی سزا

زبیدہ : غزل[۳]

حالِ دل تم کو بتاؤں اور تم کو کیا کہوں
اس غمِ جاں کاہ سے دن رات میں بے چین ہوں

۲- وزن : داغ فراق عشق میں . . .
۳- وزن : لب سے لب . . .

آج کل مجھ سے خلیفہ سخت تر ناراض ہے
ہائے میرے ہم‌نشینو کیا علاج اس کا کروں ؟
گر نہ ہو دل سے خلیفہ کے خیالِ بد یہ دور
ہے ارادہ مار کر سینے میں خنجر میں مروں
مجھ سے ہے ناراض اور فتنہ پہ وہ مفتون ہے
خود ہی سوچو دل میں میں کیسے بھلا (پھر) شاد ہوں
اس کو اب نابود تم میں سے اگر کوئی کرے
سیم و زر بے انتہا تب اس کو میں انعام دوں
دیکھتی ہوں کس کو سب سے زیادہ الفت ہے مری
کون بتلاتی ہے بہتر مجھ کو اب مکر و فسوں

سہیلیاں : **گانا**[۴]

سنو غور سے بس یہ اب التجا ہے
حقیقت میں یہ کام مشکل بڑا ہے
مگر ایک تدبیر ہم نے نکالی
اسی سے یہ گھر ہوگا فتنہ سے خالی
ضیافت کے اس وقت ساماں بناؤ
اور اس بزم میں سب کو (باہم) بلاؤ
پلا کر شراب اس کو بدمست کردیں
نشے میں پھر ہم اس کی باندھیں گے مشکیں
کریں ایک صندوق میں بند اس کو
کسی کو بھی اس کی نہ مطلق خبر ہو

۴- وزن : کہوں کیا . . .

اسے دفن پھر گور میں ہم کرا دیں
مزا الفت و عشق کا بھی چکھا دیں
وہاں عمدہ اک مقبرہ پھر بناؤ
خلیفہ کے دل سے ہر اک شک مٹاؤ

زبیدہ : غزل[5]

نکالی (ہے) کیا خوب تم نے یہ بات
ملے گی مجھے فتنہ سے اب نجات
مری ہم‌نشینو! ہزار آفریں!
حقیقت میں تم سا کوئی بھی نہیں
کروں بس اب اس بات کا انتظام
کہ ہو کام فتنہ کا جلدی تمام

[(چند) کنیزوں کا فتنہ کو بلانے جانا ، (باقی کا) مل کر گانا]

سہیلیاں : غزل[6]

خوشی کی آج ہے محفل ، نشاط و راحت ہے
غم و محن کی ، الم کی ، جہاں سے رحلت ہے
ہے جی میں آج کہ جامِ خوشی پئیں بھر بھر
نہیں شراب سے بہتر کوئی بھی نعمت ہے

[کنیزوں کا فتنہ کو لے کر آنا]

۵- وزن : اری جوگن اب دل میں . . .
۶- وزن : کھلی ہے کنج قفس میں . . .

تجھے بھی اب تو ہے لازم اے فتنۂ خوش خو
کہ ہو شریک کہ یہ بزم رشکِ جنت ہے

فتنہ : میں ہوتی ہوں دل و جاں سے شریکِ بزم اس دم
مرے نصیب سے حاصل یہ مجھ کو دولت ہے

زبیدہ : مجھے شراب کا دو جام پہلے بھر کر زود
کہ میرے دل کو اسی سے ہی ہوتی راحت ہے

فتنہ : مجھے بھی دیجیو اے ساقیِ سمن اندام !
جو ساعت عیش میں گزرے وہی غنیمت ہے

[(شراب پی کر) فتنہ کا بے ہوش ہو جانا]

زبیدہ : (کنیزوں سے) اے کنیزو ! اِسے ہوشیاری سے اٹھا لے جاؤ اور کسی صندوق میں بند کر کے کہاروں کو کہہ دو کہ قبرستان میں اسے گاڑ دیں لیکن خبردار ! شہر میں کسی کو مطلق خبر نہ ہو -

[کنیزوں کا بے ہوش فتنہ کو اُٹھا لے جانا]

باب پہلا

پردہ چوتھا

جنگل

[غانم کا راستہ بھول کر آنا]

غانم : **غزل**[1]

الٰہی بھولا ہوں راستہ کیا ، کدھر کو ڈھونڈوں ، کہاں کو جاؤں
اندھیری آوپر سے رات ہے کیا نشاں میں باؤں تو کیا ہی پاؤں

[آہٹ سن کر]

یہ کیسی آواز آ رہی ہے ! کسی کے پاؤں کی ہے یہ آہٹ
بلا میں اب تو پھنسا میں یارب ، میں کیونکر اب اپنی جاں بچاؤں
یہ ہے درخت ایک پاس میرے میں اس پہ چڑھ جاؤں دیکھنے کو
میں آپ دیکھوں سبھی تماشا مگر نہ اپنا بدن دکھاؤں

[کہاروں کا صندوق اٹھا کے آنا]

ایک کہار : یا اللہ! ہم کس بلا میں پڑ گئے ، کیا مصیبت اٹھانی پڑی ، ارے بھیا! پٹکو اس صندوق کو اس جنگل میں اور چلو آرام کرو ۔

دوسرا کہار : نہیں بھیا ! اس کو گاڑنا چاہیے ورنہ اپنی جان پر

۱۔ وزن ۔ دکھا دے ہم کو جمال اپنا . . .

بن جائے گی ۔

پہلا کہار : نہیں رہے نہیں ، یہاں کون دیکھنے آتا ہے ۔ اسی جنگل میں پھینکو اور کہہ دینا کہ قبرستان میں گاڑ آئے ۔

دوسرا کہار : اچھا بھیا! میں بھی تھک گیا ہوں ، چلو رکھو اور سٹک چلو ۔

(کہاروں کا صندوق رکھ کر بھاگ جانا ، غانم کا درخت سے اتر کر صندوق کو کھولنا اور بے ہوش قمہ کو دیکھنا)

غانم : **غزل**[۲]

صندوق میں سمجھا تھا کہ کچھ دولت و زر ہے
اک نازنیں محبوبہ پڑی مردہ مگر ہے

(نبض دیکھ کر)

کچھ جان ہے باقی کہ ابھی نبض ہے چلتی
ہے گرمی بدن میں ، جو پسینے سے یہ تر ہے
ظالم جو اسے لایا ، ذرا یہ بھی نہ سمجھا
کس بیکس و مظلوم کی یہ لختِ جگر ہے
آرام سے سوتی ہے پڑی خواب میں کیسی
کیا اس کو بھلا اس دلِ شیدا کی خبر ہے
کیا حسن و نزاکت کا کروں اس کے بیاں میں
دیکھا نہ سنا پہلے کبھی ایسا بشر ہے

۲- وزن : معمور ہوں (شوخی سے سرارت سے بھری ہوں) ۔

رخسار ہیں اس کے کہ یہ پھولوں کی ہیں کلیاں
اور باغِ جوانی کا پھلا پھولا شجر ہے
صندوق سے اب اس کو نکال اور ہوا دوں
جی جائے گی ، باقی کوئی دم اس کا اگر ہے

[غانم ، فتنہ کو صندوق سے باہر نکال کر لٹاتا اور ہوا دیتا ہے ۔ فتنہ ہوش میں آتی ہے]

فتنہ : غزل[۳]

بیدار ہوں کہ خواب میں ہوں اے مرے خدا !
حالت ہے کس طرح کی ، مجھے دیجیو بتا
خواصیں کہاں ہیں میری کہاں ہیں سہیلیاں ؟
کس جا پہ ہوں میں ، یہ تو نہیں ہے محل سرا
اے نازنیں اِدھر آ ، ادھر آ اے گلبدن !
کیا مر گئی ہو ، بولتی جو تم نہیں ذرا ؟
چاروں طرف یہ جھاڑ ہیں ، جنگل ہے بے شمار
یارب میں کس بلا میں ہوئی آ کے مبتلا
صندوق کیسا ہے مرے پیچھے رکھا ہوا !
اس میں کوئی بلا نہ چھپی ہووے اے خدا !

غانم : غزل[۴]

کہاں سے دلبر یہاں تو آئی ؟ بتا دے تجھ کو قسم خدا کی ؟
وہ کیسا ظالم تھا جس نے تجھ سی بتِ پری وش پہ یوں جفا کی

۳- وزن : قوم کا ہوں دھوبی . . . (غزل طرز کے وزن کے مطابق نہیں ۔ مرتّب) ۔

۴- وزن : عجب پرستاں میں . . .

میں جان و دل سے فدا ہوں تجھ پر تو حال اپنا سنا دے جانی!
نہ مجھ سے شرما ذرا بھی پیاری، قسم تجھے ہے تری حیا کی
بچایا مرنے سے میں نے تجھ کو، یہ بے وفائی ہے اس کے بدلے؟
کہا کسی نے یہ سچ ہے بالکل، نہیں (ہے) عورت میں بو وفا کی
نہیں ہیں ہوش اب مرے ٹھکانے، یہ سینہ سوزاں ہے دل ہے بریاں
گلے سے لگ جا تو میری پیاری! کہ تیرے قدموں پہ جان فدا کی

[فتنہ کا حیا سے منہ چھپانا]

غزل[۵]

رخِ روشن اپنا دکھا کے کیا پھر عاشقوں سے چھپاتے ہو
کر زندہ جانِ حزیں کو کیوں مُردوں میں پھر اب ملاتے ہو
میں نو جاں سے آگے ہی تنگ ہوں مجھے چین اک پل بھی نہیں
منہ پھیر پھیر کے اے صنم کیوں جی میرا تم جلاتے ہو
تمھیں دیکھ جی میں رہا نہیں صبر و قرار و ہوش کچھ
میں اسی خیال میں روتا ہوں مجھ روتے کو کیوں رُولاتے ہو
اگر آپ مجھ سے خفا ہیں تو مجھے لے کے خنجر مار دیں
ظلم و جفا کرکے کیوں مجھ خستہ تن کو ستاتے ہو

فتنہ : غزل[۶]

بتا تو کون ہے اے مردِ بے باک؟
کہ ایسی گفتگو ہے تیری ناپاک

۵- وزن : گئی یک بیک . . . (غزل کا کوئی مصرع بحر میں نہیں - مرتب)
۶- وزن : سبھا میں آمد نیلم پری ہے -

کہاں سے میرا عاشق بن کے آیا ؟
مجھے کون اس جگہ پر کھینچ لایا ؟
خلیفہ گر سنے یہ ماجرا اب
تجھے پھر بھول جائے عشق یہ سب
میں ہوں ساری کنیزوں میں سے منظور
نہیں رہتا وہ مجھ سے اک گھڑی دور

غانم : اے صاحب ! معاف کیجیے ، اگرچہ میں آپ پر دل و جان سے فدا اور رخ زیبا پر ہزار جان سے شیدا ، لیکن میں ایمان سے کہتا ہوں کہ آپ میری صاحب ہیں اور میں غلام ہوں، آپ مالک اور میں نوکر اور آپ بادشاہ میں رعیت - میرا کیا مقدور کہ میں بری نظر سے دیکھوں اور عشق محبت کا نام لوں - آپ جس طرح حکم دیں ، ویسا ہی عمل کروں - مگر ایک یہ التماس ہے کہ اگر میں اس وقت یہاں موجود نہ ہوتا تو آپ صندوق میں گھبرا گھبرا کر مر جاتیں اور اندر ہی اندر اس عالم ناپائدار سے گزر جاتیں اور خدا جانے کہ کہاں صندوق گڑ جاتے - پر جو ہؤا سو ہؤا ، یہ آپ کی نہایت خوش قسمتی ہے -

فتنہ : اے مرد نیک سیرت ! یہ بندی بے شک خطاوار ہے ، بہر خدا اس کے افعال کو مت دیکھ ، خطا معاف کر اور اس گناہ سے درگزر - یقین سے جان لے کہ میں تیرے دام محبت میں گرفتار ہوں اور امید ہے کہ خلیفہ اس محنت کے عوض میں تیرے ساتھ شادی کر دے گا - لیکن جب تک خلیفہ کی اجازت نہیں ، ہمارا وصل ہرگز ممکن نہیں - جا ، اب رات تھوڑی ہے - اگر صبح

ہو گئی تو کوئی دیکھ لے گا ۔ کہیں (سے) دو مزدور بلا لا کہ صندوق کو اٹھا لے جائیں ۔ میں اس میں لیٹ جاؤں گی ۔

غانم : بہت خوب صاحب ! میں ابھی جاتا ہوں ۔

[غانم جاتا ہے]

فتنہ : غزل[۷]

کیا ہی گردش میں پڑی قسمت ہماری اِن دنوں
دشمنِ جاں ہو گئی مخلوق ساری اِن دنوں
کوئی اپنا یار ہے اور نہ کوئی غم حوار ہے
زیست اپنی بھی ہوئی ہے ہم کو بھاری اِن دنوں
مجھ سے خاتون نے کیا سب کچھ یہ ہے مکر و فریب
جی میں آتا ہے مروں کھا کر کٹاری اِن دنوں
اے خلیفہ! تو کہاں ہے ، آ خدا کے واسطے
دیکھ کس دکھ میں پڑی ہے تیری پیاری اِن دنوں

[غانم کہاروں کو لے کر آتا ہے]

غانم : لیجیے صاحب ! کہار حاضر ہیں ، آپ صندوق میں داخل ہو جائیں ۔ اے کہارو ! آؤ اس صندوق کو میرے ساتھ اٹھا لے چلو ۔

[سب جاتے ہیں]

۷۔ وزن : عشق کا خنجر لگا ہے . . .

پردہ پانچواں

ابو ایوب کا گھر

[مادرِ غانم داخل ہوتی ہے]

مادرِ غانم : **غزل**[1]

مِرا پیارا پسر غانم گیا ، فریاد اے اللہ !
مِرا گھر ہو گیا سارا ہے اب برباد ، اے اللہ !
نہ دیکھا خواب میں ہم نے کبھی نام و نشانِ صبر[2]
یہی قسمت میں لکھا ہے رہوں ناشاد اے اللہ !
چلی بیٹے کی فرقت میں مری اب جانِ شیریں ہے
ہوئی ہوں نیم بسمل صورتِ فرہاد اے اللہ !
دلِ غم دیدہ و جانِ حزیں غم کے نہیں قابل
سہوں میں کس طرح یہ ظلم اور بیداد اے اللہ !
پھرائے گا مجھے دشت و بیاباں ، کوہ و صحرا میں
ستاتا ہے جو یوں چرخِ ستم ایجاد اے اللہ !
یہی جی میں ہے میں بیٹھوں الگ اک کنجِ عُزلت میں
جہاں میری نگاہوں میں ہؤا برباد اے اللہ !

[جاتی ہے]

۱- وزن - مرا پیارا کہاں یارو . . .
۲- کذا -

باب پہلا

پردہ چھٹا

فتنہ کا مقبرہ

[خلیفہ کا اشکبار مقبرے میں آنا]

خلیفہ : **گانا** [1]

ہائے فتنہ ! تو تنہا یہاں ہے
خاک میں اب ہوئی تو نہاں ہے
تیرے غم میں یہ درد و فغاں ہے
میرا جینا بنا اب تو مشکل
تیری فرقت سے بے تاب ہے دل
سینہ سوزاں ہے اور دل تپاں ہے
مجھ کو چھوڑا اکیلا ہے تو نے
منہ خفا ہو کے موڑا ہے تو نے
اجڑے جنگل میں تیرا مکاں ہے
کچھ تو بولو ذرا منہ سے پیاری
تجھ پہ صدقے میں ہوں اور واری
بند کیوں تیری یہ اب زباں ہے

۱- وزن : لیلیٰ لیلیٰ پکاروں میں بن میں -

مجھ سے روٹھی ہے جانی تو بتلا
آ کے قبروں میں جو لیٹی ننھا
تیرا پیارا تبسم کہاں ہے ؟
سر پٹکتا ہوں اینٹوں سے اپنا
میں بھی مرتا ہوں ، لے دم یہ نکلا
بس لبوں پر مرا دم رواں ہے

[حلیفہ کا فرطِ غم سے بے ہوش ہو جانا]

ڈراپ سین

باب دوسرا

پردہ پہلا

خلیفہ کی خوابگاہ

(خلیفہ کی خوابگاہ میں آرام فرما ہوا ، باہر پہرہ دار کمرے میں)

کنیز : اے نور النہار ! اے میری غم گسار ! اس جہانِ فانی میں بھلا کوئی کیا دل لگاوے اور اس خیالی باغ کی گلگشت میں کیا مزا پاوے ، جب اُس کو بقا نہ ہو اور مریضانِ موت کی دوا نہ ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ ہم تم اپنی پیاری فینہ کے ساتھ مل کر سیرِ باغ کو جایا کرتی تھیں اور کیسی کیسی عمدہ غزلیں ، ریختے گایا کرتی تھیں ۔ اس کی میٹھی میٹھی باتیں جب یاد آتی ہیں تو مجھ کو ایک ٹھوکا سا لگ جاتا ہے ، اور آج وہ دن ہے کہ وہ تنہا قبر میں سوتی ہے اور اس کی ہر مونس اسے یاد کر کر روتی ہے ۔

نورالنہار : ارے نہیں ، تُو تو بالکل بے خبر ہے ، حقیقتِ حال سے آگاہ ہی نہیں اور جہان میں کچھ ہی ہو ؛ تجھے پرواہ ہی نہیں ۔

کنیز : اے نورالنہار ! میں تیری بات کو نہیں سمجھی ۔ خدا کے لیے مجھے سمجھا اور جو کچھ حال ہے، اچھی طرح بتلا ۔ کیا پیاری

فتنہ کو موت نہیں آئی اور اس مونس نے وفات نہیں پائی ؟

نورالنہار : میری بھولی بھالی بہن ! ہماری پیاری فتنہ تو خدا کے فضل و کرم سے صحیح و سلامت ہے ، موت آپ کے دشمنوں کو نصیب ہو ۔ وہ تو ہماری جان و دل کی راحت ہے ۔ اب تھوڑی دیر بعد ہماری اس کی ملاقاتیں ہونے والی ہیں ، پرانی محبت اور الفت کی باتیں ہونے والی ہیں ۔

کنیز : بے بے نورالنہار ! بوا سچ بتلا ، ذرا مفصل کچھ سنا ۔ تم نے یہ بات کہاں سے سنی ۔ اور کیا مقبرے کی تیاری بناوٹ کی تھی ؟ نہیں نہیں مجھ سے ہنسی نہ کرو ۔

نورالنہار : واہ بہن ! خوب تو نے مجھے مسخری کرنے والی جانا اور میری بات کو جھوٹ مانا ۔ اب میں صاف صاف بتاتی ہوں اور کُل حال سناتی ہوں ۔ ہمارے شہر میں ایک سوداگر ہے جسے لوگ غانم کہتے ہیں ۔ فتنہ ہماری اس کے گھر میں ہے ، زبیدہ کے فریب سے یہ سب کارخانہ ہوا تھا اور یہ مقبرہ بنا تھا ۔ خلیفہ کی ملاقات کی خواہاں ہے ، رات دن اسی فکر میں حیران ہے ۔ ابھی اس کا ایک خط آیا ہے ، جب خلیفہ صاحب بیدار ہوں گے تو ان کی خدمت میں پیش کروں گی ۔

کنیز : اری بہن ! مجھے بھی وہ خط دکھانا ، اپنی آنکھوں سے لگا لوں ، ذرا بتانا !

نورالنہار : نہیں نہیں ابھی خلیفہ بیدار ہو جائیں گے ۔ خفگی کی حالت

میں معلوم نہیں کہ میرا تیرا کیا حال ہوگا اور ان کی
طبیعت کو ہزار گنا رنج و ملال ہوگا۔

[خلیفہ ہارون الرشید کا بیدار ہونا]

ہارون الرشید : غزل[1]

مچا کر شور بہ ، تم نے جگایا خوابِ راحت سے
نہیں اک پل بھی تو آرام اس دنیا کی زحمت سے
لیا جو نام فتنہ کا ، کہاں ہے وہ مری پیاری ؟
مری حالت تباہی میں ہوئی ہے اس کی فرقت سے
اسی کے غم نے تو مارا کہ سدھ بدھ بھی نہیں قائم
نہیں تو کام کیا تھا مجھ کو اس رنج و مصیبت سے
کہاں وہ خط ہے جس کے واسطے تم میں ہوئی تکرار
مجھے دو جلد ، میں دیکھوں اسے شوق و محبت سے

[نورالنہار خلیفہ ہارون الرشید کو خط دیتی ہے]

اسی جانِ جہاں کے ہاتھ کا بے شک لکھا ہے یہ
کھلے گا راز سارا ہی اسی پیغامِ الفت سے
اسے اب کھول کر پڑھتا ہوں کیا کچھ اس میں لکھا ہے
ملا ہے آج پروانہ ہمیں منشیٔ قدرت سے

[خلیفہ ہارون الرشمد خط کھول کر پڑھتا ہے ، کنیزیں جاتی ہیں]

اے بدرِ آسمانِ شاہنشاہی و اے نیّرِ فلکِ جہاں پناہی ! خدا

۱۔ وزن : پھرانا ہے ہمیں کہاں کہاں (غزل اور طرز کے اوزان مختلف ہیں ۔ مرتب)

تجھے رعیت کے سر پر امن و امان (سے) قایم و دائم رکھے۔ تیرے ہی دم سے رعیت آباد ہے ، مظلوم خوش ہے ، ظالم ناشاد ہے - نہایت عجز و انکسار کے بعد آب کی ناچیز کمترین کنیزہ فتنہ نام خدمت ِ شریف میں عرض کرتی ہے کہ میں آپ کی غیبت میں بباعث خفگی ملکہ صاحبہ کے جیتے جی دفن کیے جانے کی غرض سے جیتے جی قبرستان میں بھیجی گئی - مزدور مجھے جنگل میں چھوڑ کر چلے آئے۔ زندگی کے کوئی روز اور باقی تھے ، حضوری ، قدم بوسی قسمت میں تھی ، وہاں ایک نیک مرد ، پاک سیرت ، غانم نام سوداگر ، جو راستہ بھولنے کے سبب سے درختوں میں چھپا بیٹھا تھا اور یہ ماجرا دیکھ رہا تھا ، اُس نے صندوق کو کھول کر میری صورت دیکھ میزان ِ عقل میں تولا کہ یہ زندہ ہے اور قابل ِ ترحم ہے - اس کو میری حالت پر ترس آیا ، راتوں رات مجھے اٹھوا اپنے گھر لایا - نہایت نیک صالح مرد ہے ، اس کی ممنون ہوں ، اب حکم ِ والا کی منتظر ہوں - اگر اجازت ہو تو میں آ کر حضور کی قدم بوسی حاصل کروں اور اس نیک مرد کو بھی خدمت ِ شریف سے مشرّف کروں - زیادہ حد ادب -

خلیفہ : غزل[۲]

ہوا مجھ کو معلوم اب سارا حال
کہ بدکار فتنہ ہے بے شک کمال

۲- وزن : ارے دو نو نے . . .

نہ کچھ خوف اس کو مرا بھی ہوا
کہ تاجر کو اس نے کیا آشنا
حقیقت بھلا کیا تھی اُس شخص کی
نگہ اُس کی میرے حرم پر پڑی
نہ میری وہ تلوار سے کچھ ڈرا
نہ خوف اس کو لشکر مرے کا ہوا
کروں اس کا گھر بار برباد سب
اسے مار کر دوں سزا سخت اب
غضب جی میں ہے، دل میں غصہ کمال
ابھی ڈال دوں سخت اس پر وبال
مرا وہ مقابل بنا اے غضب!
کہ غصے سے ہے حال میرا عجب
کہاں ہے مرا نیک طلعت وزیر!
کہ ہے عقل و دانش میں وہ بے نظیر

[وزیر دست بستہ حاضر ہوتا ہے]

یہاں ایک تاجر ہے غانم کوئی
بڑی اک خطا اُس سے سرزد ہوئی
سو تو لُوٹ گھر بار اُس کا تمام
نشاں چھوڑ باقی وہاں اور نہ نام
گرفتار کر کے یہاں اس کو لا
نہ رحم اس کی حالت پہ کیجو ذرا

کنیزک مری ایک ہے اس کے پاس
وہ بے شک خطاوار ہے ناسپاس
اسے بھی مرے پاس جا کھینچ لا
کہ دونوں گنہگار ہیں پُر خطا
انھیں لا کے حاضر تو کر اب شتاب
کہ غصے میں کھاتا ہوں میں پیچ و تاب

[وزیر جاتا ہے]

پردہ دوسرا

غانم کا مکان

[فتنہ اور غانم موجود]

فتنہ : غزل[1]

جہاں میں تجھ سا اے ماہ پیکر حسین و دلبر کوئی نہیں ہے
ادا و انداز و ناز میں تو ترے برابر کوئی نہیں ہے

تو مہر طلعت ہے مہ جبیں ! باغِ حسن کا نونہال تو ہے
کہا ہے یوسف نے دیکھ تجھ کو کہ تیرا ہمسر کوئی نہیں ہے

بنے ہیں شمس و قمر اگرچہ جہاں کے خوبوں میں سب سے بڑھ کر
مگر ترا حسن ہے نرالا کہ تجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے

ہزار قیس و ہزار لیلیٰ ، ہزار عاشق ، ہزار معشوق
جہاں میں گزرے ہیں آگے اس کے پہ ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے

ترے رخ و قد کی خوبیاں کیا بیاں کروں میں اے شاہِ خوباں
کہ ایسی خوبی و راستی میں گل و صنوبر کوئی نہیں ہے

۱- وزن : عجب پرستاں میں . . .

غانم : غزل[2]

ترے ناز و عشوہ گری نے دل میں مرے گھر اپنا بنا دیا
اور نقشِ الفت و عشق کو مری لوحِ جاں پہ جما دیا
مرا بخت سوتا تھا رات دن ، مری زندگی بے لطف تھی
خورشیدِ رخ جو چڑھا ترا تو اسے بھی آ کے جگا دیا
پہلے تو یوسفِ مصر کا چرچا جہان میں تھا ، ولے
ترے حسن نے اس نام کو بھی جہاں سے اب تو مٹا دیا
سنبل جو کھاتا ہے پیچ و تاب اس طرح سے اب رات دن
کیا پیچ تیری زلف کا اس کو کسی نے دکھا دیا ؟
تیرا لب تو وہ جاں بخش ہے جسے دیکھ عیسیٰ نے کہا
ہم مر چکے تھے پر ہمیں اب لعلِ لب نے جِلا دیا

[کنیز کا آنا]

کنیز : رانی صاحبہ آپ کس خیال میں ہیں اور کس قیل و قال میں ہیں - دروازے کے باہر تو وزیر صاحب کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ گھر والے سوداگر کو گرفتار کرنا ہے اور بادشاہ اس سوداگر اور آپ پر نہایت خفا ہے -

فتنہ : اے خدا ! یہ کیا غضب ہوا ! میرے سر پر یہ کیسی آئی بلا ، میں نے شاہ کو ناحق خط لکھا لیکن کیا کروں کہ یہی قسمت کا تھا لکھا - اب جو ہو سو ہو ، مجھے لازم ہے کہ اُس کے حضور میں حاضر ہو جاؤں اور اُس کے

۲- ورن : گئی یک بہ یک . . . (تمام غزل کذا) -

غصے کو فرو کروں۔ لیکن اے غانم پیارے ! میری جان ! میرے دلبر ! جس طرح ہو سکے ، اپنے آپ کو بچا ، کسی نوکر کا لباس پہن کر بھاگ جا ۔ اگر خدا نے ملایا تو پھر ملیں گے ، نہیں تو رو رو کے اسی غم میں پڑیں گے ۔ جلد جا ! اب ٹھہرنا اچھا نہیں اور توقف کرنا بھلا نہیں ۔

[غانم فتنہ سے رخصت ہو کر پچھلے دروازے سے نکل جاتا ہے]

فتنہ : غزل

ہائے خدا یہ کیا ہوا ، یہ تو نہ تھی مجھے خبر
لکھتی نہ حال میں ذرا بات یہ جانتی اگر
جانے خدا کہ ہوگا کیا کسی پڑے گی اب بلا
غصہ ہے ساہ کا ضرور پہنچے گا ہم کو کچھ ضرر
جاؤں گی اب تو پھر مرے جی میں یہی ہے ہر گھڑی
مجھ پہ جو ہونا ہے سو ہو غانم کی جان بچے مگر

[وزیر داخل ہوتا ہے]

وزیر : اے نیک اختر فتنہ ! مجھے تیری نیک سیرت اور پاکیزہ خصلت کو دیکھ کر تجھ پر بڑا رحم آتا ہے اور اس غصے کے حکم سے ، جو خلیفہ نے دیا ہے ، نہایت ہی جی گھبراتا ہے لیکن کیا کروں لاچار ہوں ، کچھ بس نہیں ، بے اختیار ہوں ۔ خلیفہ کے حکم سے مجبور ہوں ۔ مجھ سے جو گستاخی ہوئی ہے اس میں معذور ہوں ۔ اب تو میرے ساتھ خلیفہ کے سامنے حاضر ہو ۔ خدا نے چاہا تو میں تیری سفارش کروں گا اور خلیفہ کے عتاب سے بچاؤں گا ، لیکن مجھے غانم کا پتا بتا اور

جہاں چھپا ہے دکھا ، مجھے اس کی گرفتاری کا فرمان ہے ۔

فتنہ : میں خلیفہ کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتی ہوں اور اس کے فرمان پر جان دینے کو تیار ہوں ۔ غانم تو ایک مہینے سے اپنے وطن کو چلا گیا ہے ، مجھے اس کی مطلق خبر نہیں ۔ خیر مجھے آپ ہمراہ لے چلیں اور شاہ کے حضور میں حاضر کریں ۔

وزیر : چلو ۔

[دونوں جاتے ہیں]

پردہ تیسرا

ابو ایوب کا مکان

[مادرِ غانم داخل ہوتی ہے]

مادرِ غانم : **غزل**[1]

پیارے غانم کی خبر اب تک کوئی آئی نہیں
کچھ نشانی اس گلِ خوبی کی تو پائی نہیں
جیتا ہے یا مر گیا ، یہ بھی نہیں معلوم کچھ
صبر اب جی کو نہیں ، دل کو شکیبائی نہیں
زندگی کا کیا مزہ ، غانم نہ ہو جب اپنے پاس
گم ہوا ایسا کہ بو اس کی صبا لائی نہیں
چرخ ناہنجار نے دایم رکھا اندوہ میں
خواب میں بھی صورتِ آرام دکھلائی نہیں
اپنی قسمت اپنے ہی بختوں کا سارا پھیر ہے
گر کرے شکوہ کسی کا تو یہ دانائی نہیں

[حاکم داخل ہوتا ہے]

حاکم : کیا غانم سوداگر کا مکان یہی ہے ؟

۱۔ وزن : لب سے لب . . .

مادرِ غانم: ہاں صاحب ، اُس گم گشتہ کا مکان یہی ہے کہ اس کے گم ہونے سے خراب خستہ و ویران ہے ۔

حاکم : مجھے شاہ کا فرمان آیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ غانم کے لواحقوں کو جلا وطن کردو اور اُن کے گھر بار لوٹ لو ۔

مادرِ غانم : اے صاحبو ! ہم آگے ہی اُس کے گم ہونے سے اس کے غم و الم میں گرفتار ہیں اور اپنے جینے سے بیزار ہیں ۔ ایسی کیا تقصیر ہم سے سرزد ہوئی کہ ایسا حکم صادر کیا گیا اور یہ رنج و عذاب دیا گیا ؟

حاکم : اے نیک بخت عورت ! تیرے ناپاک بیٹے غانم نے خلیفہ کی معشوق کو بھگا کر اپنے گھر میں رکھا اور اس سے مُتّہم ہوا ۔ اب تم یہاں سے نکلو اور مکان خالی کر دو ۔

مادر و ہمشیرۂ غانم : گانا[۲]

یہ ہے شکر جیتا ہے وہ مہ لقا
ملا آج اُس گم ہوئے کا پتا
کسی بات کا اب نہیں رنج و غم
سہیں گے جو گزرے گا جور و ستم
اب اُمید ملنے کی ہم کو ہوئی
یہی آرزو دل کی باقی رہی

۲- وزن : اری جوگن اب دل میں . . .

پھریں دربدر گرچہ ہم روز و شب
جئیں گے مگر اب اسی کے سبب
کرو حکم ، جو آپ کو ہے ، شتاب
نہیں عذر اس میں ہمارا جناب
نکلتے ہیں گھر بار ہم چھوڑ کر
الٰہی ملے ہم کو وہ سیم بر

جانا سب کا]

باب دوسرا

پردہ چوتھا

شاہی زندان خانہ

[وسہ موجود]

غزل[1]

فتنہ :

نہیں غم اپنا مجھے اے غانم ! مگر کہوں (کیا) جو غم ترا ہے
کہاں ہے، کس جا ہے، کس بلا میں اے میرے (دلبر) تو مبتلا ہے
مجھے یہ اُمید تھی کہ تجھ کو خلیفہ انعام دے گا بے حد
کہ تو نے ایمان اور دیانت سے حقِ خدمت ادا کیا ہے
قصور تیرا تو کچھ نہ تھا پر کیا خلیفہ نے ہی نہ انصاف
کروں میں کس پاس جا شکایت کہ ایسا قسمت میں ہی لکھا ہے
برائی ہم نے نہ کی نہی کوئی مگر خدا کی خدا ہی جانے
کہ کوئی اپنی طرف نہیں بلکہ اپنا دشمن ہر اک بنا ہے
بلا میں ہوں، رنج میں ہوں ہردم، قلق میں ہر شام ہر سحر ہوں
مگر کہوں کیا کہ عشق تیرا ہی ہر گھڑی جی میں بس رہا ہے
کبھے خلیفہ کو کون میری طرف سے جاکے کہ اے شہنشاہ !
وہ بے گناہ ہے بےچارہ غانم، غریب ہے، محض بے خطا ہے

---

[1] وزن : عجب بہرساں میں . . .

باب دوسرا

پردہ پانچواں

خلیفہ ہارون الرشید کا محل

[خلیفہ ، جعفر وزیر کے ساتھ داخل ہوتا ہے]

خلیفہ : **گانا**[1]

میں نے ظلم کیا ہے یہ کیسا
کوئی کرتا نہیں ہوگا ایسا
لوٹا گھر بار غانم کا سارا
بے گنہ تھا وہ تاجر بچارا
گویا جیتے ہی جی اس کو مارا
اس کی مادر پہ بھی ڈالی آفت
کیسی اس پر پڑی ہوگی زحمت
ان پہ ٹوٹی ہے بے شک قیامت
غصہ بے شک بڑی اک بلا ہے
اسی ظالم نے سب کچھ کیا ہے
اس میں میری سراسر خطا ہے

[جعفر سے]

۱۔ وزن : لیلیٰ لیلیٰ پکاروں میں . . .

اس کو زنداں سے لا باہر اے یار
پوچھوں (گا) سارے میں اس سے اسرار

[جعفر جاتا ہے]

بس ہوا خوب ہی میں گنہگار

[جعفر فتنہ کو لے کر آتا ہے]

گانا[۲]

خلیفہ : بتا مجھ کو اے فتنہ! اب سارا حال
کہ اس ظلم سے دل کو ہے اب ملال
کیا قید ناحق (کو) میں نے تجھے
نہ تھا حال معلوم یہ تو مجھے
ملے کس طرح (سے) اب اس کا پتا
کہ بخشاؤں میں اس سے اپنی خطا

فتنہ : وہ ہے نیک بخت اور بے عیب مرد
سخاوت میں ہے شیر روزِ نبرد
ملے گا نہ ڈھونڈے سے ہرگز حباب
کہ ڈرتا ہے وہ آب سے بے حساب

خلیفہ : میں بھیجوں گا جعفر یہ اپنا وزیر
اسے ڈھونڈ لائے گا وہ بے نظیر

۲- **وزن :** اری جوگن اسے درد کی مبتلا۔

فتنہ : مری عرض بھی ایک ہے اے جناب
اسے مانیے تو ملے گا شتاب
اسے ڈھونڈنے کو میں جاؤں گی آپ
یقیں ہے کہ ہووے گا جلدی ملاپ

خلیفہ : مناسب نہیں گرچہ جانا ترا
مگر اب میں کہتا ہوں جا ڈھونڈ لا

[خلیفہ ایک طرف اور فتنہ و جعفر دوسری طرف جاتے ہیں]

باب دوسرا

پردہ چھٹا

راستہ

[غانم کی ماں اور بہن داخل ہوتی ہیں]

ماں اور بہن : **گانا**[1]

پھرے دشت و صحرا میں ہم دربدر
ملی کچھ نہ غانم کی لیکن خبر
نہیں اب تو چلنے کی طاقت رہی
خدایا یہ کیا ہم نہ آفت پڑی
اب آتی نہیں موت بھی اے خدا!
بھلا ہم سے ایسی ہوئی کیا خطا
ملا دے تو غانم ہمارے سے اب
کہ ہے زندگی اپنی اس کے سبب
ملے گا نہ پھر وہ تو مر جائیں گے
اسی آرزو میں گزر جائیں گے

[دلال داخل ہوتا ہے]

۱- وزن : نہ کر دیر اے دیو بھر خدا ۔

دلال : اے عورتو! تم نے یہ خستہ حال کیوں بنایا ہے اور یہ جوگ کس کی تلاس میں رمایا ہے؟ کیوں ایسی گریہ و زاری کرتی ہو اور کس لیے کھینچ کھینچ ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہو؟ اگر بھوک ہو، میرے غریب خانے میں آؤ اور جو کچھ حاضر ہے تناول کرکے آرام فرماؤ۔

مادرِ غانم : **گانا**[۲]

ملتا نہیں ہے پیارا اپنا
ملتا نہیں ہے پیارا
ڈھونڈنے اس کو آئے ہیں ہم
ڈھونڈا ہے جگ سارا
نام ہے غانم اس کا بھائی
وہ ہے ہمارا سہارا
اس پہ خلیفہ کی ہے خفگی
نیک وہ ہے بےچارا
اس کے ملنے کی ہے تمنا
ہجر نے ہم کو مارا

دلال : اے بیبیو! تم کچھ غم نہ کرو اور میرے گھر چلو۔ خدا چاہے تمھیں غانم مل جائے گا اور تمھارا مدعا بر آئے گا۔

مادرِ غانم : اے نیک مرد! ہم تیرے ہمراہ چلتی ہیں، خدا تجھے اجر دے۔

۲۔ وزن : ایک پری نے مارا . . .

دلال : چلیے -

[مادر ، بہن اور دلال ایک طرف جاتے ہیں ، دوسری طرف
سے غانم داخل ہوتا ہے]

غانم : گانا[۳]

حالِ دل حزیں کہوں غم میں ہوا ہے کیا
اب تو اُمید جینے کی میرے نہیں ذرا
معلوم کچھ نہیں ہے کہ فتنہ ہے کس جگہ
اس غم نے ہی تو جان و دل اپنا جلا دیا
افسوس (ہے کہ) ان کو بھی میرے ہی عشق نے
دکھلائے یہ غم اور یہ اندوہ اور بلا
الفت کا (ہے) یہ دیکھیے انجام دوستو!
ہو (کر) فقیر پھرتے ہیں ہم دربدر سدا
مجھ ناتواں کو آئے بھلا موت کس طرح
نوبت بنوبت آتی ہے ہر شخص کو قضا

[دلال واپس آتا ہے]

دلال : اے شخصِ بیمار! تو کیوں روتا ہے زار زار؟ میرے ہمراہ چل ، تیری دوا کروں گا اور جو مانگے گا وہ دوں گا -

غانم : اے مردِ با صفا! تیرا بھلا کرے خدا ، تو نہ آتا تو میرا کام ہو چکا تھا ، میں اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا تھا - میرا ہاتھ پکڑ ، مجھے لے چل -

[دلال اور غانم جاتے ہیں ، فتنہ داخل ہوتی ہے]

۳- بہاگ ، ورن : اب جانے دے اے جان . . .

فتنہ : **گانا**[۴]

ڈھونڈنے (کو) جاتی ہوں اب تو اپنا یار
کیا ہی بھلی بات ہے جو مل جائے دلدار
وعدہ کیا خلیفہ نے اب میرے ساتھ ہے
گر مل گیا غانم تو پھر وہ تیرے ساتھ ہے
تو شادی تم دونوں کی ہو جائے گی ضرور
جو رنج و غم دل کو ہے وہ ہو جائے گا سب دور
اس کو ملا دے اے خدا تو کارساز ہے
ہے ذات تیری پاک ، تو بندہ نواز ہے
مل جائے اب کچھ پتا غانم یار کا
احسان و فضل مجھ پہ جو ہو کردگار کا
ڈھونڈا ہے جابجا اسے ہر کوچہ ہر گلی
اس کی خبر مگر مجھے ہرگز نہیں ملی

[دلال پھر واپس آتا ہے]

دلال : اے بانو صاحبہ ! آپ اس وقت کدھر سے تشریف لائیں اور اس بازار میں کیونکر آئیں ؟

فتنہ : اے جواں مرد ! آج میرے جی میں آئی کہ دنیا فانی ہے اور ہر ایک کو موت آنی ہے ۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری کی جائے ، اس لیے یہ اشرفیاں غریبوں کے لیے لائی ہوں ۔

۴۔ وزن : راجہ جی تو سو گئے . . .

دلال : بانو صاحبہ ! آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیں - آپ سے تھوڑی دیر پہلے دو عورتیں کسی ملک سے آئی ہیں ، جو نہایت بے چاری اور مصیبت کی ماری گردشِ فلک کی ستائی ہوئی ہیں - آہ و زاری کرتی ہیں اور غانم کا نام لے لے کر آہیں بھرتی ہے -

فتنہ : تب اے جوان ! مجھے اپنے گھر لے چل اور ان سے ملا دے -

دلال : چلیے -

[دونوں جاتے ہیں]

باب دوسرا

پردہ ساتواں

راستہ

[چمن خاں اور گلزار خاں دو فقیروں کا آنا]

گلزار خاں : ارے او چمن خاں !

چمن خاں : کیوں گلزار خاں ؟

گلزار : ارے کوئی روٹی ٹکڑا لیا ہے تو ادھر آ - خدا کے مارے ہوئے ! تجھے تو کچھ خبر نہیں ہوتی ، تو فقیر کیسا بنا ہے ؟ ابھی یہاں سے ایک عورت امیر زادی اشرفیاں لے کر فقیروں کے بانٹنے کو گئی ہے - چل اگر ہماری قسمت ہے تو ہم بھی کچھ لے آئیں گے -

چمن : تب تو بھیا اپنی ہنڈیا خوب پکے گی -

گلزار : ہاں خوب مالامال ہو جائیں گے -

چمن : تو چلو پھر -

[دونوں جاتے ہیں]

باب دوسرا

پردہ آٹھواں

دلال کا مکان

[دلال ، فتنہ ، مادرِ عانم اور ہمشیرۂ غانم موجود]

گانا[1]

فتنہ : کہو کہو مجھے اے بیبیو !
تم آئی یہاں کیونکر ؟
تم نے یہ کیوں حال بنایا ؟
پھرتی ہو جو در بدر
ایسی مصیبت تم پر ہے کیا ؟
ہو جو خفا تم جان پر ؟
شہر تمھارا ہے کس جا ؟
آئی یہاں کیوں ہو اِدھر ؟
ڈھونڈتی پھرتی ہو تم کس کو ؟
کون تمھارا ہے دلبر ؟

۱۔ وزن : کہہ کہہ اے میرے یار . . .

مادرِ غانم : **گانا**[2]

کیا حال بتائیں تجھے (اے) بٹی ہم اپنا
اک لمبی حکایت ہے بیانِ الم اپنا
تھا بیٹا مرا ایک ، جسے کہتے تھے غانم
یہ غم زدہ ہے اُس کی بہن صورتِ ماتم
معشوقِ خلیفہ جو ہے فتنہ کوئی عورت
ساتھ اس کے ہوئی اس مرے غانم کی محبت
اس واسطے لوٹا گیا گھر بار ہمارا
اور دشت و بیاباں میں ہوئے خوب ہی رسوا

فتنہ : **غزل**[3]

بخشو مجھ کو خطائیں ساری
میں وہی ہوں نَاری
جس کے سبب سے ہوئی خواری
نام ہے مجھ بے نصیب کا فتنہ
مجھ سے ہوئی ہے سب خطا
کیجیے خطا معاف میری صاحب
میں ہوں بڑی دُکھ کی ماری
مصیبت ہے مجھ پر بھاری

دلال : اے بی‌بی! اب ادھر آئیے ، ایک شخص بیمار پڑا ہے ، اسے بھی کچھ دے جائیے -

---

۲- وزن : معمور ہوں . . .
۳- وزن : لاج رکھ لے تو شام ہماری . . .

فتنہ : بھائی ! وہ کہاں ہے ؟

دلال : وہ دیکھیے !

[عانم کو دیکھ کر]

فتنہ : غزل[۴]

یہی میرا غانم یہی میری جاں ہے
یہی میرے اس دل کی تاب و تواں ہے
اِدھر آؤ اے بسیو ! آکے دیکھو
کہ کس حال میں وہ تمھارا جواں ہے

مادرِ غانم : خدا نے کی امید سب دل کی پوری
یہی راحتِ جانِ ما بے کساں ہے

فتنہ : جاگو خواب سے پیارے کیا سو رہے ہو
کھڑی آپ کی یہ بہن اور ماں ہے

غانم : اے خدا ! کیا میں خواب میں دیکھتا ہوں یا بیدار ہوں ؟ بے ہوشی میں ہوں یا ہوشیار ہوں ؟ اے میری پیاری والدہ ! آپ کہاں ؟ اے میری پیاری بہن ! آپ کدھر ؟ ہائے یہ کیا حالِ پر ملال کیا ہے اور تم پر کیا مصیبت پڑنا ہے ؟

مادرِ غانم : اے لختِ جگر ! ہمیں اپنے دکھ کا کچھ خیال نہیں ، خدا

۴- ورن : کہوں کا ملک کا . . .

کا شکر ہے کہ ہم نے تیری صورت دیکھی اور دوبارہ ملاقات ہوئی ۔

غانم : اے فتنہ پیاری ! تو اپنا حال سنا ؟ جو کچھ تجھ پر گزری ہے مجھے بتا ؟ میں تیرے پیچھے جنگلوں میں بھٹکتا پھرا اور تیرے ہجر میں یہ حال ہوا ۔

فتنہ : غزل[5]

تمھارے درد میں جو رنج الم دیکھے ، کہیں کیا ہم
جو دورِ چرخ سے جور و ستم دیکھے ، کہیں کیا ہم
نہ تھا کچھ لطف کا جینا ، نہ تھا آرام اک ساعت
یہ حالاتِ زماں تیری قسم دیکھے ، کہیں کیا ہم
ہوا تھا دشمنِ جاں ہر کوئی اس تیری فرقت میں
جہاں کے دوست سارے اے صنم دیکھے کہیں کیا ہم

غانم : غزل[6]

زلفِ دراز کا مجھے ہر شب خیال تھا
سودا یہ کیا تھا جاں پہ مری اک وبال تھا
مجنوں بھی سر جھکائے تھا تعظیم کے لیے
یہ تیرے عشق میں مجھے حاصل کمال تھا
دشمن بھی مجھ کو دیکھ کے کہتے تھے الاماں
اے جاں ! ترے فراق میں میرا یہ حال تھا

۵- وزن : پھر آتا ہے . . .
٦- وزن : ٹکرا کے سر کو جانے نہ دوں . . .

آتا تھا جب خیال مجھے روئے صاف کا
غش کھا کے گرتا تھا میں ، دل ایسا نڈھال تھا

فتنہ : غزل[7]

تیری فرقت میں مرا حال تھا ایسا اے یار !
اپنے جینے سے بھی میں سخت ہوئی تھی بیزار
روز و شب روتی تھی اس طرح سے میں اے جانی
برسے ہے موسمِ برسات میں جوں ابر بہار
اپنی تکلیف کی تو فکر نہ تھی قید میں بھی
تیری تکلیف ہی یاد آتی تھی مجھ کو ہر بار

خانم : غزل[8]

آپ جلوہ نظر آیا بتوں پر جو نظر کی
ہے کون سمایا ہوا تصویر میں ہر کی
اس عشق نے بیکار کیا دونوں جہاں سے
واللہ خبر ہے نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی
طوفان یہ طوفان تو آنکھوں نے اٹھائے
پر آگ بجھائی نہ گئی سوز جگر کی
جل جاتا یہ دل آتشِ فرقت سے تو کب کا
ہوتی نہ مدد اس کو اگر دیدۂ تر کی

۷- وزن : گھر سے یاں کو . .
۸- وزن : بیداد مجھے یاد ہے . . .

فتنہ : اے دلال نیک مرد ! یہ اشرفیاں لے کر جا اور عمدہ کپڑے بنوا کر بہت جلد ان کو پہنا ، میں اب جاتی ہوں اور ابھی ان کو بلواتی ہوں ۔

دلال : بہت خوب ، میں ابھی جاتا ہوں ۔

[سب جاتے ہیں]

باب دوسرا

پردہ نواں

خلیفہ کا دربار

[خلیفہ ، وزیر ، امرا ، غلام موجود]

خلیفہ : **گانا** [1]

اے وزیر ! آئی نہیں ہے فتنہ تو اب تک یہاں
جانے یہ اللہ کہ ہے غنم بھلا اس کا کہاں
دیر اتنی ہو گئی آئی نہیں اس کی خبر
کچھ بتا حال اس کا مجھ کو اے وزیرِ ناسور !

وزیر : اے شاہِ والا بخت ! خدا ہمیشہ رکھے یہ تاج و تخت ، بے شک اس نیک اختر کو ڈھونڈنے کو گئی تھی ، بہت دیر ہو گئی ہے ، مجھے بھی یہی فکر دامن گیر ہے ، چنانچہ اس سے پہلے میں نے ایک غلام کو تلاش کے واسطے بھیجا ہے ، امید ہے کہ بہت جلد خبر لائے گا ، دل سے ملال دور کیجیے -

[غلام داخل ہوتا ہے]

۱- وزن : لب پہ ہے لب . . .

غلام : شاہا! خدا آپ کو خوش و خرم رکھے ۔ میں تلاش میں بہت پھرا ، تمام کوچے ، گلیاں ، سرائیں ، سڑکیں ، شاہراہیں ، مسجدیں ، مندر ، دشت ، صحرا و باغ ، میدان سب چھان مارے ، کہیں سے پتا نہیں ملتا اور نہ کہیں سے سراغ لگتا ہے ۔

خلیفہ : گانا[۲]

بتا مجھ کو اے نیک سیرت وزیر !
نہیں آئی جو فتنۂ بے نظیر
ہوا مجھ سے بے شک بڑا ہی ستم
مٹے گا نہ یہ جی سے میرے الم
قیامت کو کیا دوں گا حق کو جواب
لکھیں گے جب اعمال روزِ حساب
اسی فکر میں ہوں میں اب ہر گھڑی
خدا جانے یہ کیا مصیبت پڑی
یہی غم رہے گا مجھے اب مدام
اسی میں ہی عمر اپنی ہوگی تمام

وزیر : اے شاہِ عالی وقار و اے سلطانِ نامدار ! اس قدر دلگیر نہیں ہونا چاہیے ۔ خدا چاہے غانم مل جائے گا اور کل مطلب دل کا بر آئے گا ۔ خدا کی قدرت کے آگے یہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ خدا چاہے مُردوں کو زندہ کر دے ، برسوں کے

۲- وزن : اری جوگن اے درد کی مبتلا ۔

بچھڑوں کو ملا دے ، لو دیکھو! وہ آئے ۔

[منہ ، غانم ، مادرِ غانم ، ہمشیرۂ غانم داخل ہوتے ہیں]

خلیفہ : **گانا**[۳]

اری فتنہ بے شک تو ہے بے خطا
کیا میں نے یہ ظلم جو کچھ کیا
نہ غانم کا تھا اس میں کچھ بھی قصور
سراسر ہوا اس میں میں بے شعور
چھپی ہے مگر بات سچی کہاں
اور احساں بھی رہتا نہیں ہے نہاں
عوض نیک کاموں کے ہیں نیک کام
کسی طرح کا ہے نہ اس میں کلام
سو اے غانم اب میں خوشی تم سے ہوں
یہ ہے جی میں شادی تمہاری کروں
مبارک ہو شادی تمہیں صبح شام
رہے حک میں مشہور میرا بھی نام

(غانم سے) : **گانا**[۴]

شادی تو کردی تمہاری پر مجھے یہ کیا ہوا !
تیری ہمشیرہ نے غانم دل مرا بس لے لیا
اب مجھے تیرے سوا آرام کب ہے نازنیں
تیری صورت دیکھ کر بھولا ہوں میں دنیا و دیں

۳- وزن : ارے دیو تو ہے . . .
۴- وزن : لب سے لب . . .

تجھ سے ہی شادی کروں بس جی میں ہے یہ التجا
ورنہ پھر جینا مرا دشوار ہے تیرے سوا

ہمشیرۂ غانم :

آپ جو فرماتے ہو مجھ کو خوشی سے ہے قبول
اب نہیں لازم کہ تم صاحب رہو غم سے ملول
میں تو اس لائق نہیں ، یہ آپ کا احسان ہے
مجھ کو لازم ہے کروں جو آپ کا فرمان ہے

خلیفہ : (مادرِ غانم سے) **گانا**[۵]

آپ کی شادی اگر جعفر سے ہو تو کیا ہے عیب ؟
اس میں بھی سب کی بھلائی مان تو بے شک و ریب

مادرِ غانم :

آپ کی ہو جس میں مرضی وہ رضا میری بھی ہے
ہم غریبوں پر حمایت آپ کی دائم رہے

سب : **گانا**[٦]

ہم پر جو اب فضلِ خدا ہے
ایسا کسی پر نو نہ ہوا ہے
خوشی ، خوشحالی ، عیشِ مدام
ایسا سماں آج آ کے بندھا ہے

فتنہ و غانم : بری ہے سزا بدی کی ہر گھڑی ہر آن
نیکی کی ہر وقت نیک جزا ہے

۵- وزن ـ لب سے لب . . .
٦- سب مل کر باہم گانا گاؤ . . .

خلیفہ : ملک ہے عدل اور انصاف سے قائم
ظلم نہیں سلطنت میں روا ہے

ہمشیرۂ غانم : رنگ ڈھنگ دنیا کے ہیں بے شمار
آج بنا ہے تو کل کو فنا ہے

مادرِ غانم : ایک حال پر نہیں رہتا کوئی
جو ہے جواں وہ بھی بوڑھا ہوا ہے

سب : جیسا حکم خالق کا ہو تو اس کو مانو سب
ہر وقت مطلوب اس کی رضا ہے
اس نے پیدا کیے سب زمین و آسماں
وہ ہی شہنشاہ ہر دوسرا ہے
بری باتوں سے بچو اور کام کرو نیک
اس میں ہی راضی تمہارا خدا ہے
کیسے کیسے اس نے آدمی بنائے ہیں
زہرہ جبیں ہے ، کوئی مہ لقا ہے
قیس و فرہاد کوئی ، کوئی ہے گلفام
لیلیٰ کوئی ، کوئی شیریں ادا ہے
سبز پری ہے کوئی ، کوئی ہے بکاؤلی
اور کوئی تاج الملوک ہوا ہے

تمت

ظلم وحشی

تبصرہ

''ظلم وحشی'' کو ایسے ڈراموں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جن کے مصنّفین کے نام کا علم نہیں اور جن کے متعلق یقین سے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کا سنہ تصنیف کیا ہے ، البتہ اس ڈرامے کے مطالعے کے بعد اس کی فنی ترتیب اور اس کی زبان و بیان کے متعلق جو باتیں سامنے آتی ہیں اُن کی بنا پر قیاساً کچھ باتیں کہی جا سکتی ہیں :

(۱) یہ ڈراما اُس زمانے کے بعد کا ہے جب ہمارے ڈرامے کم و بیش ''اندرسبھا'' کی فنی روایت سے متاثر نظر آتے تھے اور اُن میں نثر کے مقابلے میں نظم کو ڈرامائی عمل اور ڈرامائی مکالمے کی اساس سمجھا جاتا تھا ۔

(۲) اس ڈرامے کو اُس عہد کا ڈراما بھی نہیں کہہ سکتے جس میں نظم اور نثر کے درمیان توازن پیدا کرنے کی کوشش عام تھی ۔

(۳) یہ ڈراما زمانے کے اعتبار سے بالکل جدید عہد کا ڈراما بھی نہیں ، جس میں ڈرامے کو خیالی دنیا سے باہر نکال کر حقیقی دنیا میں لانے کا رجحان عام ہو چکا تھا ، اور ڈرامائی ہدایات ، پلاٹ ، مکالمے اور ڈرامے کی مجموعی

ترتیب حقیقت پسندی کے اس رجحان کی تابع ہوتی تھی۔
یہ رجحان آغا حشر کے آخری چند ڈراموں سے شروع ہوا
اور رفتہ رفتہ عہد کا واضح رجحان بن گیا۔

(۴) اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ''ظلم وحشی'' قدیم اور جدید
عہد کے درمیان کا ڈراما معلوم ہوتا ہے، لیکن قدیم اور
جدید کے درمیان کا ایسا ڈراما جسے دونوں عہدوں کے
درمیان کی کڑی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اسے درمیانی
کڑی کہنا صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ اس میں
ہمیں بہ حیثیت مجموعی دونوں روایتوں کی اچھائیوں کا
ایسا امتزاج ملتا جسے عام طور سے خوشگوار اور حسین
امتزاج کہا جاتا ہے۔

زمانے کے اس قیاسی تعیّن کے بعد دوسری چیز، جس کی طرف نظر
جاتی ہے، یہ ہے کہ یہ ڈراما کسی ایسے مصنّف کی تصنیف ہے جس
کی بول چال کا عام لہجہ پنجابی بول چال کا لہجہ ہے۔ اس کی اردو
کی تحریر پنجاب کے ان ادیبوں سے بالکل مختلف ہے جو تحریر میں
اردو روزمرہ اور محاورے کو بڑی صفائی اور صحت کے ساتھ استعمال
کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس مصنّف کو ایسے علمی اور ادبی
ماحول میں رہنے کا موقع بھی نہیں ملا جس میں رہے بغیر یہ احساس
پیدا ہونا مشکل ہے کہ ادبی اور غیر ادبی زبان میں کیا فرق ہے اور
سادہ اور آسان زبان کس حد تک ہر جذبے کو اور جذبے کی نرم
اور شدید، ہر کیفیت کو پوری قوت اور اثر کے ساتھ ظاہر کرنے پر
قادر ہے۔

پنجابی روزمرہ کے اثر کی مثال کے طور پر ''ظلم وحشی'' کے مکالموں میں استعمال کیے ہوئے بعض جملوں پر نظر ڈالی جا سکتی ہے :

۱- صاحب پوچھیے ، آپ نے جو دریافت کرنا ہے (صفحہ ۱۳۸) -

۲- انور : میاں میرا حال اور ہے - میں پوچھتا ہوں اگر وہ بڑی چالاک ہوئی تو تم کیا کرو گے ؟ کس طرح قابو کرو گے ؟ (صفحہ ۱۴۳) -

۳- زہرہ : ہائے ہائے اس نے میرے باپ کو لائن کے ساتھ باندھ دیا (صفحہ ۱۶۲) -

۴- وحشی : آقو ! معاف کرنا ، میں نے بڑی غلطی کھائی (صفحہ ۱۶۴) -

۵- (وحشی کا دروازہ کھول کر نکلنا ، اوپر سے زنجیر چڑھا دینا ، ڈرامائی ہدایات ، (صفحہ ۱۳۶) -

۶- بادشاہ : اے زہرہ تو نے کیوں فراری کی اور قانونِ شاہی سے انکاری کی (صفحہ ۱۶۸) -

۷- عنبر : ارے بھائی ! آج کل میری طبیعت ایسی خراب ہو رہی ہے کہ میری معشوقہ بھی مجھ سے نہیں ملتی - کوئی ایسا ڈھنگ کرو کہ چنچل سے میری شادی ہو (صفحہ ۱۳۷) -

۸- چنچل : کون ؟ وحشی ، ملازم نصرت ، ہاں یہ وہی ہے - اب اس کے ساتھ کوئی ڈھنگ کرتی ہوں اور اس کو گرفتار کراتی ہوں (صفحہ ۱۶۴) -

ڈراموں کا فنی جائزہ لیتے وقت عموماً پلاٹ اور سیرت کشی کو تنقید اور تبصرے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ پلاٹ میں اس کے آغاز، ارتقائی مدارج اور انجام کے سلسلے میں یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اس کے مختلف اجزا میں کوئی منطق ہے یا نہیں اور پلاٹ کا انجام اس منطق کا ساتھ دیتا ہے نہیں۔ پھر یہ کہ پلاٹ میں ایک خاص طرح کی فنی منطق کی موجودگی کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا وہ عنصر برابر موجود رہا ہے یا نہیں جس کی بنا پر ڈراما پڑھنے یا دیکھنے والا ذہنی اور جذباتی طور پر ڈرامے کے ارتقائی عمل میں برابر شریک رہتا ہے۔ کرداروں کے سلسلے میں منجملہ اور باتوں کے یہ بات خصوصیت سے دیکھی جاتی ہے کہ ان کا عمل اور رد عمل اور رفتار و گفتار اس ماحول کے مطابق ہے یا نہیں جس سے زندگی میں ان کرداروں کا تعلق دکھایا گیا ہے۔ گویا کرداروں کے عمل اور گفتگو میں بھی ہم ہمیشہ ایک خاص طرح کی منطق کی موجودگی ضروری سمجھتے ہیں۔ اس منطق کے بغیر ڈرامے میں حقیقت کا وہ رنگ نہیں پیدا ہوتا جو اسے مؤثر اور قابل قبول بنانے کے لیے ضروری ہے۔

ہماری ڈرامائی روایت کے ابتدائی ادوار میں ان چیزوں کی طرف بہت کم توجہ کی گئی، البتہ انھیں گانوں اور مکالموں کی مدد سے ایسا بنانے کی کوشش ضرور کی گئی کہ جب انھیں اسٹیج پر پیش کیا جائے تو شروع سے آخر تک تماشائیوں کی دلچسپی قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ان ڈراموں میں بھی جنھیں ہم فنی اعتبار سے اعلیٰ درجے کے ڈرامے سمجھتے ہیں، دلچسپی کے ان دونوں عناصر کی طرف خاصی توجہ دی گئی۔ مثال کے طور پر سید امتیاز علی تاج کی ''انارکلی'' کا نام لیا جا سکتا ہے جہاں گانوں کے انتخاب اور مکالموں

کی ترتیب ، دونوں میں ذوق کی نفاست اور فن کے نازک احساس کے کرشمے قدم قدم پر جلوہ فرما نظر آتے ہیں ۔

''ظلم وحشی'' کے مصنّف نے بھی اپنے ڈرامے کی کامیابی کی بنیاد انھی دونوں چیزوں پر رکھی ہے ۔ ڈراما شروع ہوتے ہی ہماری نظر اُن مکالموں پر پڑتی ہے جو ڈرامے کے کردار بولتے ہیں اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ ڈراما نگار نے غالباً سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے کہ وہ مکالموں میں مزاج کے عنصر کو نمایاں رکھے ۔ چنانچہ یہ بات ڈرامے میں شروع سے آخر تک جاری رہتی ہے ، لیکن افسوس ہے کہ ان مکالموں کے مزاج میں کسی ایک جگہ بھی کوئی لطافت یا ادبی شوخی نہیں ۔ اس کے برخلاف کرداروں کے اندازِ تخاطب میں بعض اوقات بے تکلفی بدمذاق بن گئی ہے ۔ مکالموں کی زبان عموماً سیدھی سادھی ہے ، لیکن اس سادگی میں ادبیت نام کو نہیں ۔ مکالموں میں جا بجا قافیہ پیمائی بھی ہے ، لیکن مقفیٰ جملوں کو پڑھ کر یہ کہیں بھی محسوس نہیں ہوتا کہ لکھنے والے نے قافیوں کی فراہمی میں معمولی غور و فکر سے بھی کام لیا ہے ، بلکہ کہیں کہیں تو یہ بھی ہوا ہے کہ دو ایسے لفظوں کو ، جو ہم قافیہ نہیں ہیں ، ہم قافیہ سمجھ کر مکالموں میں داخل کر دیا گیا ہے ۔ مثلاً اس مکالمے میں (''انور و عنبر کا گانا'' کہا گیا ہے) :

انور : آج گھر چلو تو دیکھو سیر ۔

عنبر : کیا ہے پھیر ۔

انور : نہیں ہے خیر ۔

عنبر : کرو مہر تو لائے گھیر۔ ایسا قہر مت کرو بیر !

انور : یہی ہے بھیر جو ہوئی دیر۔ آج گھر چلو تو دیکھو سیر۔
(صفحہ ۱۰۳)

سیر ، خیر ، ہم قافیہ ہیں ، اسی طرح بھیر ، گھیر اور دیر ہم قافیہ ہیں اور بیر (ب ی ر ، بمعنی بھائی) ان دونوں سے الگ ہے ـــ اور یوں گویا ڈراما نگار نے چند ایسے لفظوں کو ، جو ایک دوسرے سے ہم قافیہ نہیں ہیں ، گانے کی لڑی میں پرو دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ زبر زیر کے فرق کی وجہ سے ان میں جو بے آہنگی ہے اس کا گانے کے آہنگ پر کیا اثر پڑے گا۔

ڈرامے کو دلچسپ بنانے کے لیے اس میں جاسوسی رنگ پیدا کیا گیا ہے ، لیکن جاسوسی کہانی میں واقعات کا جو الجھاؤ ضروری ہے وہ اس ڈرامے میں ذرا بھی نہیں۔ اس کے برخلاف جہاں کہیں کوئی ایسا الجھاؤ پیدا بھی ہوا ہے جو ڈراما دیکھنے والے کو کچھ دیر کے لیے تذبذب اور ذہنی خلش میں مبتلا کرے وہاں اُسے فوراً بڑے غیر فطری انداز میں حل کر لیا گیا ہے جو عقلاً قابل قبول نہیں۔ مثلاً باب سوم کے چوتھے پردے میں (صفحہ ۱۶۲) یہ ڈرامائی صورت حال پیدا ہوتی ہے کہ چنچل ، زہرہ کے والد کے گلے میں رسی ڈال کر اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ریلوے لائن پر ڈال دیتی ہے۔ اس لائن پر عنقریب گاڑی آنے والی ہے۔ پاس ہی زہرہ ایک مقفّل کوٹھری میں بند ہے۔ وہ یہ سارا منظر دیکھ رہی ہے۔ دیکھ کر سخت پریشان ہوتی ہے اور سوچتی ہے کہ اب گاڑی آئے گی اور میرا بوڑھا باپ پس کر آٹا ہو جائے گا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی ہے

کہ آسے سامنے سے گاڑی آتی دکھائی دیتی ہے ۔ زہرہ اور زیادہ گھبرا جاتی ہے ، ظاہر ہے کہ یہی گھبراہٹ ڈراما پڑھنے یا دیکھنے والے کی گھبراہٹ بھی ہے ، لیکن ڈراما نگار نے محض اپنی جنبشِ قلم سے صورتِ حال میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ گھبراہٹ نمودار ہوتے ہی رخصت بھی ہو جاتی ہے ۔ منظر جن ڈرامائی ہدایات پر ختم ہوتا ہے ، وہ یہ ہیں :

''زہرہ کا ، اندر سے مال گاڑی کو آتا دیکھ کر گھبرانا ۔ گاڑی کی آواز کا آنا ۔ زہرہ کا دیوار توڑ کر باہر نکل آنا اور اپنے والد کو پہچانا ۔ گاڑی کا آنا ، دونوں کا چلا جانا ۔''

''ظلم وحشی'' میں گانے خاصی تعداد میں ہیں ۔ کوئی منظر ایسا نہیں جس میں دو دو تین تین گانے نہ ہوں ۔ گانے سب تقریباً ایک سے ہیں ۔ سب کے بول ہلکے پھلکے ہیں اور موسیقی لفظوں کے آہنگ سے پیدا کی گئی ہے ۔ گیتوں میں سوز و گداز ذرا بھی نہیں اس لیے کہ ڈرامے میں آنے والے کسی کردار کے عمل اور احساس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ان کے گائے ہوئے گانوں میں درد کی کسک پیدا کر سکے ۔ یہ گیت کردار یا تو اپنے دل کی حالت بیان کرنے کے لیے ایک طرح کی خود کلامی کے طور پر گاتے ہیں یا فضا میں بے تکلفی اور خوش طبعی کا ایک رنگ پیدا کرنے کے لیے ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض گانے دو کرداروں نے مل کر گائے ہیں ، اور مکالمے کے دوران میں ان کی زبانوں سے نکلے ہوئے فقروں کے میل سے گیت کی تکمیل ہوئی ہے ۔ بہ حیثیتِ مجموعی گیتوں کا معیار بھی ویسا ہی ہے جیسا مکالموں کا اور ڈرامے کے دوسرے اجزا کا ۔ ان میں عموماً موقع اور

محل کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی معنویت ہوتی ہے ، لیکن لفظوں کے استعمال میں کہیں کہیں لاپروائی اور لا اُبالی پن کو اتنا دخل ہے کہ اُن کی باہمی ترتیب سے ایک صوتی آہنگ تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے ، لیکن معنویت سرے سے غائب ہوتی ہے -

''ظلم وحشی'' کی ایک نمایاں خصوصیت اسٹیج کی وہ ہدایات ہیں جو مناظر کے ابتدائی ، درمیانی اور آخری حصوں میں برابر آتی رہتی ہیں - ڈراما نگار نے یہ ہدایات ہر جگہ اتنی وضاحت سے لکھی ہیں کہ اسٹیج کی ترتیب میں بھی معاون ہو سکتی ہیں اور ڈراما پڑھنے والوں کے تصور کو بھی سہارا دیتی ہیں کہ وہ ان کی مدد سے صورت حال کی واضح تصویر بنا سکے - بعض ہدایات پر نظر ڈال کر ڈراما نگار کے فن کی اس خصوصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے -

باب اول ، پردہ پہلا ـــ ابتدائی ہدایات -

باغیچے میں پس صحن اور بارہ دری

(بارہ دری میں شہزادہ نادر اختر اور شہزادی زہرہ کا شطرنج کھیلتے نظر آنا - پس صحن میں انور اور عنبر ملازماں کا آنا) -

عام طور سے ہدایات اسی انداز کی ہیں ، گو کبھی کبھی اُن میں غیر ضروری طوالت بھی پیدا ہوگئی ہے اور اس طوالت کی وجہ سے اسٹیج کار کے لیے ہدایات پر عمل کرنا ممکن نہیں رہتا - اس طوالت نے ایک جگہ تو خاصی مضحکہ خیز صورت اختیار کر لی ہے - ڈراما نگار نے باب دوم کے ساتویں پردے کے شروع میں جو ہدایات دی ہیں ، اُن سے ڈراما پڑھنے والے کو تو بہت مدد ملتی ہے

لیکن اسٹیج ترتیب دینے والے کے لیے ان ہدایات پر عمل ممکن نہیں ۔ ان ہدایات پر ایک نظر ڈال کر دیکھیے کہ فنی احساس کے توازن کی کمی کبھی کیسے نتائج پیدا کرتی ہے :

لائٹ ہاؤس ، سمندر

(سمندر کے کنارے اگن بوٹ کا آنا ۔ کلاہ ستون کا دکھائی دینا ۔ وحشی کا گھبرایا ہوا آنا اور ایک بوٹر سے جہاز بلانے کو لالٹین مانگنا ، بوٹر اور وحشی کی تکرار ۔ وحشی کا بوٹر کو سمندر میں دھکا دینا اور خود بتی لے کر جہاز بلانا اور اس میں سوار ہونا ۔ پھر نصرت کا آنا اور زبردستی جہاز میں سوار ہونا ۔ اگن بوٹ والوں کا آپس میں لڑنا ، نصرت کا سب کو مارنا ، وحشی کا گھبرا کر اگن بوٹ میں آگ لگا دینا ۔ اگن بوٹ کا جل جانا ، وحشی کا تختے پر بہتے نظر آنا ۔ اس کے پیچھے نصرت کا بھی تختے پر بہتے ہوئے وحشی کے تعاقب میں آنا ۔ وحشی کا بچ کر نکل جانا) ۔

بہ حیثیتِ مجموعی اس ڈرامے کے متعلق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اسٹیج پر پیش کرنے کے لیے اچھا ڈراما نہیں ۔ البتہ ایسے پڑھنے والے کو ، جو ڈرامے میں کسی طرح کی فنی اور ادبی نزاکت اور نفاست کی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھتا ، اس ڈرامے کے مکالموں میں دلچسپی کا کچھ سامان ضرور مل جائے گا ، اِس لیے کہ

بے سوچی سمجھی ، بے تکی باتوں میں بے ساختگی اور بے تکلفی کا جو لطف ہوتا ہے ، وہ صرف اسی طرح کی گفتگو میں حاصل ہوتا ہے ، تکلف آمیز گفتگو میں نہیں ۔ ''طلم وحشی'' کی دلچسپی کی ساری بنیاد یہی بے سوچے سمجھے اور بے تکے لیکن بے ساختہ اور بے تکلف مکالمے ہیں ۔

☆ ☆ ☆

ظلمِ وحشی

باب پہلا

پردہ پہلا

باغیچے (میں) پیش صحن (اور) بارہ دری

[(بارہ دری میں) شہزادہ نادر اختر اور شہزادی زہرہ (کا) سطرنج کھیلتے نظر آنا - (پیش صحن میں) انور اور عنبر ملازمان کا آنا]

انور : کیوں بھائی عنبر! بازار ہو آئے؟ کیا کیا سودا لائے؟ ذرا تفصیل سناؤ، مرد آدمی ذرا میدان میں آؤ، داڑھی میں منہ نہ چھپاؤ -

عنبر : جیسے کہ میں بازار میں گیا — کیا سمجھے؟

انور : ہاں ہاں بکے جاؤ، میں سن رہا ہوں -

عنبر : ہاں تو جیسے کہ میں بازار گیا اور بازار میں پہنچا اور — کیا سمجھے؟

انور : سمجھے تیرا سر، کمبخت کچھ کہتا ہے نہ سنتا ہے، یوں ہی مغز خالی کرتا ہے -

عنبر : کہتا تو ہوں، خفا نہ ہو، سنو! سنو!

انور : اچھا بھائی کہو!

عنبر : میں بازار میں جب پہنچا تو بہت سی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا مگر کوئی چیز میرے پسند نہ آئی ، تھوڑی سی ترکاری لایا ہوں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو ۔ آیا سمجھ شریف میں ؟

[شاہزادہ نادر کا ناوہ دری سے نیچے اتر کر خدا کا شکر ادا کرنا]

نادر اختر : گانا

مولا سایہ تیرا ، واری جاؤں ارے پیارے نیارے ، میں گن گاؤں اے -- مولا ۔

مہر نظر سے بات کروں میں ، سب کچھ بخشا داتا نے ، ہو سکھ جو کچھ چاہیے پیارے ، تو نت شاد ہو ، خوشی میں پاؤں رہے ۔

گانا

عنبر : دھوئی فوراً پھلنی کئی میں ارین برتن واہ وا واہ پھر لایا جامن بیگن وینگن آناً فاناً ، واہ واہ واہ ، دھوئی فوراً سلجم ، آلو ، بھنڈی ، کچالو ، گاجر ، مولی لایا جا کے ۔

انور : لائے ولیکن ہم بھی اٹھا کے ۔

عنبر : میتھی کا ساگ ، چولائی کی بھاجی ، ہری مرچ اور اروی کی پتی ۔

انور : جھوٹی یہ بتیاں ، چلومست ، چھلیاں سب ترکاری ، لایا میں بھاری ۔

عنبر : دیکھ بات کر پیارے پیارے آہا ہا ہا ہا ، اوہو ہو ہو ہو ــ دھوئی ۔

نادر اختر : اے نامعقول عنبر ! تیری بد ذاتیوں نے مجھے پریشان کر دیا ، رات دن تیری شکایتیں سنتے سنتے میرے کان پریشان ہوگئے ، یہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو بڑا فریبی ، مکار ، چالیا ہے ۔ خیر اب جاؤ اور کھانا جلدی جلدی پکاؤ ۔ تمام چیزیں قرینے سے سجاؤ (زہرہ سے مخاطب ہوکر) پیاری زہرہ ! میں تھوڑی دیر کے لیے تم سے جدا ہوتا ہوں ، امید ہے کہ تم میرے بعد نہ گھبراؤ گی ۔ خدا چاہے میں بہت جلدی واپس آتا ہوں ۔

گانا

کیا مکھڑا بھائے جی سب گھڑیاں ۔ نو سے جان ِملیاں
کیا تورے یہ کایا پیارے اے مورے رے لایا رے
نت خوشیاں ہائے جی ــ کیا ۔

میری جان گھبرانا نہیں ، میں بہت جلدی حاضرِ خدمت ہوتا ہوں ۔

[جانا نادر اختر کا]

زہرہ : آہا ! مجھ سا بھی خوش قسمت دنیا میں کون ہوگا جس کو ایسا حسین شوہر ملا ہو ۔ اے مالک میرے ! میں قربان تیرے ۔

گانا

رب نے کھولی قسمت موری ۔ نادر شوہر جب سے
ملوری ۔ ایک پہلا شوہر کال جواری ، وہی نصرت موا
بھکاری ۔ سیہو ہے نوری وہ ، نہا ناری چھوئی میں اسے
رب تورے واری ۔ سبھا رنگیلی شوہر رنگیلا ۔ سیج
رنگیلی میں رنگیلی ــ رب ۔

[واپس آنا نادر اختر کا[۱]]

زہرہ : کیوں پیارے وہ کام کر آئے ؟

نادر اختر : ہاں پیاری کر آیا ، تم کسی طرح گھبرائیں تو نہیں ؟
پیاری ! میں تمھیں چھوڑ کر ہرگز نہ جاتا مگر کیا کرتا ،
مجبور تھا ۔ ایک ضروری کام نے مجبوراً تم سے تھوڑی
دیر کے لیے جدا کیا ۔

زہرہ : شکر ہے کہ آپ اپنا کام کرکے جلدی واپس چلے آئے
کیونکہ آپ کے بغیر میرا ایک لمحہ ایک سال کے
برابر گزرتا ہے اور بغیر آپ کے مجھ سے نہیں رہا جاتا ۔

[نصرت کا بارہ دری کے پیچھے چھپ کر دونوں کو پیار و محبت
کرتے دیکھنا اور حیرت زدہ ہونا ۔ پردے کا گرنا]

۱۔ یہ ہدایت اصل مسودے میں نہ تھی ، مرتب نے اس کا اضافہ کیا ۔

پردہ دوسرا

بازار

[داخل ہونا نصرت چابک سوار کا]

نصرت : **گانا**

پایا نہ بدوں کی بستی جہاں میں
پایا نہ بدوں کی بستی جہاں میں — پایا
مجھے زر دے تو وا کو چھوڑوں
مانوں ناہیں ، چال وہ بزار کرے — پایا

جومانگوں وہ دے دے مجھ سے تو لیے لیے تو لیے لیے
مجھے دھوکا دے تو دے کے مجھے ناری ہاری
جان مال سے سب ماری دھتکاری بد ناری ،
کھولوں راز کا صاف حال خط تعال

مجھے اپنی سرگزشت بیان کرتے سرم آتی ہے کہ میں کون تھا اور کون ہوں ۔ میں ایک بادشاہ کا لڑکا ہوں ، ایامِ طفولیت میں بوجہ بری صحبت کے قمار بازی کی علت ہوگئی ۔ بہت روپیہ ضائع کیا ۔ آخر یہ نوبت پہنچی کہ بھیک مانگنا پڑی ۔ ایک چابک سوار کی نوکری

اختیار کی جس سے میں نے یہ کام بہت جلدی سیکھ لیا۔ چونکہ پہلے بھی مجھے گھوڑے پر چڑھنے کی اچھی مہارت تھی جس کے سبب اس کام میں بہت کمال پیدا کیا۔ ایک دفعہ سواری میں گھوڑے سے گر پڑا تھا تو میری ٹانگ ٹوٹ گئی جس سے میں قریب المرگ ہوگیا۔ لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ میں مر گیا۔ اس خبر کو سنتے ہی میری بی بی نے دوسری شادی کر لی۔ میرے داس بھی پیسے نہ رہے تو میں نے سازشی شاہزادے کی نوکری اختیار کر لی جو کہ آج کل میری بی بی کا شوہر ہے۔ اب میں نے یہ ترکیب سوچی ہے کہ اپنی بی بی کو ایک چٹھی لکھ کر اپنے ملازم وحشی کے ہاتھ بذریعہ چنچل بھجوا دوں اور اس کو اس بات سے خبردار کردوں کہ میں تمھارا خاوند مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں اور کسی ڈھب سے تمھارا راز فاش کروں گا۔ اگر تم اپنا راز چھپانا چاہتی ہو تو دس ہزار اشرفی مجھ کو دے دو اور یہ بھی یاد رکھنا کہ دس ہزار سے ایک کوڑی کم نہ لوں گا۔

[نصرت کا اپنے ملازم وحشی کو بلانا]

نصرت : وحشی! وحشی! ارے او کمبخت وحشی!

وحشی : (اندر سے) حضور حاضر ہوا!

نصرت : کیا کرتا ہے؟ جلدی آ ناہنجار!

[وحشی آتا ہے]

وحشی : آیا سرکار ! فرمائیے کیا کام ہے جو اتنی جلدی اے نیک نام ہے ؟

نصرت : لے یہ خط لے جا اور چنچل کے ذریعے زہرہ کو پہنچا دے اور جواب جلدی لا دے ، دیر نہ لگانا ۔

وحشی : بہت خوب بندہ پرور !

[دونوں کا چلے جانا]

باب پہلا

پردہ تیسرا

اگلا مکان ، باورچی خانہ

[چنچل کا عنبر سے سودے کا حساب لینا]

چنچل : کیوں عنبر ! آج جو کچھ کہ تو سودا بازار سے لایا تھا اس کا حساب تجھ کو نہیں بتایا ، جلدی بتا ؟

عنبر : اجی بیگم صاحبہ ! لو ذرا غور سے سنو ! آنے کی بھنڈی ، دو آنے کے آلو ، ایک آنے کا ساگ ، دو آنے کے مٹر ، تین آنے کا ساگ . ادھنی کی کھٹائی ، دو آنے کی گوبھی ، ایک آنے کی ہری مرچ ، دو پیسے کی ادرک ، دو پیسے کے اروی کے پتے ، ایک آنے کی چولائی ، الخن ترنخن وغیرہ ۔

چنچل : ارے بیوقوف ! میں نے تجھ سے حساب پوچھا ہے کہ ترکاریوں کی فہرست طلب کی ہے ؟

عنبر : اجی بی چنچل صاحبہ ! آپ کو اتنا بھی حساب نہیں آتا ؟ میں جو خرید کر لایا تھا ، وہ میں نے مفصّل تفصیل وار کہہ سنایا ۔ آگے اس کا خلاصہ یا اسٹیٹمنٹ یا

یوں کہوں کہ ٹوٹل لگالو ، اور دیکھو کہ کیا بنتا ہے ۔ میں نے اکونٹنسی کا امتحان تو نہیں پاس کیا ہے جو یک لخت بتا دوں ۔ ہاں اگر تحمل کرو تو دو تین ماہ سوچ کر سب حساب آہستہ آہستہ بتا دوں گا ۔ اگر جلدی دریافت کرنا ہے تو ایک بوسہ رشوت دلواؤ ، ابھی پوچھ لو ۔

چنچل : چل موئے لفنگے ، خبطی ، پہاڑی کوا ! طوطے کی طرح ٹیں ٹیں لگائی ہے ، وہ جوتے ماروں گی —— اور شاہزادی صاحب سے بھی . . .

عنبر : آہا ہا ! یہ بات سچ ہے مگر پیاری ! شاہزادی صاحب کو کیوں تکلیف دو ، ان کے بدلے بھی تم ہی کیوں نہ تکلیف کر لو تاکہ مجھ کو بھی کچھ لطف آئے اور دل ناشاد بھی کچھ آرام پائے ۔ پیاری ! سچ تو یوں ہے کہ میں تمھاری اس بھولی بھولی صورت ، موہنی مورت پر دل سے فدا ہوں ۔ مدت ہوئی کہ تم پر مٹ چکا ہوں ، جہنم رسید ہو چکا ، ستیاناس ہو چکا ہوں مگر تجھ کو میرا ذرا خیال نہیں ، لے سن !

[داخل ہونا وحشی کا ۔ سائڈ میں کھڑے ہو کر ان کی سیر دیکھنا]

گانا

عنبر : جان تو پیاری پھولوں سے رنگیلی ۔ میں بھی برا نہیں چاند سے

چنچل : جانی جونی البیلے ہوگئے

وحشی : (خود سے سائیڈ میں) چٹکے مٹکے تو کیوں اتنا ۔

عنبر : ہو جائے میرے گلے کا گجرا

وحشی : (خود سے) واہ رے گدھے اچھا رینکا

عنبر : آس پاس ہم دونوں بیٹھیں ۔ خوش ہو خوش ہو خوش ہو جی جان تو ، نا ۔

چنچل : ملنا تیرا کس کو بھاوے ۔

وحشی : (خود سے) دے ایک تھپڑ منہ پر ، جاوے

عنبر : مجھ سے بڑھ کر چھیل نہ پاوے

وحشی : (خود سے) آلو کا پٹھا چھیل بتاوے !

چنچل : ناحق تک تک سر کیوں کھاوے ؟

وحشی : (خود سے) بے عزت ہے ، کیا شرماوے ۔

عنبر : دیکھ چھیل ہوں حسین ، بنالے مجھ کو اپنا پیارا رے

وحشی : (خود سے) بھوکا ، نٹ کھٹ کر کر تک تک واہ واہ واہ وا ، آہا ہا ہا جان تو پیارے ، جان تو ۔

چنچل : جا موئے لفنگے ، کیا اپنی فیلسوفی دکھاتا ہے ، چھیل بتاتا ہے ۔ جا یہاں آنے کا کیا کام ہے ؟ ایک موا باورچی مجھ سے اس قسم کی باتیں کرتا ہے ! میری

تو جوتی بھی نہ چاہے ۔

عنبر : پیاری مان جا ، کیوں اتنا ستاتی ہے ، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ میں باورچی ہوں مگر حسین تو ہوں ۔

گانا

کرے تجھ سے چھیلا بھلا ایسا نہیں اعلا ــ کرے نہ میں نوکر نہ میں چاکر ، پوچھا یہ کیا دیوانی ؟ دیکھ میں کیا چھیل چھبیلا ۔

چنچل : منہ ہو تیرا کالا ۔

نصرت : اب کیا ہے ، تھوڑی دیر میں وحشی جواب خط کا لاتا ہوگا ۔ اب کوئی دم میں زہرہ خود ہی آئے گی اور میرا مطلوبہ زر بھی ہمراہ لائے گی ۔ جب زر پاؤں گا تو دن عید اور رات شب برات مناؤں گا ، ایسی نوکری کے منہ کو آگ لگاؤں گا ۔ جب میرے پاس دس ہزار اشرفیاں ہوں گی ، پھر کیا ہے ، دن رات پیوں گا پلاؤں گا ، پوچھکے اڑاؤں گا ۔

[جانا نصرت کا ، داخل ہونا زہرہ کا]

زہرہ

گانا

تجھے من کیسے دھروں میں دھیر ، نینن
بھر بھر آوے نیر ، تجھے من
دکھ کی بتیاں کیسے سناؤں
پل پل گھٹے سریر ۔ گھر در چھوڑ

پڑے ہوں پر گھر یہ زر ہوں دلگیر
ہائے نصرت کرے گا فضیحت کون ہرے موئے بیر

ہائے اللہ ! میں کس مصیبت میں پھنس گئی ! میں نے نو سنا تھا کہ میرا شوہر مر گیا ہے مگر یہ تو زندہ نکلا ۔ اب کسی نہ کسی طرح سے اپنا پیچھا چھڑاؤں اور اس بلا سے نجات پاؤں ۔ اس کی منت خوشامد کروں گی ، اگر کہنا مان گیا نو خیر ، نہیں تو جو تقدیر میں لکھا ہے ، وہ ضرور پیس آئے گا ۔

[جانا زہرہ کا ، داخل ہونا نادراختر کا]

نادر اختر : آبا گئی گئی ، خیر میں تیرا بھید لیے بغیر چین نہیں لوں گا ۔ او مردار ! تو نے اپنے ساتھ مجھ کو بھی بدنام کیا ۔ مگر خدا جانے چنچل نے جو یہ بھید بتایا ہے ، ٹھیک ہے ؟ اگر ٹھیک ہے تو اپنے کیے کی سزا پائے گی ، اگر غلط ہے تو چنچل کو وہ مزا چکھاؤں گا کہ پھر کبھی کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائے گی ۔ او مکار زمانہ ! الٰہی تو ان بدکار عورتوں کے ہاتھ سے بچانا ۔ خیر جہاں تک ہو سکے کوشش کروں اور پتا لگاؤں ۔

گانا

میری جان ، سکھ کی گھڑی ، دکھ میں پڑی ۔ آج کی

کہانی سے ، زبانی سے، خدا ! ان سے بچ کر جو کھڑی تھی
چھڑی اس گھڑی وہ پڑی ، تیرا پتہ لگاؤں ، دیکھنے
جاؤں ۔ چھپ کے سنوں بیان ۔ او نادان بے ایمان !

اِدھر آدھر اگر نظر اب ہے تاک جہان تک میں اگنی
پر چین کب دوں ۔ ہموار کروں ۔ جان اب یوں خیر
ہے بڑی — میری

باب پہلا

پردہ چوتھا

مکان چابک سوار

نصرت : نہیں معلوم کہ وحشی اب تک کیوں نہیں آیا ! کیا ہوا ؟

[داخل ہونا وحشی کا]

کیوں وحشی کیا خبر لایا ، کیا جواب پایا ؟

وحشی : اچھا ۔

نصرت : آگے بھی کچھ کہو ؟

وحشی : اچھا ۔

نصرت : کیا کہا ؟

وحشی : اچھا ۔

نصرت : کیا یہی کہا کہ کچھ اور بھی ؟

وحشی : اچھا ۔

نصرت : معلوم ہوا کہ تو بغیر مار کھانے کے صاف صاف نہ بتائے گا ۔ مثل ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے

کب مانتے ہیں - لے تجھے درست کرتا ہوں -

[چابک سوار کا وحشی کو مارنا]

وحشی : ٹھہرو ٹھہرو ! بتاتا ہوں ، مارو مت -

نصرت : اچھا بتلا (اور مارنا) -

وحشی : اس نے کہا تھا کہ ملوں گی -

نصرت : بس اتنا ہی ؟ اور کچھ نہیں ؟

وحشی : اجی جو کچھ کہ اس نے کہا تھا ، کہہ دیا ہے کہ اچھا ملوں گی -

نصرت : اے نادان ! اگر تو صاف صاف مجھے پہلے بتا دیتا تو کیوں مار کھاتا -

[الگ ہو کر سوچنا ، وحشی کا اس کی پرتل سے کاغذ نکال لینا]

خیر میں اپنے کام میں اب پورا ہوا ہوں - اگر وہ روپیہ نہ دے گی تو بہت پچھتائے گی - اگر دے گی تو دو روز اور خوب پوچھکتے اڑائیں گے ، عیش و عشرت میں اڑائیں گے ، خوب مزے آئیں گے -

[جانا نصرت کا]

وحشی : خیر بچہ تم نے تو مجھے مارا ہی ہے ، مگر اس کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑوں گا -

[دروازے پر دستک]

کون ہے دروازہ پر ؟

عنبر : (باہر سے) ابھی میں ہوں صاحب! عنبر۔

وحشی : آئیے آئیے مہربان۔ میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ آپ نے تو بہت راہ دکھائی۔

عنبر : ابھی ذرا میں کام میں مصروف تھا۔ جانتے ہو کہ پرائی نوکری۔ آتا ہو جلدی، وہ معشوقہ کہاں ہے؟

وحشی : ابھی ذرا بیٹھو دو سہی۔ دم تو لو، جلدی کیا ہے۔ دیکھ لینا۔

عنبر : نہیں صاحب جلدی دکھا دو۔ پیٹ میں گڑ بڑ سی ہو رہی ہے، بڑی مہربانی ہوگی۔

وحشی : ہاں وہ بی بی ذرا موٹی سی ہے۔ افغانی ہے، کہیں اس سے ملنا کچھ آسان نہیں ہے۔

گانا

عنبر : جھٹ پٹ کیسے ملوں دل‌جانی سے، دل‌جانی، لاثانی۔
جھٹ پٹ مے کشی ہو، دل لگی ہو، جان ہو، آزادگی ہو۔ ہل مل جاوے۔ دل کو لبھاوے، پان بیڑے کھلاوے۔

سندر شان، تن من، جان، سب قربان ـــــ جھٹ پٹ

وحشی . ایسی خوبصورت ہے کہ تم دیکھو گے تو اپنی اس کھوسٹ معشوق کو بھول جاؤ گے۔

گانا

نیلا پیلا پایا سدا آنکھوں میں ڈورا ڈالا ۔ ہونٹھ موٹے بال چھوٹے ، کبھی کاجل نہ اس نے لگایا ۔ وہ چھوٹی ہے ، دم سے بھی بیٹی ہے ، ٹال جھکے ہوئے ، پیٹ چپٹی ہے ۔ دانت کالی ، گھات والی ، ایسی بھوتڑی سے دل کو لگایا ۔ نیلا پیلا ہاتھی جیسی ۔ بے سرم ، بڑی دانت کوڑی ۔ ناک چوڑی ۔ گایا بجایا رجھایا تو کیسا پاؤں دونوں ، یا بیبو گھمل دیکھا د تھایا ستانا ۔ نیلا پیلا ۔

عنبر : اجی واہ آپ نے تو بڑی بے پر کی اڑائی ، میری تو خاک سمجھ میں نہ آئی ۔

گانا

اوہو آئے اوہو آئے ۔ پاگل وحشی جانے موتیوں کو کوری ۔

وحشی : اعلا نہ نیلا نیچ کو ہے کاگ نہ بگلا ہم نے ۔

عنبر : شان میں ہے جیسی بھڑ کے بیاری خواروں میں نہ ہوتے کوئی ۔

وحشی : نیچ کی چھوکری کیچ کی ٹوکری ۔

عنبر : اوہو ۔ آئے ! اوہو آئے ! پاگل وحشی یہاں ۔

وحشی : اجی کیا کہتے ہو ؟ کیسی بھدی شکل ہے کہ دل دیکھنے کو نہیں چاہتا ۔

عنبر : واہ! ہو تو بڑے ہی پہچاننے والے ۔ سمجھ تو تم کو بڑی ہے ۔

وحشی : اجی آپ تو نادان ہیں ۔ اگر ہمارے معشوق کو کہیں دیکھ پاؤ تو یار لٹو ہو جاؤ ۔

گانا

جگ موہن معشوق ہے مہربان ، دیکھا حسن نے ہوش گیا ۔ جگ رنگ برنگی بھیکرے بستر جو نناگل کا ہوئے سوا ۔ صورت حور کی مر جائے جو دیکھے منہ گل سے گال ۔ صراحی دار گلو ۔ گلو سینہ ہو مونڈھے نگہ سی چشمہ پیالہ لیے پھرتی ہے مانہہ مے خانہ کا میخانہ ۔

اب نہ شرم کر اب نہ سرم ڈر اب نہ شرم کر عادل ؟ تو خود گھر آوے ۔ دیکھ تو جگ موہن ۔

اچھا یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ تو کہو کہ اس معشوق کو تم دو گے کیا ؟ کھلاؤ گے کیا ؟ وہ تو بڑی نازک دماغ ہے ۔ مگر دیکھنے میں بھاری ہے ۔ بلکہ موٹی تازی ہے ۔ تم اس کے ناز کیونکر اٹھاؤ گے ؟

عنبر : اجی آپ کیا کہتے ہیں ۔ جو کچھ وہ مانگے گی فوراً لا حاضر کروں گا ، یعنی کہ جو کچھ میں نے کمایا

ہے وہ سب اس کو دے دوں گا۔

وحشی : گانا

معشوق کو دیدیویں حو وہ مانگیں جان و مال کیا
نام خدا وہ کبھی دیویں نہ آدھی ، ایسے پاپی کا ڈوبے
بیڑا ۔ اب تک ہو حال کیا پاوے لال کیا ۔ معشوقوں ۔
پیٹ کی لپیٹ میں میں بھی ہوں آیا ۔ مار میں پالوئیں
مارں پیٹ ہی کے لیے میں نے بھی پیٹ کے لیے کیا
کھٹ کھٹ ہوں ہوں واہ واہ ۔ معشوقوں ۔

جناب وہ معشوق ہے ، بھلا بتاؤ تو آپ اس کو کس طرح
ملیں گے ؟ اور کیسی بات چیت کریں گے ؟ وہ تمھارے
سے بڑی ہے ، مضبوط ہے ، قد آور ہے ، تم کو تو وہ
اپنی بغل میں دبا لے گی تو پھر جان آفت میں آئے گی ۔
بلکہ مفت جان جائے گی ۔ اس کو قابو میں لانا بڑا
بہادری کا کام ہے اور عورت کے زیر کرنے میں مرد
کا نام ہے ۔ یار چہ ! اگر اس معشوق کو قابو میں کر
لیا تو دنیا میں نام ہو جائے گا ، پھر کوئی تماش بین تجھ
سے آنکھ نہ ملائے گا ۔

عنبر : اجی مہربان ! کچھ آپ ہی تدبیر بتائیے ۔ بڑی مہربانی
ہوگی ۔ کیونکہ جناب اِن کاموں کے تو آپ ہی استاد
ہیں ۔ بندہ نے کبھی ان کاموں کی پریکٹس نہیں کی ۔

وحشی : خیر جناب دوستوں کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ لو سنو! میں تدبیر بتاتا ہوں۔ جس وقت وہ آئے تو آپ اسے اس طرح فرمائیے گا کہ "آئیے، آپ کا مزاج شریف، آپ نے آدیوں کی تکلیف ؟"۔

عنبر : بس یہی بات ہے؟ اس میں کون سی کرامات ہے؟ یہ میں ابھی یاد کئے لیتا ہوں۔

وحشی : بھلا سناؤ تو سہی کس طرح کہو گے ؟

عنبر : آئیے آپ کا مزاج شریف۔ آپ نے آکے دی مجھ کو بڑی تکلیف۔

وحشی : ارے الّو کے پٹھے! کیا بک رہا ہے؟

عنبر : مہربانی کر کے ذرا پھر سنئے۔ یہ باتیں تو آپ ہی خوب کریں گے۔ میں تو آپ کے پیچھے کھڑا رہوں گا۔ آپ راضی کر کے مجھے دے دیجئے گا، پھر میں سمجھ لوں گا۔

وحشی : (قہقہہ لگا کر) کیا خوب پکی پکائی ہانڈی کے مالک تو دیکھیں، کیا خوب! اب کہو، میں پھر بتاتا ہوں۔

عنبر : ہاں ہاں فرمائیے! فرمائیے!

وحشی : آئیے آپ کا مزاج شریف، میں نے دی آپ کو بڑی تکلیف۔ اب بھی سمجھ میں آیا یا نہیں؟

عنبر : اجی کیا آپ نے مجھے پاگل سمجھا ہے ؟

وحشی : کیا اب بھی بھول جائے گا؟

عنبر : اجی اب نہیں بھولتا ، آپ جائیے اور ان کو لائیے۔

وحشی : نہیں نہیں پہلے ذرا سنائیے تو سہی ۔

عنبر : اچھا تو لو سنو۔ آئیے مزاج شریف ، میں نے دی آپ کو بڑی تکلیف ۔

وحشی : ہاں ، اگر ایسا ہی ہے تو تکلیف نہیں۔ پڑے رہو ۔ (خود سے) خیر میں جاتا ہوں اور آپ عورت بن کر آتا ہوں اور اس گدھے کو خوب ہی بناتا ہوں۔ (عنبر سے) لو لو صاحب ! میں جاتا ہوں ، اور آپ کے دلفریب معشوق کو لاتا ہوں۔ ہاں دیکھنا ! ذرا فصاحت سے اور بلاغت سے کام لینا۔ نہیں تو ——

عنبر : نہیں تو کیا ؟

وحشی : کچھ نہیں (خود سے) تیری گت بناؤں گا اور کیا کروں گا۔

[وحشی کا جانا ، عنبر کا سبق یاد کرنا جو وحشی سا گیا تھا]

عنبر : اچھا کیا بتایا تھا؟ ارے پھر بھول گیا ہاں ہاں! (غور کر کے یاد کرتا ہے) بت تیری دم میں ندا ، وہ یاد آیا ۔ آئیے مزاج شریف ! آپ نے دی مجھ کو آ کر بڑی تکلیف ۔ نہیں نہیں ، میں نے دی ۔ آپ نے دی ۔

ارے ارے ! نہیں نہیں بھول گیا۔ آئیے آپ کا مزاج شریف ! ہاں ہاں ٹھیک ہے ، ٹھیک ہے ، اب آگے کیا ہے ؟ بندہ دیا چاہتا ہے آپ کو تکلیف ۔ ارے نہیں نہیں ، کمبخت پھر بھول گیا۔ یہ تو ٹھیک نہیں ۔ بندہ نے دی آپ کو آ کر ۔ آہا ہا ہا ، نہیں آپ نے آ کر دی بندہ کو تکلیف ۔ ارے رب نہیں ، کیا برا فقرا ہے ۔ کمبخت اتنی دیر سے زبان پر ہلک رہا ہے ۔ یاد ہی نہیں آتا ۔ ہاں ہاں ہاں ۔ واہ یاد آیا ۔ آئیے آپ کا مزاح شریف ، بندہ نے دی آپ کو تکلیف ۔

[داخل ہونا وحشی کا عورت کے لباس میں]

گانا

عنبر : ہم جیسے ہیں موہنا سندر سار
ویسے وہ بھی ہے پیاری سندر نار

: آئیے ! مزاح شریف ۔ بھول گیا۔ ابے یاد آجا آجا آجا کیا تھا ؟ ہائے ہائے ، (بھول جانا ہے) آئیے مزاج شریف ! آپ نے دی آ کے —— پھر بھول گیا ۔ کیا تھا ؟ ہاں یاد آیا ، میں نے دی آپ کو بڑی تکلیف ۔

وحشی : اجی کیا آپ مجھ کو چاہتے ہیں ؟

عنبر : جی ہاں میں تو نادیدہ عاشق ہو چکا ہوں ۔

وحشی : تو آپ ضرور مجھ کو چاہتے ہیں ۔

عنبر : جی ہاں، ضرور، فوراً سے بھی پہلے، میں تو آپ کا عاشق ہوں۔ بخدا مجھ کو تو آپ سے اتنی محبت ہے کہ کوئی باپ بھی اپنی بیٹی سے اتنی نہ رکھتا ہوگا۔

وحشی : اجی یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ گویا مجھے بیٹی بناتے ہیں!

عنبر : ارے ارے معاف کرنا، چمڑے کی زبان تھی، پھسل گئی۔

گانا

وحشی : میری چھب دیکھو سوہن اٹھلانا۔ میری چھب مارے بڑے سو سو میری چھل وہ جانوں دانا ہووے دیوانہ۔ میری چھب۔ آوے ڈھن جو ڈیرے میرے کچھ نہ دیکھوں میں تو لے لوں خزانہ ـــ چھب (ہٹ کر[۱]) اے جناب! تھوڑی شراب تو نوش فرمائیے۔

عنبر : (ہٹ کر[۱]) نہیں آپ ہی شوق فرمائیے۔

وحشی : واہ جی واہ، یہ تو اچھی بات نہیں۔ آپ کیسے ہمارے عاشق ہیں جو ہمارے ہاتھ کی شراب سے انکار کرتے ہیں۔ اگر آپ اسی طرح انکار کریں گے تو میں چلی جاؤں گی۔

عنبر : نہیں پیاری، تو خفا نہ ہو، میں پیتا ہوں۔

[گلاس لے کر پی جانا]

۱- aside کا ترجمہ ہے (وقار)

وحشی : (گلاس بھر کر) اجی ایک گلاس اور لو ۔

عنبر : اجی نہیں نہیں . . .

[وحشی گلاس منہ سے لگا دیتا ہے ، عنبر پی جاتا ہے ۔ وحشی کا
عنبر کو بیہوش کر کے کیسے ٹٹولنا اور سب کچھ
نکال لینا اور عنبر کو اٹھا کر لے جانا ۔
داخل ہونا نصرت کا]

نصرت : گانا

مال والہ مال والہ مال والہ ۔ آپ ناری مٹ جائے خواری
پھرت پھرت پرانن میں دسن میں ہوا ہوں خوار اور لاچار زار
مال والہ نڈل رنگ ڈھنگ سنگ آپ دے پیارے نیارے
توڑے دار ۔ پیاری زہرہ ناری راری ساری سدھ
بساری اب ماری اور دن کرت نڈر بریت نیاری پیاری
پیارے ۔ مال والہ ۔

نصرت : میں بموجب اقرار کے اس کے دامن جاؤں گا ۔ یقین ہے
کہ جو میں نے اس سے زر طلب کیا ہے وہ ساتھ لے
کر آئے گی ۔ اب جاؤں اور اپنا کام بناؤں ۔

[نصرت کا جانا]

پردہ پانچواں

[داخل ہونا انور کا]

انور : نہ معلوم کہ عنبر کہاں گیا ہے ! بہت دیر ہوئی ، عنبر کو تلاش کرتے کرتے اب یہاں آیا ہوں ، مگر خبر نہیں کہ کہاں چلا گیا ۔ اُدھر شاہزادہ صاحب خفا ہو رہے ہیں ۔ اگر مجھ کو مل جاوے تو میں اسے لے چلوں اور ساتھ لے جا کر کچھ بہانہ بنا کر معافی دلا دوں ۔

گانا

دیکھو موج نیاری موری ، یہ دیکھو موج نیاری موری
پان چباؤں ، دھوم مچاؤں ، یاروں میں جاؤں ، پیسے
کھڑکاؤں ، مونچھیں پھڑکاؤں ۔ دیکھو ۔ کھاؤں کشمش
اور پستے باداموں کے تر میوے ۔ میوہ مٹھائی لندن
بھائی ، من کی بھائی دودھ ملائی ۔ جا کر اعلیٰ سب
سے بالا ۔ دھیان عاقلانہ ، جان جائے دانا ، شان
شاہانہ ۔ دیکھو موج . . .

[داخل ہونا عنبر کا روتے پیٹتے ہوئے ، چھپ جانا انور کا اور اس کا حال سننا]

عنبر : ارے ہائے رے میّا ! ارے ہائے رے میّا ! مر گیا ! اے باوا روپیہ بھی گیا اور مار بھی کھائی ۔ نہ وہ معشوق ملی ، نہ کچھ کام بنا ۔ اور نہ مطلب حاصل ہؤا ۔ وہ مثل ہوئی ع :

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
اب لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا ، گھر کس طرح جاؤں گا ، ہائے ہائے !

[ظاہر ہونا انور کا اور کہنا]

انور : کیوں بھائی ! کیا حال ہے ؟ کیا ملال ہے ؟ کہاں گئے تھے ؟ میں تو تمہیں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گیا ۔

عنبر : ابھی میں ایک جگہ کام سے گیا تھا ۔ کیا بتاؤں ایسا ہی ضروری کام آ پڑا جس میں دیر ہوگئی ۔

انور : چلو جلدی چلو ، شاہزادہ صاحب بہت خفا ہو رہے ہیں ۔ جانیں کیا کہیں ، چلو جلدی چلو ۔

عنبر : بھائی چلتا ہوں مگر اتنی مہربانی کرو کہ مجھ کو بچاؤ ۔ کسی نہ کسی طرح پناہ دو ۔ میں بڑا مشکور ہوں گا ۔ شاہزادہ صاحب سے پہلے تمہیں کھانا کھلایا کروں گا ۔

انور : اچھا بھائی اپنی طرف سے تو کوشش کروں گا ، آگے تمہاری قسمت ۔

عنبر : بھائی قسمت پر نہ چھوڑو ۔ وہ تو ہے پھوٹی (روتے ہوئے) ۔

انور : ہیں ہیں روتے کیوں ہو ، کس لیے قسمت سے ہے
آس چھوٹی ؟

گانا

انور : آج گھر چلو تو دیکھو سیر ۔

عنبر : کیا ہے پھیر ۔

انور : نہیں ہے خیر ۔

عنبر : کرو مہر تو لائے گھیر ۔ ایسا قہر مت کرو بیر ۔

انور : یہی ہے پھیر جو ہوئی دیر ۔ آج گھر چلو . . .
تم جو اتنی دیر میں آئے ، سودا لائے کیا ؟ .

عنبر : اجی واہ !

انور : پڑے مار ، بازار پھرنے کا دیکھو مزا ۔

عنبر : ہوئی خطا

انور : آئی قضا

عنبر : میرا دم نکلا ، مت کرنا گلا ، بے ڈھب میں پھنسا ،
یارب تو بچا ۔

انور : غم کھا ، شرما ، ذرا ٹھہر ۔ آج گھر چلو . . .

انور : میں یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک میرا اختیار ہے
کوشش کرنے میں کمی نہ کروں گا ، گھبراؤ نہیں ۔
میں حتی الامکان ضرور بچاؤں گا ، مگر اب تم چلو ،
باتیں نہ کرو ۔

[دونوں کا جانا]

باب پہلا

پردہ چھٹا

جنگل

[داخل ہونا نصرت کا]

نصرت : **گانا**

خبر وحشی لایا تھا یہ جاکے ، ہوئے گی غمخواری
آکے - وہ آج ملے گی پرائی نہیں ناری - خبر . . .
کر کے چھند کی مجھ سے بتیاں - سرگم مجھے نئی گائی ، زر
نہ لائی ، خود نہ آئی ، سمجھ لڑی پائی پائی - جیا چڑے
مورا سم ہے نہ چھوڑوں ، اسے کروں عاری -
خبر وحشی . . .

[داخل ہونا وحشی کا اور الگ چھپ کر کھڑے رہنا اور دیکھنا]

نصرت : بہت دیر ہوئی - زہرہ ابھی تک نہ آئی - امید ہے کہ آج وہ روپیہ طلب کیا ہوا میرے واسطے لائے گی - ہاں ہاں ، ضرور لائے گی ، ضرور لائے گی -

وحشی : لائے گی تو سہی مگر میں جو تاک میں کھڑا ہوں ، میں کب چھوڑتا ہوں -

[پستول دکھا کر]

دیکھ اس پستول سے تیرا کام تمام کروں گا اور روپیہ اپنے قبضے میں کروں گا ۔

[داخل ہونا زہرہ کا]

[سیڑھی سے اترتے ہوئے نصرت کے پاس آ کر رک جانا]

زہرہ : لے نصرت ، میں اپنے اقرار پر آئی ہوں ۔

نصرت : کیوں زہرہ میرا مطلوبہ زر بھی لائی ، یا کچھ اور بات بنائی ۔

زہرہ : ہاں تو نے جو کچھ طلب کیا وہ لائی ۔

نصرت : لائی ہے تو لا ، دیر کیوں لگاتی ۔

وحشی : (سائیڈ میں) لائی ہے آہا ، ہا ہا ، تو میری بھی ہتھیلی کھجاتی ہے ۔

زہرہ : (تھیلی نکال کر) یہ لے ، میرے پاس پانچ ہزار اشرفی ہے یہ لے اور میرا پیچھا چھوڑ ۔

نصرت : کیوں ؟ میں نے تو دس ہزار لکھے تھے ، تو پانچ ہزار لائی ہے ، انھیں لے کر میں کیا کروں ۔ یہ میں کبھی نہ لوں گا ۔

زہرہ : میری بات کو مان جا ، ضد نہ کر ، اسی زر کو منظور کر ۔

نصرت : زہرہ ، زہرہ ، یہ کبھی نہ ہوگا ۔ میں جو کہہ چکا ہوں اس سے ایک کوڑی کم نہ لوں گا ۔ اگر اپنی بھلائی

چاہتی ہے تو سیدھی طرح دے دے ۔

زہرہ : اچھا اس وقت یہ پانچ ہزار لے لے ، باقی کا وعدہ کرتی ہوں کہ وہ بھی دے دوں گی ۔

گانا

تیری رضا پہ راضی ہوں قسم لے ، اب نہ ستا مجھ سے
دام درم لے ۔ تیری رضا پہ . . .

یہاں سے چلا جا کہیں کو رقم لے ۔ باقی زر بھیج
دوں گی ، دام لے ۔ تیری رضا پہ . . .

نصرت : اچھا مجھے منظور ہے مگر زہرہ مجھے ایک بوسہ تو دے دے ۔

زہرہ : دیکھ نصرت ، اب تو میرے بھائی کے برابر ہے ۔ تو نے مجھ سے مدد لی ہے اور میں نے دوسری شادی کرلی ہے ۔ تجھ کو اب میری نسبت ایسا خیال کرنا زیبا نہیں ۔

[نصرت کا ہاتھ بڑھانا ، زہرہ کا اچک ہٹ جانا]

نصرت : اچھا جا ۔

[زہرہ کا جانا]

(خود سے) کیوں دیکھا ، کس ترکیب سے روپیہ وصول کیا ہے ۔ اب اس روپیہ کو حفاظت سے لے جاؤں ، جا کر عیش مناؤں ۔

وحشی : ہاں کیوں نہیں! بچا لے جائے گا تو تب۔
(طمنچے کا گھوڑا دباتے ہوئے کہنا) غصے سے میری
ہتھیلی کھجلاتی ہے ، شاید روپے کو بلاتی ہے۔
(طمنچا داغ دینا ، نصرت کا زخمی ہو کر گرنا۔ وحشی
کا روپیہ لے کر بھاگنا ۔ جلدی میں پستول بھول جانا ۔
زہرہ کا پستول کی آواز سن کر واپس آنا ، نصرت کو
مردہ دیکھ کر گھبرانا) ۔

زہرہ : ہائے اللہ! اس کو کس نے مارا ؟ کس ظالم کے ہاتھوں
یہ نوجوان عدم کو سدھارا ؟
[اِدھر اُدھر دیکھ کر]
بہتر ہے اب یہاں سے بھاگ جاؤں ۔ ایسا نہ ہو کہ
کسی آفت میں پھنس جاؤں ، مفت میں ماری جاؤں ۔

[زہرہ کا بھاگنا ، چنچل کا آنا اور زہرہ کو بھاگتے ہوئے دیکھنا۔ اس کے
بعد منور اور اشرف کا آنا]

چنچل : ہیں! یہ زہرہ یہاں آئی تھی! کہاں گئی؟ میں نے
اسے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا ۔ اس طرف کو بھاگی
جا رہی تھی ۔

[داخل ہونا شہزادہ نادر اختر کا پستول کی آواز سن کر]

نادر اختر : یہ پستول کی آواز کہاں سے آئی ؟
[لاش سے ٹھوکر کھا کر]
ہیں! یہ کس کی لاش ہے ؟
[تعجب سے سب کا کہنا]

سب : کوئی تھا چابک سوار۔

نادر اختر : مگر اس کو کس نے مارا ؟

چنچل : حضور جب میں طمنچے کی آواز سن کر یہاں آئی تو کسی کو یہاں نہ پایا ۔ صرف شاہزادی زہرہ بھاگ جا رہی تھی ۔

[عنبر چاروں طرف دیکھتا ہے ۔ اور لاش کو دیکھتا اور ٹٹولتا ہے ۔ طمنچہ اور کاغذ دیکھ کر اٹھاتا ہے اور نادر اختر کے ہاتھ میں دیتا ہے]

انور : لیجیے حضور! یہ پستول اور کاغذ لاش کے پاس سے ملا ہے ، ملاحظہ کیجیے اس میں کیا لکھا ہے ۔

[نادر طمنچہ اور کاغذ لیتا ہے اور طمنچے کو دیکھ کر تعجب سے کہتا ہے]

نادر اختر : ہیں ! یہ تو میرا پستول ہے ۔ یہ یہاں کیسے آیا ؟ کون لایا ؟ یہ تو میرے خاص کمرے میں تھا ۔ اور یہ خط کیسا ؟

[خط دیکھ کر ، تعجب سے]

ارے یہ تو زہرہ کا پہلا شوہر ۔ اور یہ خط زہرہ نے اس کو لکھا ہے ۔

[کچھ سوچ کر]

بیشک بیشک زہرہ ہی نے اس کو مارا ہے ۔

[چنچل سے مخاطب ہو کر]

اچھا چنچل ! زہرہ کو بلاؤ ۔

چنچل : بہت خوب!

[چنچل جاتی ہے]

[داخل ہونا زہرہ اور چنچل کا]

نادر : (زہرہ سے) کیوں زہرہ! تو نے اس عرب چابک سوار کو کیوں مارا؟

زہرہ : نہیں پیارے، میں نے تو اس کو نہیں مارا۔

نادر : چنچل تو کہتی تھی کہ زہرہ بھاگی جا رہی تھی۔

زہرہ : بیشک چنچل کا کہنا درست ہے۔ جس وقت طمنچے کی آواز میرے کان میں آئی تو اس کو مردہ پڑا۔ تہمت کے خوف سے میں یہاں نہ ٹھہری۔ فوراً بھاگ گئی۔

نادر : ہیں! بڑے تعجب کی بات ہے۔ پھر میرا طمنچہ یہاں کس طرح آیا؟

[خط زہرہ کو دکھا کر]

کیا تم کو اس خط سے بھی انکار ہے؟

زہرہ : (خط دیکھ کر) ہائے تقدیر کی برائی آخر پیش آئی۔ نہیں! مجھے اس تحریر سے انکار نہیں۔ یہ میرا شوہر ہے۔ مجھ سے روپیہ لینے آیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ میں روپیہ لے کر چلا جاؤں گا، پھر کبھی نہ آؤں گا۔ میں نے اس کو روپیہ دیا اور چلی گئی۔ پھر

مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا اور اسے کس نے مارا ۔

نادر : اچھا تو میرا طمنچہ یہاں کون لایا ؟

زہرہ : میں ہرگز نہیں لائی ۔

نادر : سوائے تیرے اور کون میرا طمنچہ لا سکتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ افشائے راز کے خیال سے تونے اس کو مارا ہے تاکہ تیرا بھید نہ ظاہر ہو جائے ۔

زہرہ : میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے اس کو نہیں مارا ۔

نادر : خیر کچھ بھی سہی ، فی‌الحال اس کو نظر بند رکھو اور لاش کو کوتوالی لے چلو ۔ مقدمہ کل دربار میں پیش کرنا ۔

[سپاہیوں کا اور حوالدار کا آنا اور نادر سے کہنا]

حوالدار : حضور ہم لوگ طمنچہ کی آواز سن کر آئے ہیں ۔ کس نے مارا ہے ، کس کو مارا ہے ؟

نادر : یہ اس کا پہلا شوہر ہے ، اس نے اس کو مارا ہے ، اس لیے کہ اس کا راز فاش نہ کردے ۔ یہ دیکھو میرا طمنچہ جو سوائے اس کے اور کوئی نہیں لا سکتا ، اور سب سے بڑا ثبوت یہ خط جو اس نے اپنے شوہر کو بہت پیار اور محبت سے لکھا ہے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے ۔ اس وقت اس کو نظر بند

رکھو اور کوتوالی پہنچاؤ ۔ صبح کو دربار میں حاضر کرنا ۔

حوالدار : بہت خوب!

زہرہ : جب تم خاوند ہو کر میری طرف سے بدظن ہو تو میرا کون ہے؟ اب اس جینے سے مر جانا اچھا ہے۔

[غش کھا کر گرتی ہے ، چہل دڑھ کر سنبھال لیتی ہے]

[سب کا حیران ہو کر زہرہ کی طرف دیکھنا]

ڈراپ سین

باب دوسرا

پردہ پہلا

دربار

[بادشاہ کا داخل ہونا ، وزیر کا زہرہ کو بچانا]

بادشاہ : **گانا**

گل نہ پھولا تر ، خزاں آئی خوس من سب گھر۔ دکھی
مورا جگر ، گل نہ پھولا نظر ، پھول اس جا ہے ، پر ہے
اداسی چھائی ، باغ کی کیاری پر —— گل

اے وزیر دانا ! رعایا فارغ البال ہے یا کسی طرح کا
ملال ہے ؟

وزیر : حضور کے کرم سے رعایا خوش حال ہے بلکہ
عیش و عشرت کمال ہے ۔ شاہزادہ نادر اختر کا مقدمہ
پیش کرتا ہوں ۔

[گانا درباریوں کا]

زبونی مت کر عاقل ، سب حقیر ناشاہا سورج بر زبونو
ہو گئی برھوبالا نہیں ۔ چھڑنا وہ کھا لے چندرا آجیالا

کرے شاہا گئی ہرکارن کنور جنگی جوان یان عالیشان
دانا ۔ زبونی

گانا

بادشاہ : تم لوگ لو ٹھیکہ جس گھر کا ، زمین کا، وہاں خار ہے
پھول یاسمین کا ۔ ایسے ہوں عیش جس مکان میں ، گم
ہووے نہ نام اس مکین کا ۔ اس رائے سے خوش ہوا
میں بے حد ، دیتا ہوں میں صلہ صد آفرین کا ۔

اے رامشگرانِ حسینان ! گاؤ گاؤ ، کوئی عمدہ راگ
سناؤ ۔

گانا

سہیلیاں : سوہے ساری رنگ رلیاں ، چھل بلّیاں سب سکھیں
میں ، گل پھولے پیارے گلشن میں ـــــ سوہے . . .
کھیلیں آج سکھیاں ساج چمک دمک نیاری ۔ خوش
خوس ڈالیں گلے باہیں ماریں کیاری نین کٹاری ۔ ناچیں
تھیا تھی تت تھی بولے گھنگرو چھم چھم چھم چھم
چھم یاں دیکھ کے رہے بھولے گلیاں سکھ کی پھولیں
کلیاں ۔ کن گاویں داتا کا سوہے ، ٹھمک ٹھمک ٹھمک
ٹھمک چال سوہے جان ۔ پیاریاں اومنگے ـــــ سوہے

جوبن دھوم مچاؤں ۔ نینوں میں افسوں ، گال میں گلگوں
شاہا مکن موہن ۔ سوہن اس چھن پائے ساسا گارے

سارے سانی دھاپا دھانی سانی دھاما مارے سارے نی
دھاپا ۔ دھانی ، سانی دھاپا ، مارے سا ۔ ساگا گارے
ماگا پاپا مادھا مادھا پانی نی دھاسا سا ماگارے ماپا
ماگارے سا ۔ اے سانی دھاپا ، دھانی سانی دھاپا ۔
ماگا ماگا رے سا ، ماگا پاسانی ، پاما گارے سا ، نی
رے سا ـــــ سوہے

بادشاہ : اچھا ملزمان کو حاضر لاؤ ، نیز گواہوں کو بھی
حاضر کرو ۔

[زہرہ ، چمن ، انور ، عنبر وغیرہ کا حاضر ہونا]

کیوں ؟ اے لڑکی ! سچ بتا کہ تو نے چابک سوار
کو کیوں مارا ؟

زہرہ : خداوندِ نعمت ! میں سچ عرض کرتی ہوں کہ میں
نے مقتول کو ہرگز نہیں قتل کیا ، بلکہ میں نے جب
پستول کی آواز سنی اور میں نے جا کر دیکھا تو اس
کو مردہ پایا ۔ میں خوف کے مارے وہاں نہ ٹھہری
فوراً بھاگ آئی ۔ راستے میں مجھ کو انھوں نے پکڑ
لیا ۔ اس شبہ میں کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے ۔

بادشاہ : اچھا اگر تو نے نہیں مارا تو پھر تو کس لیے وہاں
گئی تھی ۔

گانا

زہرہ : پیتم سورا تھا وہ بائے گئی دانی پائے ، وہ کو پلانے
پیتم مورا . . . ، اس نک پھری جا کے اے شاہ سوئی
چلی گولی - جیسے پھری میں ، ویسے دیکھا پڑا تھا
وہ موا دکھ پائے - پیتم . . . -

حضور ! اصل بات تو یہ ہے کہ وہ میرا خاوند تھا -
اس نے مجھے لکھا تھا کہ تو دس ہزار اشرفی دے تو
میں تیرا بھید چھپاؤں ۔ ۔ سو میں اس کو پانچ ہزار
اشرفی دینے گئی تھی - جب میں اس کو دے کر
واپس آئی ، تھوڑی دور پہنچی ہوں گی کہ پستول کی
آواز آئی - میں نے دیکھا تو اس کو مردہ پایا - واپس
آ رہی تھی کہ انہوں نے مجھے شک میں گرفتار کر لیا -
اس حالت میں پیش حضور ہوں ، خدا جانتا ہے کہ
میں بالکل بے قصور ہوں -

بادشاہ : (چنچل سے مخاطب ہو کر) اے عورت ! تجھے اس مقدمے
میں کیا معلوم ہے ؟

چنچل : جناب عالی ! سچ تو یوں ہے کہ چابک سوار کا نوکر
وحشی ایک روز میری بی بی کے نام ایک خط لایا -
میں نے اس کو ٹھہرا کر بی بی کو بلایا ، خط ان
کو دلوایا اور خود چھپ کر سارا ماجرا سنا -

اتنا مجھے یاد ہے کہ اس خط میں میری بی‌بی اور چابک سوار کا کچھ لین دین کا جھگڑا تھا ۔ میری بی‌بی نے خط پڑھ کر وحشی سے کہا کہ ''ہاں میں ملوں گی'' سو حضور حسبِ وعدہ میری بی‌بی وہاں گئی اور ہم نے آواز سنی ۔ جا کر دیکھا تو چابک سوار کو مردہ پایا اور اپنی بی‌بی کو بھاگتے دیکھا ۔ حضور ! اور مجھے کچھ معلوم نہیں ۔ غیب کا حال خدا جانتا ہے ۔ مجھے جو کچھ معلوم تھا ، وہ عرض کر دیا ۔

بادشاہ : (عنبر سے) اے شخص تو بتا کہ تو کیا جانتا ہے ؟

[عنبر آگے آ کر تخت پر چڑھتا ہے ، وزیر روکتا ہے]

عنبر : اجی شاہ صاحب کیا کہوں ۔ رسوئی خانہ میں روٹی آلو بھنڈی چائے وغیرہ پکا رہا تھا کہ میں نے یہ شور و غل سنا ۔ وہیں شلجم کو بگھار دیا ۔ پس بھاجی مرچ بیگن وینگن بنانے لگا ۔ جی صاحب اور تو مجھ کو خبر نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ چابک سوار نے کسی کو جان سے مار ڈالا تھا ، اور مجھے خبر نہیں ۔ باقی حال ان سے (کوتوال کی طرف اشارہ کر کے) پوچھ لیجیے ۔ یہ سب کچھ جانتے ہیں ۔ ہاں صاحب بتائیے نا چپ کیوں کھڑے ہو۔

کوتوال : ارے چابک سوار نے کسی کو مار ڈالا یا چابک سوار کا دم نکلا ، احمق کہیں کا ۔

عنبر : ہاں ہاں ٹھیک ہے ، آپ کو سب حال معلوم ہے - (بادشاہ کی طرف اشارہ کر کے) حضور ! باقی حال ان سے سن لیجیے اور بندے کو رخصت دیجیے ، کھانا پکانے میں دیر ہوتی ہے - شاہزادہ صاحب ناراض ہوں گے - مجھے مفت میں مار پڑے گی -

بادشاہ : (نادر اختر سے) نادر ! یہ شخص کون ہے مسخرہ ؟

نادر : حضور کا باورچی -

بادشاہ : (انور سے) تو کیا جانتا ہے ؟

انور : حضور پہلا حال تو جو اس وقت تک بیان ہوا ٹھیک ہے - آگے سنیے : لاش کے پاس عنبر کو پستول اور مجھے کاغذ ملا - ہم نے دونوں چیزیں شاہزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کیں -

وزیر : حضور اس کی گواہی قابلِ ثبوت نہیں - کوتوال کو ہدایت کی جائے کہ اس شخص یعنی وحشی کو تلاش کرے - جہاں تک میرا خیال ہے اور میری عقل کہتی ہے یہ اس لڑکی کا کام نہیں - یہ کام اسی نمک حرام وحشی کا ہے - ملزمہ بالکل بےقصور ہے مگر احتیاط شرط ہے - جس وقت تک اصلی ملزم کا پتا نہ چلے اس کو نظر بند رکھا جائے -

بادشاہ : زہرہ! تو کچھ اور کہنا چاہتی ہے ۔

نادر : حضور مجھے یہ شک ہے کہ میرے کمرے میں سوائے زہرہ کے اور کوئی نہیں جا سکتا ۔ پھر پستول کس طرح وہاں گیا ۔

زہرہ : حضور میں بالکل بے گناہ ہوں ۔ پستول کی مجھے مطلق خبر نہیں کہ وہاں کیونکر گیا ۔ میں اپنے لیے اس قدر کہہ سکتی ہوں کہ میں بالکل بے گناہ ہوں ۔

گانا

کیسے کہ مانوں تورا کہا ۔ گیا کیسے وا کا جیروا ۔
چھوڑ نگروا سندر ڈگر چلت پھانست گروا ۔ کیسے کہ
مانوں . . . .

چھل کی نل کی یہ رے بتیاں ، یہ سنا ۔ جانوں چالیں
نوری میں ساری ۔ گھاتیں موہے نہ بتا ۔ ارج گرج
کرت ورت کا ہے جیسا ۔ کیسے کہ . . .

وزیر : حضور مجھے زہرہ کے ملزم ہونے میں کلام ہے ۔ ملزم اصلی وحشی نمک حرام ہے یا کوئی اور ہے ۔ یہ معاملہ قابلِ غور ہے ۔ میری عرض یہ ہے کہ زہرہ نظر بند رکھی جائے اور وحشی کی تلاش کی جائے اور حکم دیا جائے کہ اس لاش کی تجہیز و تکفین ہو اور لاش کو دفن کیا جائے ۔

ہاں اے وزیر دانا ! درست ہے تیرا یہ کہنا - ہم دل سے تیری رائے کو مانتے ہیں - اے چوبدار جلدی اس لاش کو اول منزل پہنچا اور مفرور کی تلاش کے لیے کوتوال تم خود جاؤ یا کسی اور کو روانہ کرو۔ مگر بہت جلدی ملازم اصلی کو حاضر لاؤ -

---

باب دوسرا

پردہ دوسرا

بازار

[پولیس والوں کا ایک گرہ کٹ کو گرفتار کر کے لانا اور چھوڑ دینا ۔ اُلٹا مدعی کو ستانا ڈرانا دھمکانا ۔ آخر لے دے کر دونوں کو رہا کر دینا]

ایک سپاہی : حضور کوتوال صاحب ! میرے پہرے میں یکا یک شور و غوغا ہوا ۔ میں جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ کسی بدمعاش گرہ کٹ نے اس شخص کی گرہ کاٹ لی ہے ۔ یہ دونوں لڑتے تھے ، جھگڑتے تھے ، میں دونوں کو دفعہ چونتیس میں پکڑ لایا ہوں ، اب دونوں پیش حضور ہیں ۔

کوتوال : کیوں او بدمعاش کمینے ! کیا یہ بات سچ ہے ، جلدی بیان کر ۔ معلوم ہوا کہ تو ہرگز اپنے فعل سے باز نہ آئے گا ، بار بار ہم کو ستائے گا ۔

چور : حضور بندہ بالکل بے قصور ہے ، آگے جو حکمِ حضور ہے ۔

[کوتوال کا چور کو مارنا ہنٹر سے]

نہیں حضور میں نے کچھ نہیں کیا ۔ اچھا حضور !
ٹھیرو ٹھیرو ! (رشوت دینا) ۔

[کوتوال کا مدعی اور مدعا علیہ دونوں سے رشوت لینا]

چور : (مدعی سے) کیوں او بدمعاش ! تو نے میری جیب
کاٹی ہے یا میں نے تیری ؟ سچ بتا ۔

مدعی : لیجیے یک نہ شد دو شد ، اور سنیے ۔ جھوٹا بدمعاش
کہتا ہے کہ تو نے میری جیب کاٹی ہے (سائیڈ[1] میں)
واہ ری تقدیر ایسا پھنسا ۔

[آپس میں لڑنا مدعی اور مدعا علیہ کا ۔ مدعا علیہ کا
مدعی کو دھکے مار کر نکال دینا]

۱- aside کے بجائے side میں کہا گیا ہے ۔ اب اُردو میں اس موقع پر
از خود یا اپنے آپ ، رائج ہے ۔ (و۔ ا۔ ر)

پردہ تیسرا

قبرستان

[لاس کا صندوق قبر کے قریب رکھا ہے ۔ گورکن
قبر کھودے ہیں]

گورکن[1] : گانا

اس گھر آنا رے بھائیو ۔ اس گھر آنا رے ۔ اس
گھر آنا رے بھائیو ۔

کاندھے پہ لادے چھوڑ کے جاوے اپنا بیگانا رے
اپنا بیگانہ رے ، اپنا بیگانہ رے ۔

سادھو پنڈت سیٹھ بھکاری کوئی کو نہ چھوڑے
موت کی کٹاری ۔ سب کو ہے جانا رے ۔ سب
کو ہے جانا رے ، سب کو ہے جانا رے بھائیو ۔
اس گھر . . .

آہا ، یہ زمانہ عالمِ فانی ہے ، یہاں چار دن کی

۱۔ متن میں ہر جگہ گورکند لکھا ہے ، بعض لوگوں کی زبان پر اسی
طرح ہے ۔ (وقار)

زندگانی ہے ۔ اس میں رہ کر کسی سے دل نہ لگانا چاہیے ، یاد خدا میں اپنا وقت گنوانا[1] چاہیے ، جس میں اس جہان کی بہتری ہے ، جہاں ہمیشہ زندہ رہنا ہے ۔

[داخل ہونا کوتوال اور سپاہیوں کا]

کوتوال : کیوں قبر تیار ہوئی ؟

گورکن : جی حضور تیار ہے ، مگر زمین بہت سخت ہے ۔

[دفعتاً صندوق کا کھلنا اٹھنا ۔ سب کا بھوت سمجھ کر بھاگ جانا]

اریے بھوت بھوت !

دوسرا : یہ کوئی خراب آدمی ہے جو مرنے کے بعد بھوت بن گیا ہے ۔

تیسرا : ہاں بھائی یہ مردہ تو بھوت بن گیا ۔ اب یہاں سے بھاگو ورنہ سب سے پہلے ہماری گردن لے گا ۔ ہم سب کو کھا جائے گا ، کسی کا کیا جائے گا ۔

چوتھا : اریے بھاگو بھاگو وہ باہر نکل آیا ۔

[سب کا بھاگ جانا اور حسرت کا ہوش میں آ کر باہر نکلنا]

۱۔ اس جگہ 'گنوانا' کا استعمال محل کے اعتبار سے درست نہیں ۔ یہ بھی قافیہ بندی کی پیدا کی ہوئی خرابی ہے ۔ (وقار)

نصرت : ہائیں ! میں کہاں تھا کہاں آگیا ۔ یہ تو قبرستان ہے ۔ اوہو ! یاد آیا جس وقت مجھے پستول لگا تو میں بیہوش ہو گیا تھا ۔ شاید لوگوں نے مجھے مردہ تصور کیا جو دفن کرنے کو قبرستان میں لائے ہیں ۔ اچھا ہوا کہ مجھے اس وقت ہوش آ گیا ، ورنہ وہ لوگ تو زندہ درگور کر جاتے ۔ اف رے مکار زمانے ! تجھ سے ہر وقت بچنا چاہیے ۔ تو کسی کو ایک حالت پر نہیں رہنے دیتا ، دو شخصوں کو ایک جا نہیں دیکھ سکتا ۔ اف رے چرخ کج رفتار ! کیوں میرے در پے آزار ہے ۔ اب تو باز آ ۔ اس حالت کو تو پہنچا دیا ، اب اور تیرا کیا ارادہ ہے ۔ افسوس مجھے اپنی حالت پر رونا آتا ہے کہ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا ۔ افسوس ! صد افسوس ! !

گانا

طالع بد بری کمند ، تن من دھن لگن ہو بلند
ساری گن نہ چھند نادر قسمت ہے ہوے قندبس بس
دوہن لگما ۔

اچھا وحشی ! وحشی او نمک حرام وحشی ! تو نے تو اپنے خیال میں مجھے جان سے مار ڈالا تھا ۔ مگر میری زندگی ابھی کچھ دن باقی تھی جو بچ گیا ۔ خدا نے

اس حالت سے دوبارہ زندہ کر دیا ۔ مگر خیر بچہ تجھے
کب چھوڑتا ہوں ۔ میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں
جائے گا ۔ چلوں اوپر وحشی کو تلاش کروں ۔ اس سے
اپنا انتقام لوں ۔ اگر وحشی چوتھے آسان پر جا کر
پوشیدہ ہوگا تو وہاں بھی دعائے مظلوماں بن کر
جاؤں گا اور اسے ٹھکانے لگاؤں گا ۔ اب چلنا چاہیے ،
دیر نہ کرنا چاہیے ۔ جہاں ملے اسے تلاش کرکے
انتقام لوں ۔

(جانا نصرت کا لنگڑاتے ہوئے اور آنا پولیس والوں کا ،
آپس میں تکرار کرتے ہوئے)

کوتوال : ارے ہمت کرو ، آگے بڑھو ۔ بزدلو ! کیوں
ڈرتے مرتے ہو ؟ جب زندہ انسان کچھ نہیں کر
سکتا تو یہ مردہ کیا کرے گا ۔ اگر یہ کچھ کرتا
تو بے اختیار ہو کر کیوں مرتا ۔

پہلا سپاہی : کوتوال صاحب ! گستاخی معاف ! سات روپے پر تو
ہم اپنی جان نہ گنوائیں گے ۔ دانستہ موت کے منہ
میں نہ جائیں گے ۔ ہم بزدل ہی سہی مگر آپ تو
بہادرِ زمانہ ہیں ۔ ذرا آپ ہی ہمت دکھائیے ، جا کے
تختہ اٹھائیے ۔

کوتوال : چپ ! بے ادب گستاخ !

دوسرا سپاہی : حضور بہادری اور چیز ہے ۔ دیکھیے ہم موت کے منہ
میں جاتے ہیں ۔

کوتوال : شاباش ! بہادر شاباش !

[سپاہی کا جانا ، تختہ اٹھا کر دیکھنا اور صندوق کو خالی پا کر کہنا]

سپاہی : حضور یہ تو خالی ہے ۔

سب : ہیں ! خالی ہے !

کوتوال : تعجب کی بات ہے ، مردہ کیا ہوا ! شاید غائب ہو گیا ، بھوت بن گیا ؛ اچھا اس صندوق کو اٹھاؤ ، بادشاہ سے کہہ دیں گے کہ دفن کر آئے ۔

[سب کا صندوق اٹھانا اور چلا جانا]

باب دوسرا

پردہ چوتھا

محلِ زہرہ

[داخل ہونا زہرہ کے والد کا ، زہرہ کا گلے مل کر رونا]

گانا

زہرہ : ہائی جو نیاری ، کھوئی پت ہاری ، چھل بل دام ،
یہ کام بنانے ---- ہائی - ہوا وہ ، خبر کچھ نہیں - آپ
بن میں آئے ملنے گئی میں زری میں ، اس سے ہوئی
یہ بات مارے پہاتے -

بے شک پیارے والد ! میں قصور وار ہوں مگر تقدیر سے لاچار ہوں - یہ کام میں نے نہیں کیا - خدا معلوم کس کا کام ہے اور تقدیر نے میرے سر لگایا ہے - مگر یہ جو برائی کا بدنما دھبا آپ کو اس وقت میرے دامن پر معلوم ہوتا ہے ، خدا چاہے ایک دن عارضی ثابت ہوگا اور میری نیک نامی کا چاند بدنامی کی گھٹا کو پھاڑ کر مثل آفتابِ عالم تاب کے چمکے گا - اس وقت سب کو یقین آ جائے گا - آپ بھی اس

وقت تک صبر کو کام فرمائیں ۔

والد : افسوس کیا کریں اور کیا نہ کریں بیٹی ! بیٹی میری تو ضعیفی خراب ہو گئی ، مٹی برباد ہو گئی ، ستیا ناس ہو گیا ۔ میں جانتا ہوں کہ تو بے گناہ ہے ۔ مگر کسی کو کب یقین آئے گا ۔ اور جب تک دوسرے کو یقین نہ آئے گا ، کام راس کس طرح آئے گا ۔

زہرہ : آپ مطلق غمگین نہ ہوں ، اُس عالم الغیب کی طرف دھیان لگائیں اور تھوڑے دنوں صبر فرمائیں ۔ انشاء اللہ بہت جلد میری سچائی کا چاند جھوٹ کی بدلی کو ہٹا کر چمکے گا اور تمام عالم دیکھے گا ۔

والد : اچھا بیٹی جس طرح ہوگا صبر کروں گا ، مگر تو کچھ دن اسی جگہ گزار ۔ میں آج سے تیری رہائی کے لیے تدبیر کرتا ہوں ۔ خدا نے چاہا تو بہت جلد کوئی صورت ایسی نکل آئے گی کہ میں آ کر تجھ کو اپنے ہمراہ لے جاؤں گا ۔ ہاں دیکھنا کہیں گھبرانا نہیں اور بھاگنے کا ارادہ نہ کرنا ، ورنہ تم واقعی گنہگار قرار دی جاؤ گی اور ساتھ ہی میں بھی کہیں کا نہ رہوں گا ۔ اچھا خدا حافظ ! میں جاتا ہوں ۔

زہرہ : اچھا ! اے میری کشتی کے ناخدا ، خدا تمہارا کام راس لائے ۔

[جانا زہرہ کے والد کا]

[زہرہ کا بھاگنے کی نیت کرنا]

گانا

زہرہ : داتا میرے سبھی ، زہرہ کے لیے بن تورے کام نہ آئی - داتا دکھ کی بدریا مورے سر پر چھائی - بپتا پڑی ، موری بات گنوائی - اب تو جدائی مورے من میں سمائی - سگری سُدھ بُدھ گنوائی - داتا . . .

ہائے میرے نصیب کی برائی جو آج میرے پیش آئی - اے فلکِ کج رفتار تو کیوں میرے در پے آزار ہے ؟ کیوں مجھ کو ستاتا ہے ؟ ارے ظالم اب تو باز آ - ابھی اور کچھ باقی ہے - اب تو فقط موت کی مُشتاق ہے ، سو وہ بھی آئی جاتی ہے - نہ گھبرا ، بلکہ تو خود اسے گھیر گھار کر لا ، کہ میرا کام تمام کرے اور تیرا دل ٹھنڈا کرے -

[جانا زہرہ کا]

پردہ پانچواں

جنگل ، جھونپڑی

[ظاہر ہونا وحشی کا]

گانا

وحشی : دیکھیے گھر بار ملا ، گھوڑا اور ہار ملا ، کار زار جو خار ملا ۔ دیکھیے دیکھیے وحشت الدولہ ہوا وحشی سے اب میں ، دیکھو کیا زردار ہوا ، مال کا انبار ہوا دیکھیے . . .

مجھے زر میں کب کوئی کر سکے برابری ۔ مالی سے سردار ہوا ، نادار سے زردار ہوا ، ہزاروں پا گیا درم ، سینکڑوں دینار ملا ۔ دیکھیے . . .

واہ میری قسمت بھی آج کل کیسی زوروں پر ہے کہ ایک تو نوکری سے چھوٹا ، دوسرے امیر کبیر بن گیا ۔ میرا نام پہلے وحشی تھا اور اب میں نے اپنا نام و لقب وحشت الدولہ بہادر رکھا ہے ۔ (بیٹھ کر)

وحشی : ارے باپ رے - بالے بھی بنوا دوں تجھے بندے بھی بنوا دوں تجھے ، ہنسلی بھی بنوا دوں تجھے -

منی جان : ہاں ایسے چلوں ، ایسے پھروں پھر نہ کروں تکرار -

وحشی : سب کچھ تیار ہے ، بوسہ درکار ہے ، لا بوسہ دلا دے --- میاں

منی جان : کیوں میاں ! میرے اچھے میاں ، یہ چیزیں میرے واسطے کب لاؤ گے ، میرے ہاتھ میں تو درد ہوتا ہے -

وحشی : ہاں پیاری بہت جلدی یہ سب سامان لاؤں گا ، تم نہ گھبراؤ -

گانا

لا دوں تجھے موتی مالا - لاکھ کا ، لاکھ کا ، جانی دو لاکھ کا - لا دوں ، ہتھ کڑی ، آرسی ، چمپا کلی بھی اعلیٰ ، کانوں میں بالا لاکھ کا --- لا دوں - ہاتھوں کے کنگن ، بجلی ، چھلا ، جگنو اے جان ، بچھوا پیر میں پائل جڑاؤ - جھمکا زنجیر جانی --- لا دوں -

[دونوں کا گلے میں ہاتھ ڈالے جھونپڑی میں جانا اور داخل ہونا نصرت کا]

نصرت : میں نے تمام جگہ وحشی کو ڈھونڈا مگر کہیں اس کا پتا نہ پایا -

[سینڈ کی طرف ہاتھ رکھ کر]

مگر کیا او وحشی ! کیا تو میرے ہاتھ سے بچ

جائے گا ؟ ہرگز نہیں ، کبھی نہیں ۔ مجھے یاد رکھ ، اگر ہفت افلاک پر جائے گا تو وہاں بھی دعائے مظلوماں بن کر آؤں گا اور تجھ کو ٹھکانے لگاؤں گا ، بغیر انتقام لیے نہ رہوں گا ۔

گانا

چھوڑوں نہیں جیتا تجھے وحشی تجھے ماروں ۔ آنکھیں پھوڑوں ، ٹانگیں توڑوں ، ڈھونڈوں چھانوں ۔ رہنے دوں نہ کبھی جیتا ۔ چھوڑوں . . . ۔ جہاں جاوے میں بھی وہاں دوڑ آؤں ۔ چھوڑوں نا نا ۔ چھوڑوں کیسے ؟ . . . تو جو دھوکے سے بھاگا تو میں بھی دوں گا دھوکا ۔ ماروں ایسا جی کھووے رو رو . . . چھوڑوں ۔

[نصرت کا جھونپڑی کی طرف دیکھ کر کہنا]

ہیں ! یہ میرا پرانا مکان ہے کہ جس میں میں رہا کرتا تھا ۔ ہیں ! اس میں روشنی کیسی معلوم ہوتی ہے ۔ کیا یہاں کوئی رہتا ہے ؟ آگے بڑھ کر معلوم تو کروں کہ ہے کون ؟

[دروازے پر آہستہ سے کھانسنا اور اس کو بند پا کر کہنا]

دروازہ تو بند ہے ۔ اس کے سوراخ میں سے دیکھوں کہ کون ہے ؟ (دیکھ کر ، خوش ہو کر) اوہو یہ تو وحشی ہے ۔ میں جس کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک پہنچا

اور میں نے شادی بھی کرلی ہے ۔ مکان کو بھی
نئے سرے سے بنوایا ہے ۔ اس حالت میں کوئی مجھے
نہیں پہچان سکے گا ۔ بلکہ اگر نصرت دوبارہ زندہ ہو
بھی جائے اور یہاں آئے بھی تو مجھے نہ پہچانے گا ۔
بلکہ میرے یہاں ہونے کا گمان بھی نہ کرے گا
(کچھ سوچ کر) اف! نصرت کا نام لینے سے میرا دل
گھبراتا ہے ، کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ اب کیا کروں؟
ہاں ذرا اپنی نئی بی بی کو بلاؤں ، اس کی باتوں سے
دل بہلاؤں ۔

(وحشی کا نئی عورت کو آواز دینا)

وحشی : (سائڈ کی طرف منہ کرکے) آئے بی منی جان ! آئے بی
منی جان !

منی جان : (اندر سے) میرے میاں میں آئی ۔

(داخل ہونا منی جان کا)

گانا

منی جان : باتوں میں سجی ہوں پھولوں کی ہوں ڈالی ۔ چھب
بانکی ، ترچھی نجریا ، بالوں میں حور و پری ، موری
ثانی نہیں ۔ زلفیں موری عضب ناگوں جیسی کالی ۔
چھب بانکی . . .

(وحشی سے) اجی میری جان ! مجھے بالیاں ، توڑا ،

چمپا کلی ، کڑے ، کنگن تو بنوا دو ۔

وحشی : ہاں کیوں نہیں ، میری جان ۔ جو تو کہے گی وہ بنوا دوں گا ۔ بھلا ایک بوسہ تو دے دے ۔

منی جان : واہ جی ! آپ کو تو بوسوں ہی سے کام ہے ۔ میں جو کہتی ہوں وہ بھی سنتے ہو یا نہیں ۔ میں بوسہ ہرگز نہ دوں گی جب تک میری چیزیں نہ لادو گے ۔

وحشی : پیاری ! تیرے سر کی قسم ، تو بوسہ تو دے ، پھر جو کہے گی وہی لا دوں گا (بوسہ لینا) ۔

[گانا منی جان اور وحشی کا]

منی جان : سیّاں مجھے ہاتھوں کے کنگن بنا دے ، تو پہنچی بنا دے ۔ سیّاں مجھے . . .

وحشی : جو تو کہے گی وہی کروں گا ، لا دوں گا وہی میری جان ۔

منی جان : چلو !

وحشی : تیری قسم لا دوں گا ، وہی میری جان !

منی جان : اجی جاؤ جاؤ !

وحشی : لاؤں گا وہی میری جان !

منی جان : توبہ توبہ توبہ ، دیکھو چھوڑو ٹوٹا میرا ہاتھ ، اوئی میں گئی ، ہائے

ہوں ۔ اب میرے بدلہ لینے کا وقت آیا ہے ۔
سیڑھی لگا کر چھت پر چڑھتا ہوں ، اس کو پکڑتا
ہوں اور نمک حرامی کا مزا چکھاتا ہوں ، کمبخت کو
ٹھکانے لگاتا ہوں ۔

[چھت پر چڑھ جانا سیڑھی لگا کر ، کھٹ کھٹ کی آواز سے
وحشی کا چونکنا اور اندر سے بولنا]

وحشی : ارے کون ؟ چور ! چور ! چور !

نصرت : چور نہیں ہے ، بلکہ سینہ زور ہے ۔ میں چور نہیں
ہوں بلکہ نصرت ہوں نصرت ! اپنا بدلہ لینے کے واسطے
یہاں آیا ہوں ، خبردار ہو جا اور اپنی جان کی
حفاظت کر ۔

[وحشی کا دروازہ کھول کر نکلنا ، اوپر سے زینہ چڑھا دینا]

وحشی : اوہو یہ بدذات تو پھر زندہ ہوگیا ۔ بیٹا اب پڑے گھوٹا
کرو ۔ دیکھوں کیونکر باہر آتے ہو اور بچ کر جاتے
ہو ۔ لو اور اوپر سے تالہ لگاتا ہوں ۔ (قفل لگانا)

[نصرت کا پھر سیڑھی سے اترتے دکھائی دینا]

نصرت : خبردار ! خبردار ! میں آ گیا ہوں ۔

وحشی : (خود سے[۱]) اوہو سیڑھی اُٹھانا میں بھول گیا ۔ اب اس
سے اُتر آئے گا ۔ بہتر ہے میں اپنی جان بچاؤں اور یہاں
سے بھاگ جاؤں ۔

[بھاگنا وحشی کا اور اس کے پیچھے نصرت کا]

۱۔ اضافہ مرتب

باب دوسرا

پردہ چھٹنا

بازار

[انور اور عمر اور حمد لڑکوں کا داخل ہونا]

سب : گانا

کھانے سے پینے سے جی ہے بھرا ، کانوں کا تانوں کا
پایا مزا ۔

یاروں میں ، پیاروں میں ، ڈولیں سدا ۔ باتیں ہیں سدا ۔
شاہانہ پیاری سبھا ۔ یاروں کا یارانہ ہووے سوا ـــــ کھانے
سے ، آہا ہا ہا ! آہو ہو ہو !

شان کیا سب سے لالہ ، سب سے اعلیٰ ، سب سے
بالا کیا ہے یہ جا بن گدھی میں پڑا دُم کٹا بے تکا ،
جیسے سڑی ، کسی چپ چپ کھیلیں گے ، کودیں
گے ، ہووے مزا کھانے سے . . . ۔

عنبر : ارے بھائی آج کل میری طبیعت ایسی خراب ہو رہی
ہے کہ میری معشوقہ بھی مجھ سے نہیں ملتی ۔ کچھ

ایسا ڈھنگ کرو کہ چنچل سے میری شادی ہو ، خانہ آبادی ہو ، بڑی مہربانی ہوگی ۔ میں تمھارا اور تمھارے باپ دادا کا بڑا مشکور ہوں گا ۔

انور : لو یارو ، اس بڑھاپے میں انھیں شادی کی سوجھی ہے وہی مثل ہوئی ۔ بوڑھی گھوڑی لال لگام ، واہ واہ ، لو میرا سلام !

ایک لڑکا : ہاں بھائی کہتے تو سچ ہو ، شادی ہم ایسوں کی ہونی چاہیے کیونکہ ہم شادی کے لائق بھی ہیں ۔

[داخل ہونا نجومی اور زہرہ کے والد کا]

نجومی : صاحب پوچھیے آپ نے جو دریافت کرنا ہے ۔

والدِ زہرہ : اجی کیا کہوں میری لڑکی نظر بند ہو گئی ہے ۔ اُس کی رہائی کے واسطے کچھ تجویز ہونا چاہیے ۔ اُس کا ستارہ کب چمکے گا ؟

[نجومی کتاب دیکھ کر]

نجومی : اجی آج سے آٹھ دن بعد وہ رہائی پائے گی اور ستارہ چمکے گا ۔

عنبر : (لڑکوں سے) اُلو کا پٹّھا کیا غپیں ہانک رہا ہے ۔

[انور کا عنبر کو پوچھنے کو کہنا]

انور : اجی تم بھی پوچھ لو کہ میری چنچل جان مجھ کو کب ملے گی ۔

والدِ زہرہ : آج سے آٹھ روز بعد ضرور ملے گی ، اچھا لو بندگی ۔

نجومی : بندگی !

[والدِ زہرہ کا جاتے ہوئے پھر رک کر پوچھنا]

والد : کیوں نجومی صاحب ! میں نے آپ کو بندگی بھی کی یا نہیں ؟

نجومی : جی ہاں !

انور : (لڑکوں سے) کیا سڑی ہے ، لو بندگی کا پوچھتا ہے ۔

والدِ زہرہ : تو آداب عرض !

نجومی : آداب عرض !

[والدِ زہرہ کا پھر جاتے ہوئے رک کر پوچھنا]

والد : ہاں جناب تو میں نے آپ کو بندگی تو نہیں کی ؟

نجومی : جی ہاں کر لی ۔

عنبر : بوڑھا بھی عجب اُلو کا پٹھا ہے ۔ اس کو اتنا یاد نہیں کہ میں نے بندگی بھی کی ہے کہ نہیں ۔ کمبخت ہمارا بھی مزا گنوا رہا ہے ۔ اسے تسلیمات کی پڑی ہے اور مجھ کو چنچل جان کی فکر پڑی ہے ۔ کب یہ کمبخت دفان ہو اور ہم دریافت کریں ۔

انور : اجی عنبر میاں ! آپ نہ گھبرائیں ۔ ہم آپ کی چنچل کی بابت دریافت کیے لیتے ہیں ، جلدی کیا ہے ۔

عنبر : لو اور سنو ! اجی جلدی تو وہ ہے ، وہ ہے ، کہ بس !

والدِ زہرہ : اچھا جناب کل ملیے گا ضرور (چلا جانا)

[نجومی کا جانا چاہنا ، لڑکوں کا روکنا ، نجومی کا گھبرانا]

انور : جی نجومی صاحب ! ذرا تشریف رکھیے اور اسے ملاحظہ فرمائیے ۔

دوسرا لڑکا : آرام فرمائیے ۔

انور : جی آپ ان کو ملاحظہ فرمائیے کہ عنبر میاں کو چنچل جان کب ملے گی ۔ ٹھیک بتاؤ گے تو انعام پاؤ گے ۔

عنبر : اجی ہاں جناب میرے حال پر رحم فرمائیے ۔ ذرا ٹھیک ٹھیک ملاحظہ فرمائیے کہ میری پیاری چنچل جان مجھ کو کب ملے گی ؟ دل کی کلی کب کھلے گی ؟

نجومی : اجی صبر تو کرو ، ملاحظہ تو کرتا ہوں (دیکھ کر) آج سے تیسرے روز چنچل جان ضرور ملے گی ۔

عنبر : (خوش ہو کر) ضرور ملے گی ! اگر میری چنچل جان مجھ کو ملے گی تو تم بھی کل آنا ، ضیافت کھانا ۔

انور : کیا کچھ کھلاؤ گے ؟

عنبر : اجی کیا کچھ کھلاؤں گا ؟ لو میرے پاس ایک پیسہ تھا سو دھیلے کی بیڑی پی لی ہے اور دمڑی کی ادرک

بگھار کے واسطے لے جاؤں گا ۔ باقی ایک دمڑی ہے سو تم جو چاہو کھا لو ۔ اور ان کو بھی کھلا دو اور انعام بھی ان کا دے دو ۔

نجومی : اجی بس یہی انعام ہے ۔ ایک دمڑی میں سے کیا میں کھاؤں گا ، کیا ان کو کھلاؤں گا اور کیا انعام پاؤں گا ۔ اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس دمڑی کا بھی کچھ بگھار کے واسطے لے جائیے ، اور بندے کو رخصت کیجیے ، بندگی ! میں جاتا ہوں ۔

انور : اجی خفا کیوں ہوگئے ؟ ذرا ٹھہرو تو سہی ۔

نجومی : اجی نہیں ، مجھے جانے دو ۔

سب لڑکے : اجی ذرا ٹھہرو تو سہی ۔

نجومی : یا اللہ یہ شیطانی لشکر میرے پیچھے پڑا ہے ۔ ان سے کیونکر جان چھڑاؤں ؟ ہاں بہتر یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤں ۔

[نجومی کا بھاگنا ، اور کہتے ہوئے کہ اچھا بھائی میں ضرور کل آؤں گا اور تمہاری برات میں شامل ہوں گا ، چلے جانا]

انور : بھائی ضرور آنا ۔ اچھا ، گئے ، خیر شیطان کے حوالے کیا ۔

عنبر : ہاں ضرور آنا ، مگر کھانا گھر سے کھا کر آنا ۔

نجومی : (بھاگتے ہوئے) بہت اچھا (پرے جا کر) کمبخت کون

آتا ہے ۔ جیسے آج گت بنی ہے اگر ایسی ہی بنوانی ہوگی تو کل ضرور آؤں گا ۔

[چلا جانا]

انور : اچھا اب بات تو ہو چکی ۔ کل چنچل کے مکان پر عنبر میاں کی بارات لے کر چلو اور ان کی خانہ آبادی کرو ۔

عنبر : ہاں یار ضرور کرنا چاہیے ۔ تمھاری بڑی مہربانی ہوگی ، کیونکہ میں بھی ایک ہی ماں باپ کا بچہ ہوں ۔ ماں ہو تو سو تم اور باپ ہو سو تم ، الغرض جو کچھ ہو تم ہو ۔

[سب لڑکوں کا مل کر گانا]

گانا

بڑی سمجھ سب کی سگری نگری پاؤں پڑی ، کھول آنکھ ، دیکھ شان اب کی ۔ بڑی سمجھ ۔

ایک : چل ہٹ ، چل ہٹ ، گڑ بڑ چھوڑ ، منہ زوری مت کر دور بچہ ۔

دوسرا : عقل بڑی سب کی ۔ میں شیر ہوں ، دلیر ہوں ۔

تیسرا : چل اے اناڑی ، تجھے خبر ہے کیا ۔

چوتھا : سب سے ہوں اعلیٰ ، ڈھنگ ہے نرالا ۔

پانچواں : بنا متوالا ، جامہ جوڑی والا ، ہو دشواری ، بھاگ بھکاری ، چور جواری ، چل ہٹ پرے ۔

انور : میاں میرا خیال اور ہے ، میں پوچھتا ہوں اگر وہ بڑی چالاک ہوئی تو تم کیا کرو گے ، کس طرح قابو کرو گے ؟

عنبر : واہ بھئی واہ ! تم بھی خوب آدمی ہو ۔ ارے میاں ، وہ عورت ہے یا گھوڑی ، جو میں قابو نہ کر سکوں گا ۔ اجی وہ وہ باتیں سناؤں کہ سدا میرا ہی دم بھرے، دوسرے کی طرف منہ نہ کرے ۔

انور : اجی وہ کیا باتیں کرو گے ، ذرا ہمیں بھی تو سناؤ ۔

عنبر : اجی ایسے ایسے ترانے دھرپت سناؤں کہ خوش ہو جائے ۔ میں نے بڑے بڑے استادوں سے چیزیں حاصل کی ہیں ۔

انور : اچھا کچھ نمونے کے طور پر یاروں کو سناؤ تو معلوم ہو ۔

عنبر : لو سنو !

گانا

روتے کو ہنسانا ، سوتے کو جگانا ، بجانا ، چلانا ،
ہوں ہوں واہ ! روتے کو ، دیکھو تان بھی لگاتا ہوں
آں آں آں آں آں ہاں ۔ روتے کو . . . ترانہ گانا ،
ٹپہ اڑانا دھرپت تروٹ میں سناتا ہوں ۔ سارے گانے
والے میرے آگے ہیچ ۔

تان سین باورچی خانے کے ، داروغہ کھانے پکانے کے ،
دال میں لگانا ایسا بگھار ، چھور چھلانا نا نا نا جھوم

جھنا نا نا نا ، جھوم جھنا نا نا نا ، جھوم جھنا نا نا نا
—— روتے کو ۔

سب لڑکے : واہ واہ کیسا عمدہ گانا ہے ، واقعی تان سین کا ترانہ ہے ۔

عنبر : اجی جس وقت میں گاتا تھا میرے استاد واہ واہ اور آورین کہا کرتے تھے کہ واہ بیٹا اچھا گانا ہے ۔

انور : واہ جی ، بہت عمدہ !

عنبر : کیوں کیا کوئی خرابی ہے ؟

انور : نہیں نہیں ، کوئی خرابی نہیں ہے ۔

عنبر : اچھا تم بھی تو کچھ سناؤ یا فقط باتیں ہی بناؤ گے ۔

انور : اچھا تو سنو ۔

عنبر : سناؤ ۔

سب : **گانا**

لا کا لا کا جھرمٹ کا بازار ، بولو بولو میرا من تمھیں بھایا ۔ بن دولو ، یاروں میں مل جاؤ ، غنچہ سا کھل جاؤ ۔ ذرا بہلاؤ دل ، سرشار بولو . . . ٹیں ٹیں بجا لو ، چٹکی بجا لو ، پنجرا کدھر گئے بھول ، پڑھو تو میاں مٹھو ! نبی جی بھیجو ۔ پڑھو تو پڑھو ، نہیں تو پنجرا خالی کرو ۔

[سب کا جانا ، پردہ گرنا]

باب دوسرا

پردہ ساتواں

لائٹ ہاؤس ، سمندر

[سمندر کے کنارے آگن[1] بوٹ کا آنا ۔ کلابہ ستون کا دکھائی دینا ۔ وحشی کا گھبرایا ہوا آنا اور ایک بوٹر سے جہاز بلانے کو لالٹین مانگنا ، بوٹر اور وحشی کی تکرار ۔ وحشی کا بوٹر کو سمندر میں دھکا دینا اور خود بتی لے کر جہاز بلانا اور اس میں سوار ہونا ۔ پھر نصرت کا آنا اور زبردستی جہاز میں سوار ہونا ۔ آگن بوٹ والوں کا آپس میں لڑنا ، نصرت کا سب کو مارنا ، وحشی کا گھبرا کر آگن بوٹ میں آگ لگا دینا ۔ آگن بوٹ کا جل جانا ، وحشی کا تختے پر بہتے نظر آنا ۔ اس کے پیچھے نصرت کا بھی تختے پر بہتے ہوئے وحشی کے تعاقب میں آنا ۔ وحشی کا بچ کر نکل جانا]

وحشی : بوٹر بوٹر ! جہاز کو جلدی ادھر بلاؤ ۔ ہم سوار ہوں گے ۔

بوٹر : جہاز نے لنگر اٹھا دیا ۔ اب نہیں آئے گا ۔

وحشی : ارے جلدی بلا ، نہیں تو لالٹین مجھے دے ۔

---

[1]- اصل متن میں ہر جگہ آگ بوٹ ہے ، میں نے بدل کر آگن بوٹ کیا ہے ۔ (وقار)

بوٹر : پاگل ، چلا جا نہیں تو پولیس کو بُلا کر حوالہ کر دوں گا ۔

[وحشی کا بوٹر سے لڑنا اور لالٹین چھین کر اس کو سمندر میں گرا دینا اور آپ بتی لے کر جہاز کو بلانا]

وحشی : (بتی دکھا کر) جلدی جہاز ادھر لاؤ ۔ ہم سوار ہوں گے کیونکہ ایک ضروری خط گورنر صاحب کا لے جانا ہے ۔

جہاز والے : اچھا جلدی سوار ہو جاؤ ۔

وحشی : ہاں لو ، میں سوار ہوگیا ۔ جلدی جہاز چلاؤ ، ارے جلدی چلاؤ ، جلدی جلدی ۔

[وحشی کا جہاز میں سوار ہونا ، جہاز کا چلنا ۔ نصرت کا آنا اور چلتے چلتے کود کر جہاز میں زبردستی سوار ہونا]

نصرت : ارے ٹھہرو ، میں بھی سوار ہوں گا ۔ ٹھیرو ٹھیرو ۔

وحشی : جلدی چلاؤ جلدی ، یہ میرا دشمن جانی ہے ، اس سے مجھ کو بچاؤ ۔

[جہاز میں آگ لگنا ۔ نصرت اور وحشی کا تختے پر بہتے ہوئے نظر آنا]

ڈراپ سین

باب تیسرا

پردہ پہلا

جنگل

[وحشی اور نصرت کا مقابلہ کرنا]

[داخل ہونا وحشی کا]

گانا

وحشی : او وہ آ گیا ، چھکے چھوٹے چلتے چلتے ، کل کل سے ،
کھل بل سے ، چھل بل سے ، لو وہ آ گیا ۔
ادھر اُدھر کو ، کدھر کو چھپ کے بیٹھوں ۔ کہوں
کوسے جیروا مورا برح برح سنانا نا نا نا ۔ مر جے ۔
دھڑک دھڑک دھڑک کرکے کرکے دھڑکے
ہوگا زار لوگو ، آپ خوار ، زار ، نا بکار ، جان ہار ——
لو وہ آ گیا ۔

ہائے خدایا اس کا ستیاناس ہو ۔ یہ موذی میرا پیچھا
نہیں چھوڑتا ۔ خیر میں اس درخت کی آڑ میں چھپ جاتا
ہوں اور کسی نہ کسی طرح اس کو قتل کرتا ہوں ۔

[چھپ جانا وحشی کا ، داخل ہونا نصرت کا]

نصرت : خبردار! وحشی، او وحشی، بد ذات وحشی، تو نے اس معمولی زر کے واسطے میری جان تک کو نقصان پہنچایا۔ تو نے تو اپنی طرف سے مجھے مار ڈالا مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا، لے اب میں آ گیا (خود سے[۱]) اوہو وہ تو اس درخت کی آڑ میں ہے۔

[نصرت کا درخت کے پاس جانا، وحشی کا پیچھے سے خنجر مارنا، دونوں کا اپنے آپ کو بچانا، وحشی کا نصرت کو دھکا دے کر نکل جانا]

وحشی : نصرت خبردار! میں پھر ابھی حق نمک ادا کرتا ہوں۔ دیکھ کوئی تجھ کو گرفتار کرنے آتا ہے، ہوشیار ہو جا۔

نصرت : ہیں! مجھ کو؟ کون؟

[نصرت کا دیکھنے لگ جانا، وحشی کا ایک اور درخت کی آڑ میں چھپ جانا۔ نصرت کا پلٹ کر آنا اور وحشی کو نہ پا کر کہنا]

اچھا وحشی! تو دھوکے سے بچ گیا، مگر اب کہاں جائے گا۔

وحشی : (آڑ سے) آ تو سہی، داؤں لگاتا ہوں اور تجھ کو جہنم کی سیر کراتا ہوں۔

[نصرت کا درخت کی آڑ سے نکل کر وحشی کو اور درختوں کی آڑ میں تلاش کرنا۔ وحشی کا دھوکے سے خنجر مارنا۔ نصرت کا گرنا، وحشی کا ظاہر ہونا، اور دو چار خنجر اوپر سے مارنا۔ نصرت کا مر جانا]

۱۔ اضافہ از مرتب

باب تیسرا

پردہ دوسرا

بازار

[عنبر کی بیوی زعفران اور چنچل کا باہم گفتگو کرتے نظر آنا]

چنچل : بہن سنا ہے تمھارا خاوند مجھ پر مرتا ہے۔

زعفران : ہاں بہن، سنا تو میں نے بھی ہے۔

چنچل : دیکھو بہن! آج اگر آئے تو خوب گت بنائیں، عاشق ہونے کا مزا چکھائیں۔

زعفران : بہن! میں نے تو سنا ہے کہ آج وہ لونڈوں کے ساتھ دولھا بن کر، برات لے کر، تمھارے گھر پر بیاہنے آئے گا۔

چنچل : اچھا اگر آئے گا تو خوب مزا پائے گا۔ ایسی خاطر کروں کہ تمام عمر نہ بھولے، اور کبھی حجامت کی ضرورت ہی نہ ہو۔

[باہر سے باجوں کی آواز کا آنا، غل کی آواز]

زعفران : لو بہن برات آ پہنچی۔ ہمیں ایک طرف ہو کر دیکھنا چاہیے۔

[عنبر کا سہرا وغیرہ باندھے باجے گاجے کے ساتھ داخل ہونا]

گانا

سب لڑکے : عنبر میاں دولہا بنے ، سہرا بندھا ، جوتیوں کا ہار ،
پڑے صورت پر پھٹکار۔ عنبر . . .

آج ہے بڑی خوشی کی گھڑی ، شادی آ پڑی ۔
سن لو زری ، مجھ کو دلواؤ انعام ۔ عنبر میاں . . .

باجے بجیں پیارے کھن کھن کھن ۔ ڈھول تاشے نقارے
ٹھن ٹھن ٹھن ۔ تولیں ستارے مجیرے چھن چھن چھن ۔

ایک : لیجیے حقّہ ۔

دوسرا : دیجیے دھکاّ ۔

تیرا : ماروں مکاّ ۔

سب : پھرتی گجریا نجریا کنوڑیا ۔ ہے پتلی کمریا ، وہ چنچل
ہریا ، ہے دل پہ لگاتی ادا سے مرے نلوریا ۔

عنبر : چپ !

سب : عنبر میاں دولھا ہے ۔

چنچل : لو بہن ، مزا دیکھا ۔

زعفران : ہاں بہن ، دیکھا کیا میرے سینے میں تو انگارے
جل رہے ہیں ۔

گانا

سب لڑکے : ہووے مبارک جنیاں نے ماری ترچھی نجریا۔

مہندی کے بدلے ہاتھوں میں گوبر۔ سہرے کے بدلے گلے میں جوتیاں رہے۔ منہ میاں دولھا کا بن گیا چولھا۔ پھٹے پھٹے دیدے، صورت بھنس کی۔

عنبر : شادی بگاڑو نا، عزت اتارو نا۔

انور : چپ چپ کیسی باندھی کمریا — ہووے مبارک۔

[ایک لڑکے سے انور کا کہنا]

ارے یار! میاں عنبر سے کہو کوئی اور گانا سناؤ۔ معشوقہ کے پاس چلے ہو، طرح طرح کے انگریزی ٹپّوں سے رِجھاؤ، مگر ایک دو یاروں کو بھی سناؤ۔ اس کو ایسے ایسے گانے سناؤ کہ وہ بھی عنبر پر لٹّو ہو جائے، اور کسی کی طرف آنکھ نہ اٹھائے۔ ہاں یار سناؤ۔

عنبر : اجی مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔ ہاں ایک چیز یاد ہے جو میرے استاد نے بڑی محنت سے سکھائی ہے۔ وہ خود بھی اس کی تعریف کیا کرتے تھے کہ بیٹا بہت اچھا گاتے ہو، تمھارا ہی حصہ ہے۔

انور : ہاں یار تو ضرور سناؤ، ایسی چیز تو ہم ضرور سنیں گے۔

عنبر : جو یاروں کی مرضی ، لو سنو ۔

گانا

تنا تنا تنا تنا رے جی تنا تنا تنا تنا تنا ۔ تین تین تین ،
تیں ین تن تین اوبو تنا ۔

ہم پورے ہیں عسق میں ، تم پورے دلال ۔ چنچل
مجھ سے آن ملے تو بنوں لالوں کا لال ، کنتھ بن
ہوگی اکیلی میری جان ، میں بھی پہنچا آن ۔ اچھی
طرح ناچو کودو ، ملے گی چنچل جان ۔ تنا تنا . . .

سب لڑکے : ناچ کود کے جو کرو تم ہم کو راضی ، چنچل
کو دلوائیں گے کر حیلہ سازی ۔

انور : دو ٹھیکا تک دھنا ــ تنا ۔

[ظاہر ہونا زعفران اور چنچل کا]

چنچل : کیوں موئے کس کے گھر برات لے کر آیا ہے اور
کس سے شادی کرنے آیا ہے ؟

عنبر : ابھی میں تو نہیں آیا ، یہ لونڈے مجھ کو دولھا
بنا کر لائے ہیں ۔

چنچل : خیر اب میں تیری اچھی طرح شادی کیے دیتی
ہوں ۔ لے موئے اپنی کرنوت کی سزا ۔

[چنچل کا جوتے مارنا ، لڑکوں کا ڈھول بجانا ۔ مذاق
اڑانا اور سب کا چلا جانا]

باب تیسرا

پردہ تیسرا

جنگل

[داخل ہونا زہرہ کا فقیرانہ لباس میں [1]]

گانا

زہرہ : بھٹکتی پھرتی ہوں عالم میں، غربت ایسی ہوتی ہے
چھٹا گھر بار، بدبختوں کی قسمت ایسی ہوتی ہے
کہاں جاؤں کہیں راحت نہیں ملتی زمانے میں
کوئی رخ بھی نہیں کرتا، مصیبت ایسی ہوتی ہے
تنگ آ کر ذلیل و خوار ہو کر گھر سے نکلی ہوں
یہاں بھی دق ہوں طالع سے، نحوست ایسی ہوتی ہے

افسوس میری قسمت کی بدبختی نے یہ رنج دکھایا، جس نے میرے دل کو دیوانہ بنایا۔ ہائے کہاں وہ خوش قطع مکان، جنت نشان، کہاں یہ جنگل بیابان۔ وہ عیش و عشرت کا مکان، آرام و راحت کا سامان سب خواب و خیال ہو گیا۔ اب کبھی یہ بھی نہ ہوگا کہ

۱۔ متن میں اس جگہ تھا 'بلباس فقیرانہ'۔ (وقار)

جتاتی ہے ؟ میں تیرے دام میں نہ آؤں گی ۔

چنچل : (راستی سے) اچھا بی‌بی اب تو چلی چل ۔میں شاہزادے سے کہہ دوں گی وہ تجھ کو رہا کر دیں گے ۔ یوں بھاگ کر جانا اچھا نہیں ۔

زہرہ : میں تیرے دام میں نہیں آؤں گی ۔ ایک مرتبہ آزما چکی ، اب کیا بار بار آزماؤں گی ۔ اب نو ہمدردی نہ جتا ۔ اگر ایسی ہمدردی تھی نو جھوٹی بات کیوں پہلے زبان سے نکالی تھی ۔ بھید کیوں بتایا تھا ۔ یہ ساری آگ تیری لگائی ہوئی ہے ۔ اب میں تجھ پر کبھی اعتبار نہ کروں گی ۔ جا چلی جا ، اپنا کام کر ، میرے پیچھے نہ لڑ ۔

چنچل : پیاری! میں اپنی خطا پر سرمسار ہوں ، شرمندہ ہوں اور معافی کی خواستگار ہوں ۔ امید ہے کہ تو مجھ کو معاف کردے گی ۔

زہرہ : اب یہ سب فضول ہے ، میری بڑی بھول ہے ، لے میں جاتی ہوں ۔

[زہرہ کا چلا جانا ، چنچل کا کہنا]

چنچل : خیر اب تک تو میرے دل میں بدی نہ تھی مگر اب تیرے ساتھ برا سلوک کروں گی ۔ دیکھوں تو تو کہاں جاتی ہے ۔

[چنچل کا زہرہ کے پیچھے جانا]

باب تیسرا

پردہ چوتھا

اسٹیشن کی پہلی چوکی

[داخل ہونا زہرہ کا]

زہرہ : گانا

اے کاش غم ابھی مرا جائے گا یا نہیں ؟
پھر فلک سحر بھی دکھائے گا یا نہیں ؟
ماتھے پہ بدنصیبی کا دھبا ہے اے فلک
کالک تو میرے منہ کی چھڑائے گا یا نہیں ؟
مدت ہوئی کہ دشت میں آوارہ ہوں ریاض
پھر مجھ کو گھر کی شکل دکھائے گا یا نہیں ؟

آہا یہ تو ریلوے سٹیشن معلوم ہوتا ہے ۔ معلوم نہیں کہ گاڑی نکل گئی یا اب جائے گی ۔

[حیران ہونا زہرہ کا ، داخل ہونا ایک بوڑھ کا ۔ زہرہ کا چلتے چلتے ٹھہر جانا]

بوٹر : لوکل چلوگیو[1]، اپ لائین چکر، کانٹو بدلاؤ، بھائی ہوت!

[زہرہ کو دیکھ کر خود سے]

ہیں! یہ عورت کون ہے؟ یہ رات کے وقت یہاں کہاں آئی؟

[زہرہ سے کہنا]

اے عورت! تو کون ہے جو بےوقت یہاں آئی ہے اور بےخطر جنگل میں پھرتی ہے؟

زہرہ : اے نیک مرد! مجھ پر ترس کھانے والے، یہ بتا کہ گاڑی چلی گئی ہے یا جانے والی ہے؟ اگر جانے والی ہے تو کب جائے گی؟

بوٹر : اے نیک لڑکی! گاڑی تو چلی گئی ہے۔ اب ایک گاڑی صبح پانچ بجے جائے گی۔

زہرہ : ہائے افسوس! گاڑی بھی چلی گئی ہے۔ اب کہاں جاؤں، اتنا وقت کہاں گزاروں۔

بوٹر : اے عورت! کیا تجھ کو گاڑی کا وقت معلوم نہیں تھا جو اس طرح آنے کی تکلیف اٹھائی اور بے باکانہ رات کے وقت جنگل میں چلی آئی۔ کیا تیرے گھر والوں میں سے کوئی نہیں جو تجھ کو منع کرتا، یا تیرے ساتھ آتا، یا یہاں آنے سے روکتا۔ یہ سنسان میدان ویران سر بھیڑیے کے رہنے کا مکان ہے، یہاں تو کیوں آئی؟ کیا زندگی سے بیزار ہے، موت کی طلبگار ہے۔ جا یہاں سے چلی جا، اور کہیں ٹھکانا دیکھ۔

۱۔ اصل متن میں 'غیر فیلو' تھا، قیاساً 'چلو گیو' کیا گیا۔ (وقار)

زہرہ : بھائی! میں کہاں جاؤں ، میرا کہیں ٹھکانا نہیں ، کوئی اپنا یگانہ نہیں ۔ اگر تو نے میرے حال پر ترس کھایا ہے تو تُو ہی بتا کہ میں کہاں جاؤں اور کہاں رات بسر کروں ۔

بوٹر : اے عورت! جگہ تو میں تجھ کو بتاتا ہوں لیکن دو تین گھنٹے کی تمھیں قید اپنے اوپر گوارا کرنی پڑے گی ۔

زہرہ : (حیران ہو کر) قید ! کیسی قید ؟

بوٹر : (کوٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہنا) میں تجھے اس کوٹھڑی میں بند کر جاؤں گا اور باہر سے تالہ لگا جاؤں گا ۔ جب میں صبح گاڑی کے جانے کے پیشتر آؤں گا تو تجھے باہر نکال لوں گا اور گاڑی میں بھی خود ہی سوار کرا دوں گا ۔

زہرہ : اے میرے حال پر ترس کھانے والے نیک مرد ! خدا تجھے خوش رکھے ، مجھے منظور ہے ۔

[دونوں کا کوٹھڑی کی طرف جانا ۔ زہرہ کا اندر جانا ، بوٹر کا دروازے پر قفل لگانا اور دروازہ بند کر کے کہنا]

بوٹر : اے نیک عورت ! یہاں تو آرام سے بیٹھی رہ ۔ آرام کر ، سو جا ، کسی طرح کا خطرہ نہ کر ۔ پانی سامنے رکھا ہے ، پیاس لگے تو پی لینا ، بھوک لگے تو سامنے مٹھائی رکھی ہے ، کھا لینا ۔ صبح میں گاڑی کے جانے سے پہلے آ کر تجھے نکال لوں گا ۔ گھبرانا نہیں ! سمجھ گئی ؟

زہرہ : ہاں میرے محسن! میں سمجھ گئی - خدا تمہیں خوش رکھے ، جاؤ -

[موٹر کا جانا ، داخل ہونا چنچل کا زہرہ کو تلاش کرتے ہوئے]

چنچل : افسوس! میں نے بہت دھوکا دیا مگر وہ میرے دھوکے میں نہ آئی - اب نہ معلوم کدھر چلی گئی - اس کو تلاش کرنا ضرور ہے ، ورنہ میری جان پر تباہی آئے گی - میری جان مفت میں جائے گی - زہرہ کے والد نے مجھے دربار میں بہت بہت تکلیفیں دی ہوئی ہیں - اگر اس موقع پر مل جائے تو ضرور اپنا بدلہ لوں ، کبھی نہ چھوڑوں -

[لاٹھی کی آواز کا آنا ، چنچل کا اس طرف دیکھنا]

ہیں! یہ لاٹھی کی آواز کیسی آتی ہے - ہیں! یہ بڈھا کون ؟ ارے یہ تو وہی زہرہ کا باپ ہے - اب بہتر ہے کہ پوشیدہ ہو جاؤں -

[چنچل کا ایک کونے میں پوشیدہ ہو جانا ، داخل ہونا زہرہ کے والد کا]

والدِ زہرہ : ہائے! نہ معلوم زہرہ کہاں گئی ، کدھر غائب ہو گئی ، کس طرف بھاگ گئی ؟ اس نے میری رہی سہی عزت پر بھی دھبا لگایا - میں نے اس کی رہائی کے واسطے تمام اہل کاروں تک رسائی کی ، اس نے فرار ہو کر میری تباہی کی - افسوس! صد ہزار افسوس!

[ظاہر ہونا چنچل کا]

چنچل : اجی بڑے میاں ، آداب عرض !

بڈھا : ہیں ! تو کون ہے !

چنچل : اجی ، میں ہوں ایک لونڈی ۔

بڈھا : (لکڑی دکھا کر) سچ سچ بتا ۔ (ایک لگا کر) تو کون ہے ؟ مجھے دکھائی نہیں دیتا جلدی بتا (ایک اور لگاتا) ۔

چنچل : اے حضور ! مارے نہیں ، میں ہوں آپ کی لونڈی چنچل ۔

[بڈھے کا لکڑی سے مارنا]

بڈھا : جلدی بتا ، میری زہرہ کہاں ہے ؟ اس کے فراق میں میری لب بر جاں ہے ۔

چنچل : حضور مارے نہیں ۔ ٹھہرئیے ، میں بتاتی ہوں ۔

[بڈھے کا ایک طرف ٹہلتے ہوئے جانا ، چنچل کا اس کو دھوکا دینے کی ترکیب سوچنا]

(خود سے[1]) اس موذی نے مجھ کو مارا ہے ۔ اس کو اب کسی نہ کسی طرح اس لائن سے باندھ دینا چاہیے ۔ گاڑی آئے گی تو دب کر مر جائے گا ، ہمیشہ کا جھگڑا جائے گا ۔ مجھے بدلہ مل جائے گا ، دل تسکین پائے گا ۔

بڈھا : (لوٹ کر) بتاتی ہے یا نہیں ؟ جلدی بتا ، نہیں تو مارے لکڑیوں کے دم نکال لوں گا ، مردہ کردوں گا ۔

[لکڑی اٹھانا]

۱۔ اضافہ مرتب

چنچل : (ایک طرف اشارہ کر کے) حضور! زہرہ وہ جا رہی ہے۔

زہرہ : (اندر سے) خدایا میرے والد کو اس ڈائن سے بچانا۔

[چنچل بڈھے کو لائن کے دوسری طرف لے جا کر دکھانے کے بہانے اس کو گرا دیتی ہے۔ رسی اس کے گلے میں ڈال دیتی ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر لائن سے[1] باندھ دیتی ہے۔ زہرہ اندر سے دیکھ کر غل مچاتی ہے]

چنچل : اب یہاں ٹھیرنا اچھا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ گرفتار ہو جاؤں۔ کوئی آ جائے اور بھید کھل جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔

[چنچل کا بھاگ جانا]

زہرہ : (اندر سے) ہائے ہائے اس نے میرے باپ کو لائن سے[2] باندھ دیا۔ اب گاڑی آئے گی، اور یہ ضعیف شخص پس کر آٹا ہو جائے گا، بے موت مارا جائے گا۔ اب کیا کروں؟

[زہرہ کا، اندر سے مال گاڑی کو آتے دیکھ کر گھبرانا۔ گاڑی کی آواز کا آنا۔ زہرہ کا دیوار توڑ کر باہر نکل آنا اور اپنے والد کو بچانا۔ گاڑی کا آنا، دونوں کا چلا جانا]

۱، ۲- متن میں اس جگہ "لائین کے ساتھ" تھا۔ (وقار)

باب تیسرا

پردہ پانچواں

راستہ

[داخل ہونا وحشی کا]

وحشی : گانا

یا رب دے بجا ، اس سے میرا تن چھڑا ۔ وہ موا نصرت ہے جیتا ، مار ڈالا میں نے پر ہے وہ جیتا ۔ بھوت بن کر آوے گا خوش ہو ، مگن ہو — یا رب دے بجا ۔

سکر ہے اُس خدائے پاک کا جس نے اس ناپاک سے میرا دامن پاک کیا ، اس نصرت سے میرا پیچھا چھڑایا ۔ کیا اچنبھے کی بات ہے کہ ایک دفعہ میں نے اس کو پستول مار کر مار ڈالا ، پھر کمبخت بھوت بن کر آن داخل ہوا ۔ اب کے میں نے بھی ایسا کیا ہے کہ پھر دوبارہ زندہ ہی نہ ہو سکے ۔ اجی زندہ ہونا تو درکنار سانس بھی نہ لے سکے گا ۔ قیامت کو بھی زندہ نہ ہوگا ، ابدالآباد تک مردہ ہی رہے گا ۔

[داخل ہونا جنچل کا]

چنچل : (الگ ہو کر[1]) کون ؟ وحشی ؟ ملازم نصرت ؟ ہاں یہ وہی ہے ۔ اب اس کے ساتھ کوئی ڈھنگ کرتی ہوں اور اس کو گرفتار کراتی ہوں ۔

(ظاہر ہو کر وحشی سے)

آہا ! کون ؟ وحشی یہاں ، خیر تو ہے نا ؟

وحشی : (الگ ہو کر[2]) ہیں ! یہ بلا کہاں سے آ گئی ؟ (چنچل سے) اوہو ، چنچل جان تم ہو !

چنچل : اجی میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ آپ اتنی مدت کہاں رہے جو شکل تک نہ دکھائی ۔ یہ اس وقت میں یہاں اتفاق سے آئی تو آپ کی شکل نظر آئی ، ورنہ آپ بھی نہ دیکھتے ۔

وحشی : اُفّو ! معاف کرنا ، میں نے بڑی غلطی کھائی ۔

چنچل : اجی نہیں ، کوئی ڈر نہیں (الگ ہو کر) دیکھ تو سہی کیسی معافی دیتی ہوں ۔ بلکہ معافی میں بڑا گھر دکھاتی ہوں ۔ (وحشی سے) ہاں ! ہاں ! آپ نے کیا فرمایا ؟ میری سمجھ میں نہ آیا ، ذرا پھر فرمائیے ۔

وحشی : (الگ ہو کر) تیری سمجھ میں خاک آتا ۔ میں خود نہیں سمجھا ، تو تو کیا سمجھے گی ۔ مگر بیٹا وحشی اس

۱۔ یہ اضافہ میں نے کیا ہے ۔ (وقار)

۲۔ aside کا اچھا ترجمہ ہے ۔ (وقار)

کے طور بے طور نظر آتے ہیں ، خدا خیر کرے ۔
(ظاہرا) ہاں ہاں بیگم صاحبہ جو کچھ آپ نے ، میں
نے ، آپ نے ، سمجھا ۔

چنچل : لیکن کچھ بتا ۔

وحشی : کچھ نہیں ۔

چنچل : اجی کچھ کہو تو سہی ، آخر بات کیا ہے ؟ ہم سے
کیوں چھپاتے ہو ؟

وحشی : (الگ ہو کر) بات نہیں کرامات ہے ، سمجھتا ہوں
پھنسانے کی گھات ہے ۔

چنچل : کیوں ، خاموش کیوں ہو گئے ؟ جواب تو دو ۔

وحشی : اجی کچھ نہیں ، ایسے ہی ذرا پیٹ میں گڑ بڑ سی ہو
رہی ہے (الگ ہو کر) تمھاری صورت دیکھنے سے ۔

چنچل : (الگ ہو کر) اب اس کو پکڑواتی ہوں ۔ شور مچا کر
پولیس والوں کو بلاتی ہوں اور اس کو گرفتار کراتی
ہوں ۔ (شور کرنا) دوڑو دوڑو ، یہی موا وحشی ہے ۔
لینا ، پکڑنا ، جانے نہ دینا ۔

وحشی : اری خالہ کیوں شور مچاتی ہے ۔ کس لیے چلاتی ہے ؟
حلق پھاڑ کر مری جاتی ہے (گلا دبانا) ۔

[آنا پولیس والوں کا اور گرفتار کرنا وحشی کو]

وحشی : (کوتوال سے) خبردار ! میرے قریب نہ آنا - جو آئے گا میں جان سے مار ڈالوں گا -

[سپاہیوں کا ڈر کر الگ ہو جانا]

کوتوال : خبردار ! اس بہادر کو گرفتار نہ کرنا -

[ایک سپاہی کا وحشی کو باتوں میں لگانا ، کوتوال کا پیچھے سے آ کر اُسے گرفتار کرنا]

باندھو موذی کو ، خوب جکڑ کر -

وحشی : ارے باوا ، ارے میاں ، یہ کیا ہوگیا ؟

ایک سپاہی : اب کہاں جائے گا ؟ تو خونی ہے -

گانا

کوتوال : بتا دے ، کر نہ پردا ، اب تو جان جا - بتا دے ہم کو ذرا ذرا -

وحشی : ہوئی بات کیا ، جو دوں بتا -

کوتوال : ماروں گا کوڑے ، ارے ہاں ارے (کوڑا مارتے ہوئے[۱])

سپاہیو ، اس کو لے چلو ، دربار شاہی میں پیش کرو اور زہرہ مجرم فراری کی تلاش کرو -

[سب کا جانا]

۱- اضافہ مرتب - (وقار)

باب تیسرا

پردہ چھٹا

دربار

[کورس گانا درباریوں کا]

گانا

آمد کی دھوم مچی ہے دربار میں ۔ جلوہ آرا ہوتے ہیں
سلطان ، رنگ رچا رچا دربار کا—جلوہ آرا ہوتے
ہیں سلطان ۔

بادشاہ : اے وزیر خوش تدبیر ! کیا وہ مجرم وحشی جو فرار تھا ، گرفتار ہوا ؟

وزیر : آپ کے دامانِ کرم کا سایہ جب خادموں کے سر پر آیا تو غلاموں نے مشکل کام آسان کر دکھایا ۔

بادشاہ : اچھا ، اس کو حاضرِ دربار کرو اور اس کے ساتھ زہرہ کو بھی پیش کرو ۔

وزیر : بہت خوب ! (چوبدار سے[1])جاؤ ، باہر سے وحشی اور زہرہ کو لے آؤ ۔

چوبدار : بہت خوب !

[جانا چوبدار کا اور لانا وحشی اور زہرہ کو]

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

بادشاہ : کیوں رے وحشی ، تو نے نصرت نامی چابک سوار کو کس لیے مارا ؟

وحشی : حضور ! سچ تو یہ ہے کہ وہ مجھ کو بہت ستاتا تھا ، اس لیے میں نے اسے مار ڈالا ۔

بادشاہ : اے وزیر دانا ! اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی نے نصرت نامی چابک سوار کو جان سے مارا ہے ، لہذا اس کو بہت جلدی سزائے موت دی جائے ، کیونکہ اقراری ملزم ہے ۔

وزیر : اے چوبدار ! اس کو لے جاؤ اور پھانسی پر چڑھاؤ اور قتل کا مزا چکھاؤ ۔

[لے جانا چوبدار کا وحشی کو]

بادشاہ : اے زہرہ ! تو نے کیوں فراری کی اور قانونِ شاہی سے اِنکاری کی ۔

گانا

زہرہ : اے شاہا کریم ، تو رحیم ، نادر اختر میرا شوہر ، تو ہے رحیم کریم ، خوف سے بھاگی ، جان بچائی ۔ مجرم نہ تھی میں اے شاہا کریم تو رحیم ۔ کریم رحیم اے شاہا ۔

بادشاہ : اے نادر اختر ! تیری کیا رائے ہے ؟ کیا اس کو سزا

دی جائے ؟ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے ، اس کی
اس میں کوئی سازش نہیں معلوم ہوتی ۔

وزیر : بے شک اے شاہا ! تیرا انصاف خوب ہے ۔ بے شک
بے شک اس کا کوئی قصور نہ تھا ، یہ شبہے میں گرفتار
ہوئی ، سزا کی سزاوار ہوئی ۔

نادر : شاہا ! تیری صفت کیا بیان کروں ، تدبیر رہائی کی نہ
تھی کوئی ، تھی جینے سے یہ عاری ہوئی ، لیکن شاہا
اب تو نکلی بے تقصیر — شاہا تیری ۔

گانا

زہرہ : تیری وفا کے میں قربان ۔ تیرے کرم سے ، تیری وفا
سے ، خارِ حسرت رنج و الم کے ، نکلے دل سے ۔ تیرے
کرم ، کے رنج و الم سے ، تیری وفا کے میں قربان ۔

بادشاہ : اے نادر اختر ! آج سے تو میرا ولی عہد ہے ، کیونکہ
تیرا دل انصاف کی طرف مائل ہے ۔ اے وزیر دانا !
بے شک ان کا چاہیے ہاتھ ملانا اور کوئی خوشی کا
گانا گانا ۔

[وزیر کا دونوں کے ہاتھ ملانا اور دعا دینا]

خدایا انھیں شاد رکھنا ، ہمیشہ انھیں آباد رکھنا تاکہ
رہیں یہ شاد و خرم ، نہ پہنچے کوئی رنج و غم ۔

گانا

سب : خوش ہیں جو ہم ، بخیر ہوا کام اے یارو

لو کرو شکر مل کر ، خدا کا آج یارو — خوش ہیں . . .

دل کی کلی ابھی کِھلی - چلی چلی ہوا بھلی بھلی -
ہے کیسی یزدان کی دیکھو بہار ، نہ رکھو یار ، دل
میں غبار - عیش مناؤ ، خوشی مین - خوش ہیں . . .

تمت

دو رنگی دنیا

عرف

کسوٹی

تبصرہ

"دو رنگی دنیا" کا جو مسودہ شاملِ اشاعت ہے اُس کا پورا نام سرورق پر یوں درج ہے : "دو رنگی دنیا عرف کسوٹی"۔ مصنّف کی حیثیت سے اس پر "مہتہ تلسی داس دت شیدا ، کلکتہ" کا نام لکھا ہے۔ "دو رنگی دنیا" نام کے ڈرامے کے متعلق جو معلومات ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے فراہم کی ہیں ، اُن سے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ معلومات اِسی "دو رنگی دنیا" سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُردو تھیٹر ، جلد دوم کے صفحہ ۲۰ پر "دو رنگی دنیا" کے متعلق صرف اتنا لکھا گیا ہے :

> "بھمس جی کابرا جی نے یہ ڈراما پارسی ناٹک منڈلی (۱) کے لیے لکھا جو بہت کامیاب رہا۔"

اِسی کتاب میں آگے چل کر (صفحہ ۲۱۷) اس کا ذکر زیادہ تفصیل سے آیا ہے۔ البتہ وہاں ڈرامے کا اصلی نام "کسوٹی" اور عرف "دو رنگی دنیا" بتایا گیا ہے۔ باقی معلومات یہ ہیں :

"جمعدار کی کمپنی ٹوٹنے کے بعد اس کے منیجر عبدالرحیم نے پنڈت بے تاب کو مشورہ دیا کہ وہ بمبئی چلے جائیں۔ چنانچہ وہ بمبئی گئے اور جاتے ہی پارسی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی میں پچاس روپیہ ماہوار اور ساڑھے سات روپیہ کرایہ مکان پر ملازم ہو گئے ۔۔۔۔

''پنڈت جی کو ملازم رکھتے ہی ڈائرکٹر نے بہمن جی نوروز جی کابرا جی کا ''دو رنگی دنیا'' دے کر فرمائش[1] کی کہ وہ اسے آردو کا جامہ پہنائیں ۔ چنانچہ پنڈت جی نے اسے ۳۰ جون ۱۹۰۳ع کو اختتام تک پہنچایا ۔ یہ تماشا ۱۹۰۳ع میں بریڈلے ہال لاہور میں پہلی بار کھیلا گیا ۔''[2]

نامی صاحب نے پنڈت بے تاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دوسری کمپنی والوں نے اس کمپنی کو آگ لگا دی تو یہ لوگ چلے گئے اور پھر ''نئے سرے سے نیا سامان تیار کر کے 'کسوٹی' کھیلنا شروع کیا ۔''[3]

نامی صاحب نے ''کسوٹی'' کے مختلف ایڈیشنوں کی یہ تفصیلات بیان کی ہیں :

''دلال جیٹھا لال واڑی لال (بک سیلرز) احمد آباد نے جو گجراتی ایڈیسنن شائع کیا ہے اُس پر مصنّف کا نام درج نہیں ہے ۔ صرف 'مرتّبہ منشی عبدالکریم' کلیم لکھا ہے ۔ بھائی دیا سنگھ لاہور نے جو اُردو ایڈیشن چھاپا ہے ، اُس پر بھی مصنّف کا نام درج نہیں ہے ۔ مؤلفہ جناب مہتا داس صاحب متخلص بہ شیدا تحریر ہے ۔ ایچ ۔ ایس ۔ ہری اینڈ کمپنی بمبئی نے 'دو رنگی دنیا عرف کسوٹی' کے

۱۔ اصل میں اس جگہ ''فمہائش'' چھپا ہے ۔ (وقار)
۲۔ اُردو تھیئٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۲۱۸ ۔
۳۔ ایضاً ۔

نام سے جو اُردو ایڈیشن شائع کیا ہے اُس پر مصنّف کا
پورا نام درج ہے ۔ اول دو ایڈیشنوں پر 'جملہ حقوق محفوظ
ہیں' تحریر ہے ۔''[۱]

جس ڈرامے کی نقل سے موجودہ متن مرتّب کیا گیا ہے وہ
اُس ایڈیشن سے مختلف ہے جسے نامی صاحب نے بھائی دیا سنگھ
کا ایڈیشن کہا ہے ، اس لیے کہ اسے چھاپنے والے دیا سنگھ نہیں بلکہ
اسے 'نرائن دت سہگل اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب' لوہاری گیٹ
لاہور نے مطبع واشنگٹن پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں چھپوا کر شائع کیا
ہے ۔ اس ایڈیشن میں دو باتیں ایسی ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ موجودہ ایڈیشن بھائی دیا سنگھ کے چھاپے ہوئے ایڈیشن سے
مختلف ہے ، لیکن نقل اُسی کی ہے ۔ اس قیاس کی دو وجہیں ہیں :
پہلی تو یہ کہ سر ورق پر یہ الفاظ درج ہیں :

''جس کو حسبِ اجازت بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور''
اور دوسری یہ کہ اسے اشاعت کی ''بار دوم'' کہا گیا ہے ۔ گویا
پہلی بار اسے بھائی دیا سنگھ لاہوری نے چھاپا اور دوسری بار
نرائن دت سہگل نے بھائی دیا سنگھ کی اجازت سے واشنگٹن پریس میں
چھپوا کر شائع کیا ۔ اس ایڈیشن کے سر ورق کی پیشانی پر بھی
'جملہ حقوق محفوظ ہیں' لکھا ہے ، البتہ اسے ''مؤلفہ جناب مہتا داس
صاحب متخلص بہ شیدا'' کے بجائے ''مصنّفہ مہتا داس دت شیدا
کلکتہ'' کہا گیا ہے ۔ نام لکھنے کے انداز کا یہ فرق بظاہر اتفاق
یا لاپرواٸی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے ، اس لیے کہ متن کو جس

۱۔ اردو تھیٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۲۱۹ ۔

بے احتیاطی سے نقل کیا گیا ہے اُس کی مثالیں قدم قدم پر سامنے آتی ہیں - ایسی صورت میں نام لکھنے کے تھوڑے سے فرق کو بھی لاپروائی یا بے احتیاطی کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے -

غیرذمہ دارانہ انداز میں نقل کیے ہوئے مسودات میں پیدا ہو جانے والی اکثر غلطیوں کی اصلاح قیاس کی بنا پر کرنی پڑتی ہے - چنانچہ اس مسوّدے کی درستی میں بھی بے شمار مقامات پر قیاس سے کام لینا پڑا - اس کی بعض مثالوں کا ذکر شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو - پہلے چند مثالیں مصرعوں اور شعروں کی :

متن میں ایک شعر یوں تھا :

دودھ اور پانی میں پکّے وفا
جیتے جی مل کر نہیں ہوتے جدا

(۱) تصحیح کے بعد یہ صورت ہوئی :

دودھ اور پانی میں ہے پکیّ وفا
جیتے جی مِل کر نہیں ہوتے جُدا

(۲) متن میں تھا :

طبیعت یک بیک ہوگئی ناساز
رنگ چہرے کا کر گیا پرواز

پہلا مصرع یوں بدلا گیا : ع

یک بیک طبع ہوگئی ناساز

(۳) متن میں تھا :

مجھ سے جو نہ پڑا وہ خدمت کی
اب کیا ضرورت ہے قیمت کی

دوسرا مصرع یوں بدلا گیا : ع

کیا ضرورت بھلا ہے قیمت کی

(۴) متن میں تھا :

ہو رقم کس شوق سے اے غنچہ دہن
اشتیاق کہ بدیدارِ تو داور دلِ من

تصحیح کرکے شعر کو یوں کیا گیا :

ہو رقم کس طرح سے اے غنچہ دہن
اشتیاقے کہ بدیدار تو دارد دل من

(۵) متن میں شعر تھا :

جو کرے ماتم مرا کوئی نہیں
بے تکلف مرنے والے ہم نہیں

بدل کر یوں کیا گیا :

جو کرے کوئی مرا ماتم نہیں
بے تکلف مرنے والے ہم نہیں

(۶) متن میں شعر تھا :

بوے گل باغ سے ہے باد صبا لے آئی
کھینچ کر اُن کو مری آہ سنانے آئی

دوسرا مصرع یوں بدلا گیا :

کھینچ کر اُن کو مری آہ رسا لے آئی

کہیں کہیں میں نے نمونے کے طور پر بعض شعر ویسے کے ویسے ہی رہنے دیے ہیں ، جیسے متن میں تھے ۔ مثلاً دوسرے باب کے چوتھے پردے میں دو شعر آپ کو اس شکل میں ملیں گے :

(۱) ابھی تک ہو چکی نہیں ہے تمام کیا داستان تیری
خراب کر دے گی باتیں تیری ، دماغ میرا ، زبان تیری

(۲) اگر جو پاسِ سخن نہ ہوگا
تو حق میں تیرے زبون ہوگا

اس طرح کی بہت سی غلطیاں مکالموں میں بھی تھیں ۔ انھیں جس طرح درست کیا گیا ہے اُس کی بھی بعض مثالیں ملاحظہ کر لیجیے ۔ ایک مکالمہ متن میں اس طرح تھا :

دلارام : لے یہ دینا اُس بے وفا پُر خطا کو ۔

بکبک : بابک ! کیا تو یہ خط خیرسلا کو دے گا ۔

میں نے دوسرے ٹکڑے کو یوں بدلا :

بکبک : بابک کیا تو یہ خط دے گا خیرسلا کو ؟

تیسرے باب کے دوسرے پردے کے آخر میں حکیم شفاء اللہ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے :

شفاء اللہ : یہ ابھی دوسری دیتا ہوں ، اچھی طرح خبر لیتا ہوں ؛

(نبض دیکھ کر) اوہو گھری کس قدر ہے ، پیسے سے
کوٹ بھی تر ہے ۔

'گھری' کو بدل کر 'گرمی' اور 'پیسے' کو 'پسینے' کیا گیا ۔

تیسرے باب کے پانچویں پردے میں ایک جگہ تھا : ''باپ کا
ھڑا پھوٹتا ہے ۔'' بدل کر ''باپ'' کو ''پاپ'' کیا گیا ۔

اشعار اور مکالموں میں جابجا جو غلطیاں نظر آتی ہیں وہ بظاہر
تو نقل کرتے وقت پیدا ہوئی ہیں یا ڈرامے کے بار بار مختلف
ڈیشنوں میں چھپنے کی وجہ سے ، اس لیے کہ ڈرامے میں ایسے اشعار
ر ایسے مکالموں کی بھی کمی نہیں جن کی زبان صاف ہے اور جن
ں روانی اور سلاست ہے ۔ مثلاً ڈرامے میں مختلف موقعوں پر یہ شعر
ی استعمال ہوئے ہیں :

۱) رنگ اپنا جما لیا میں نے
بھید جو کچھ تھا پا لیا میں نے
ایک کتّے کو نان کا ٹکڑا
دے کے اپنا بنا لیا میں نے

(پہلا باب ، تیسرا پردہ)

۲) یادِ گیسو میں اُلجھتا ہے سرِ شام سے دل
رات کیا آتی ہے اک سر پہ بلا آتی ہے

(باب دوسرا ، پردہ تیسرا)

۳) بیمار کی پروا جو مسیحا نہیں کرتے
اچھا نہیں کرتے ، ہمیں اچھا نہیں کرتے

(باب دوسرا ، پردہ تیسرا)

(۴) غیروں میں نہیں حرف و حکایات کا موقع
ہر کام کا اک وقت ہے ہر بات کا موقع

(باب دوسرا ، پردہ تیسرا)

(۵) وہ منتظر ہوں ، صدائے شکست دل پر بھی
مجھے گمان یہ ہوتا ہے نامہ بر آیا

(باب پہلا ، پردہ چوتھا)

ڈرامے کی دلچسپی کی ساری بنیاد دو چیزوں پر ہے : اشعار اور مکالمے ۔ مکالموں میں ہر جگہ قافیہ پیمائی ہے جس میں کبھی کبھی بھدا پن اور بھونڈا پن بھی پیدا ہو جاتا ہے اور محض قافیہ استعمال کرنے کے التزام کی وجہ سے روزمرہ اور محاورے کی غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ لیکن مکالموں کی دو تین خصوصیتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے پورے ڈرامے میں خوش طبعی کی فضا قائم رہتی ہے ۔ کرداروں کی حاضر جوابی اور اس جواب میں مزاح بھی ہوتا ہے اور شوخی بھی ۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی حاضر جوابی کے مزاح اور شوخی میں تہذیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے ۔ لیکن ڈراما پڑھنے یا دیکھنے والا اگر مزاح اور شوخی کی اس عامیانہ سطح کی طرف دھیان نہ دے تو اُسے مکالموں کی برجستگی بڑا لطف دیتی ہے ۔ مکالموں کے مزاح میں جابجا رعایتِ لفظی سے بھی کام لیا گیا ہے ، اور رعایتِ لفظی کے استعمال میں جہاں جلدبازی کو دخل نہ ہو ، وہاں یہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوتی ۔

ڈرامے میں گانوں کی کثرت تو نہیں لیکن ہر منظر میں ڈراما نگار ایک دو گانوں کے لیے گنجائش نکال لیتا ہے اور اسے عموماً مکالمے

کا حصہ بنا دیتا ہے ۔ گانوں کے بول عموماً ہلکے پھلکے ہیں ، بول چال کے لفظوں میں کہیں کہیں ہندی کے لفظ آتے چلے جاتے ہیں لیکن اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس طرح سیدھے سادے مکالموں میں نغمگی کی کیفیت پیدا ہو جائے ۔

ڈرامائی ترتیب کے لحاظ سے پلاٹ میں گو کوئی غیرمعمولی بات نہیں ، لیکن اس کے مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ڈراما نگار قصے میں شروع سے آخر تک برابر پیچ ڈالتا چلا جاتا ہے ۔ ایک معمے کے بعد دوسرا معمہ اور دوسرے کے بعد تیسرا اور انھی معموں کی وجہ سے قصے میں آخر تک تذبذب کی کیفیت قائم رہتی ہے ۔ لیکن یہ سارا تذبذب یک بارگی ایک ہی منظر میں آخر ختم ہو جاتا ہے اور سارے معمے ایک ساتھ حل ہو جاتے ہیں ۔

دوسری بات جسے بہ حیثیت مجموعی اس ڈرامے کی اصل خصوصیت کہنا چاہیے ، کسی نہ کسی طرح کی جدت پسندی سے کام لینے کی کوشش ہے ۔ یہ جدت پسندی جس طرح اشعار اور مکالموں کے سلسلے میں ہمارے سامنے آتی ہے اسی طرح پلاٹ کی ترتیب اور زبان کے استعمال میں بھی ظاہر ہوتی ہے ۔ پلاٹ کی ترتیب کی سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ اردو کے عام ڈراموں کی طرح دربار کا منظر یہاں آخری منظر نہیں ۔ دربار کے منظر کے بعد بھی دو منظر آتے ہیں اور ان دونوں منظروں میں بھی قصے کی دلچسپی برقرار رہتی ہے ۔ لفظوں اور ترکیبوں کے استعمال کے معاملے میں بھی ڈراما نگار کی جدت پسندی کا اپنا خاص مزاج ہے ۔ وہ دو لفظوں کو آپس میں جوڑ کر جس طرح کا مرکب چاہے بنا لیتا ہے ۔ اس کے نمونے کے طور پر چند

ترکیبوں پر نظر ڈالیے :

سانحۂ قدرت ۔ گود شفقت ۔ پھدک فاختہ ۔ نصیب دار ۔
مخبوط الطور ۔ ہر کھینچ (ہر چیز کو کھینچنے والے کے
معنی میں) ۔

وہ ان مکالموں میں بلا ضرورت انگریزی کے لفظ لا کر بھی خوش ہوتا ہے لیکن یہ لفظ آتے اتنی برجستگی سے ہیں کہ طبیعت میں ناگواری نہیں پیدا ہوتی ۔ پونی (خچر) ، کمپاس ، اسٹیل ، ٹنکچر ، مکسچر وغیرہ چند لفظ ایسے ہیں جو بڑی بے تکلفی سے مکالموں میں آتے چلے گئے ہیں ۔ عام ماحول سے الگ ہٹ کر کوئی بات کرنے کی کوشش میں ڈراما نگار نے کرداروں کو کبھی کبھی ایسی جسارت کرتے بھی دکھا دیا ہے جو ہماری معاشرتی زندگی میں عام نہیں ۔

''دو رنگی دنیا'' کے مکالموں میں کہیں کہیں کرداروں کی زبان سے ایسی باتیں بھی کہلوا دی گئی ہیں جن میں معاشرتی اصلاح کی جھلک ہے ۔ دو ایک جگہ امیری غریبی کے فرق کی بحث اس طرح آ گئی ہے کہ اسے محض اتفاق نہیں کہا جا سکتا ۔ یہ بات اس اعتبار سے قابلِ تحسین ہے کہ بیسویں صدی کے ڈراموں میں معاشرتی زندگی کے مسائل کو اس طرح قصے میں داخل کرنے کا رواج بہت کم تھا ۔ ''دو رنگی دنیا'' کو اس نقطۂ نظر سے پڑھنا یقیناً نتیجہ خیز ہوگا کہ اس میں ڈراموں کی عام روش سے ہٹ کر بعض نئے رجحانات کی موجودگی کا سراغ لگایا جائے ۔

لاہور ، ۱۳ فروری ۱۹۷۲ء — سید وقار عظیم

اصلی و مکمل تھیٹریکل ڈراما

دو رنگی دنیا

عرف

کسوٹی

مصنّفہ

مہتہ تلسی داس دت شیدا کلکتہ

جس کو

حسبِ اجازت بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور

نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، پبلشرز و تاجرانِ کتب

لوہاری گیٹ لاہور

نے

مطبع واشنگٹن پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

بار دوم　　　ایک ہزار　　　قیمت ایک روپیہ

باب پہلا

پردہ پہلا

دلبر کا مکان

[دلبر کا داخل ہونا]

لڑکے[1] : **گانا**

قدرت ُسمرت اب تیرے سارے

دھیان گیان تیرو رہت دن رینا

تو ہے ہمارے نثارے دل ،

جان مال کو تو پہ واروں —— قدرت

راجن کے راج جگ ماں امر تہارو راج ،

پربت کو کرے پل میں رائی ایسو پلک نواز

جگ میں حکمرانی ، عالم میں سلطانی

تمہاری ہے جانی ، لاثانی ، نورانی

ہاں قدرت

۱۔ قیاس کہتا ہے کہ یہاں سہیلیوں کے بجائے لڑکے جان بوجھ کر لکھا گیا ہے ۔ ڈراموں میں عموماً سہیلیوں کا پارٹ لڑکے ہی ادا کرتے تھے ۔ (مرتب)

دلبر : گانا

دھن نیرن دھن نرگن دھن جگت پُتّی پاپ دھن پاؤں بِنتی توری کرتی ۔ ودیا دھاری حافظ کاری صوفی بھاری نوری ناری دنیا ساری ، جانے نہ توری گتی ہرچند ہوں سند سے مند آتی ۔ نسدن ہوں یہ چاہتی ۔ اس دنیا میں ہوں سہتی پاپ دھن نا ـــــ دھن

[قباد کا آنا]

قباد : لٹکے ہوئے ہیں مار سیاہ ، یا بال ہیں کاندھوں پر
معلوم ہوتا ہے اس طرح کہ دو جال ہیں کاندھوں پر
پیاری دلبر !

دلبر : بھائی قباد !
تکلف سے بگاڑی سادگی تم نے کنواری کی
ضرورت کیا ہے میرے نام میں اس پیاری پیاری کی

قباد : تو کیا دلبر کے ساتھ پیاری کا نام اوّل جلول معلوم ہوتا ہے ؟

دلبر : نہیں ، لیکن طول فضول معلوم ہوتا ہے ۔

قباد : اچھا تو میں آیندہ نام کو طول نہ دوں گا ۔ مختصر طور پر پیاری ہی کہا کروں گا ۔

دلبر : ہُوں ، کہا کروں گا ، مگر اس نام سے تو بولنا نہ بولنا میرا کام ہے ۔

قباد : پیاری دلبر ! میری طرف سے اس قدر بے دلی ؟

دلبر : نہیں بھائی ، بے دلی نہیں ، اس کا نام ہے عاقبت اندیشی ۔

قباد : تو کیا تجھے مجھ سے محبت نہیں ؟

دلبر : ہاں بھائی ! میں قسم کھاتی ہوں کہ مجھے تم سے نفرت نہیں ۔

قباد : محبت ہے نہ نفرت ہے ، عداوت ہے نہ دم سازی
کرے کس شوق سے کیسے کوئی جاں ناز جاں بازی

دلبر : سچ پوچھو تو اس طرح سے رشتۂ اُلفت کے ٹوٹ جانے کا
ڈر ہے ۔

گانا

جہاں کا وشواس نہیں یہ جانت سب کوئے
گرویں دھن کی گانٹھ میں ، پریم ہی سے رس ہوئے
ارے داسی بنوں پی کی ، لگن ہو جو جی کی
نہیں مانوں کسی کی ، بس مانوں آسی کی
واروں وا پہ تن ، جن ہو سجن ، کمل بدن ، من سوہن
داسی بنوں . . .
دیپک بن کہیں بیل پر انگ پتنگ جارے یہی دیتی اتی کی ،
اُمنگ گئی سب پھیکی ، ات نیکی نہیں نیکی
داسی بنوں . . .

قباد : موم کا پتّھر سے ہے دشوار میل
راہ کیا نکلے ، ہے مشکل داغ بیل

سوزِ پروانہ سنے تو کیا سُنے
کانوں میں ڈالے ہوئے ہے شمع تیل

پیاری دلبر!

یہ ہے اُمید ہم بن جائیں دونوں تار بجلی کے
اِدھر مثبت ، اُدھر منفی ہوں دونوں تار بجلی کے

دلبر : اِدھر شعلے بھڑکتے ہیں اُدھر ہے تاک پر پانی
بھلا سلگے تو کیا سلگے اِدھر آتش اُدھر پانی
جو ملنے والے ہیں مل جائیں گے ، کیا اضطرابی ہے
کھنچا اک تار تو پھر صورتِ ناکامیابی ہے
میں مچھلی ہوں پیارے اور اپنے دام میں خوش ہوں
تو اپنے کام میں خوش ہے میں اپنے کام میں خوش ہوں

قباد : افسوس نخلِ مراد بارآور نہ ہوا ۔ کیا ماموں کی بیٹی سے پھوپھا کا بیٹا ایک واجب محبت کا حقدار نہیں ؟

دلبر : تو یہاں کسے انکار ہے ؟

قباد : اچھا خدا تجھے ہمیشہ خوش و خرم رکھے ۔ اپنے بہنوئی کے قدم لوں گا ، تجھے دیکھوں گا اور دعا دوں گا ۔

[قباد چلا جاتا ہے]

دلبر : آہا ! کیا نیک دل ناکام ہو چلا ہے ۔ میں وعدہ وفائی میں

راضی ہوں ۔ میں ہر طرح سے راضی ہوں تیری رضا میں ۔

[دلبر کا والد شیام آتا ہے[۱]]

شیام : بیٹی دلبر ! جال اب (تک) تیار نہ کیا ؟ تھوڑی دیر میں دریا اُتر جائے گا تو کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا ۔

دلبر : ارے والد مہربان ! یہ مانا کہ دریا اُتر جائے گا ۔ کنارہ کٹ جائے تو کیا رزق بھی تقدیر سے لے جائے گا :

ہمیشہ عالم ہستی میں جب ہووے بشر پیدا
تو ہووے دودھ ماں کی چھاتیوں میں پیشتر پیدا

شیام : تو لا میں ابھی اس کو تیار کروں ۔

گانا

نیا نوری بھیا پرانی بھئی پرانی بھئی ، دھرانی بھئی :
گھاٹ نہ سوجھے پاٹ نہ سوجھے بھولے کھویا ۔ کہانی
لمبی ۔ اندھیارا ہے ، کارا یہ سارا جہاں ۔
نہ ہے ساتھی یہاں نہ سنگھاتی وہاں ۔
باورے من موہن بھکے جائے ، بھکے ۔ جائے ،
جانے کہاں سے کہاں ۔ نیا توری ۔

اچھا یہ جال تیار ہوا ۔ اب میں جاتا ہوں ۔

[شیام کا جانا]

[انور اور گوہر کا آنا ، بانک کا سائڈ میں چھپ کر دیکھنا]

۱۔ متن میں یہ الفاظ اس طرح ہیں : ''شیام ، والد دلبر کا آنا'' ۔ (وقار)

انور : عجب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے

گوہر : یہ پنکھے نسیم سحر جھل رہی ہے

بابک : (سائڈ میں)

اور تری حسرتیں پاؤں سے مل رہی ہے

انور : شفق سے ہوئی کیسی حوش رنگ بدلی

گوہر : کسی ماہ وش نے ہے پوشاک بدلی

پیارے انور ! آج تو تو نے مجھے لونڈی بےدام بنایا ،
کل جو میں نے رقعہ بھیجا تھا اس کے موافق یہاں آیا -

انور : بھلا نہ بھی کوئی بات ہے -

بابک : (سائڈ میں) یہیں تیرا بابک بھی ساتھ ہے -

انور : کیوں گوہر ! تو یہاں اکیلی آئی ؟ بھائی سے چھپکے چلی آئی ؟

گوہر : کیا کہوں کل سے جو مجھے نہ کل آئی ، قدم چومنے صاحب کے سر کے بل آئی -

ہاں مگر میرے بھائی خیرسلا کو تو تمھاری دخترِ عم کے
ساتھ شادی کرنے کی پڑی ہے -

انور : خیر ہر ایک کام کی مقرر گھڑی ہے - اب میں چلتا ہوں
کیونکہ آفتاب بھی اپنے آشناؤں سے سلام کر رہا ہے اور والا
کی خفگی کا بھی خیال ہے -

گوہر : مگر مجھے تو اس قدر پیاس نے تنگ کیا ہے کہ دو قدم
بھی چلنا محال ہے۔

انور : پاس تو یہ گھر شاید کسی ماہی گیر کا معلوم ہوتا ہے۔
وہ پرانا جال بھی پڑا ہوا ہے۔

[انور کا دلبر کے مکان پر دستک دینا ، دلبر کا انور کو
دیکھ کر سرما جانا]

انور : کیا تعجب ہے کہ یہ چاند ادھر سے نکلا ، چبھ گیا دل
میں۔ اے یہ کیا آس کی نظر سے نکلا ، کیا برا وقت تھا
جس وقت میں گھر سے نکلا۔

[انور کا دلبر سے آنکھ ملانا]

گوہر : لڑکی ! ہم لوگ پیاس سے اس وقت سخت بلبلا رہے ہیں۔
اگر تھوڑا دودھ پلائے تو منہ مانگا انعام پائے۔

دلبر : جناب دام کا نام لینا کیا ضرور ہے ، میں ابھی جاتی ہوں اور
آپ کے لیے دودھ لاتی ہوں۔

[دلبر جونہی قدم اٹھاتی ہے ، انور اسے روکتا ہے]

انور : مگر دیکھنا کہیں دودھ میں پانی نہ ہو۔

دلبر : حضور ! دودھ پانی مل چکے ہوں گے تو آن کو الگ کرنا
ازحد محال ہوگا۔

دودھ اور پانی میں ہے پکی وفا
جیتے جی مل کر نہیں ہوتے جدا

انور : اچھا ، اچھا ، جاؤ لے آؤ ۔

ملیں گے باوفا سے جائے گی تشنہ دہانی بھی
سہارے دودھ کے پی جائیں گے دو گھونٹ پانی بھی

دلبر : نوازش ، مہربانی ، ورنہ کہاں دودھ اور کہاں پانی ۔

[دلبر کا جانا]

گوہر : (بخود) طور انور کا نرالا ہے ، دال میں کچھ ضرور کالا ہے ۔

انور : (بخود) یہاں پہ رہتی ہے یہ حور کیونکر ؟ زمین پہ بستی ہے سراپا نور کیونکر ؟

گوہر : انور ! انور ! طبیعت کا کیا حال ہے ، کدھر خیال ہے ؟

یک بیک طبع ہو گئی ناساز
رنگ چہرے کا کر گیا پرواز

انور : مجھے معلوم ہے یہاں کا راز

[دلبر کا دودھ لے کر آنا]

دلبر : یہ لیجیے ۔

انور : اے مہ لقا ! یہ تو بتا ۔

زمیں پر کس طرح رہتی ہے چرخ عنبری ہو کر
بسی ہے کس لیے جنگل میں تو رشکِ پری ہو کر

دلبر : میں کب پری شمائل ہوں ، میں غریب ہوں ، اس لیے جھونپڑی کے قابل ہوں ۔

انور : غریب ہو ! تمھارا کسب معاش ؟

دلبر : کشتی بانی یا مچھلیوں کی تلاش ۔

انور : باپ کا نام ؟

دلبر : شیام !

انور : شیام ! آہا وہ بزرگ ذی شان ، بجلی نامی کشتی کا کشتی بان ؟

دلبر : جی ہاں !

انور : اسم شریف ؟

دلبر : دلبر نحیف !

انور : سراپا دلبر ۔

دلبری کی کون سی چھب چھند دلبر میں نہیں
اک نظر دیکھا جو دلبر کو تو دل بر میں نہیں

گوہر : (غصے سے) ہاں جی ہاں ، بہت ہو چکا ۔ بس صاحب ! اب آؤ ، بے تکی ہانک نہ لگاؤ ۔

حیف صد حیف کمینوں سے یہ فرماتے ہو
شرم کی بات ہے ، ایک لڑکی کو شرماتے ہیں

انور : گوہر ! دیکھ تو سہی ، خدا کی دی ہوئی نعمت ۔ صورت بھی ، سیرت بھی ، لیاقت بھی ، تحمل بھی ، نزاکت بھی ۔ دیکھ تو سہی کون سی بات کی کمی ہے ۔

گوہر : بس زیادہ نہ بکو ، چلو ۔

[ہاتھ پکڑ لینا]

انور : اچھا تم اپنے باپ سے کہہ دینا کہ ہر روز چار بجے شام کے کشتی تیار رکھے ۔

دلبر : اچھا تم اپنا نام تو بتلا جاؤ ۔

انور : بس یہ کہہ دینا کہ امیر سعد کا لڑکا انور کہہ گیا ہے ۔

دلبر : (سائڈ میں) انور ، واقعی انور !

[گوہر کا دلبر کو حصے سے پیسے دینا]

گوہر : لے ری تھام ، اپنے دودھ کے دام ۔

دلبر : حضور دام کا نام نہ لینا ۔

مجھ سے جو بن پڑا وہ خدمت کی
کیا ضرورت بھلا ہے قیمت کی

گوہر : جو بن پڑا ، جو نہ پڑا ۔ ہم نہیں کسی کا احسان رکھتے ۔ پہلے ناک پر پیسہ دھرتے ہیں ، پیچھے بات کرتے ہیں ۔

[گوہر زبردستی انور کو کھینچ کر لے جاتی ہے]

دلبر : واہ رے تیرا غمزہ ، یہ نک توڑا ۔

کیا پٹک کر چل دی تو پیسے کسی کی ناک پر
بیٹھنے دیتی نہیں بی‌بی تو مکھی ناک پر

اُف رے مغرور ، تیرا غرور ، یاد رکھ بے شعور ! کس قدر
ہر کھینچ تھا مہمان بھی ، میرے گھر کا لے گیا سامان بھی ، دل تو
دل لیکن نظر آتا نہیں ایمان بھی ۔

گانا

سانوریا من ہر لینورے ، من ہر لینو ، من ہر لینو مورا ،
من ہر لینو رے ۔
گال گلابی ، ہونٹوں پہ لالی ، بال جال ، انکھیاں متوالی
جدوا چھب کرتی ، چتون جی ہرتی ، نینن سینن پر سب
جگ مرتی ،
سج رنگیلی ، دھج سجیلی ، لیناں ملا کے ، چھب دکھلا کے
موہے لے لینورے سانوریا . . .

باب پہلا

پردہ دوسرا

امیر سعید کا مکان

[ناظر داخل ہوتا ہے]

ناظر : **گانا**

مکر و فن کے ، فتنہ پن کے ، سب چلن کے گن ہیں یاد
چکمہ چل کے ، سب کو چھلکے کروں برپا نیا فساد ،
سوتے فتنے کو جگاؤں ، ایک ایک سے ملاؤں ، گل کھلاؤں ،
رنگ لاؤں پاؤں پاؤں دلی مراد :

زیر فرمان ہیں سب آج مرے مکر و فریب
دیکھ کر مجھ کو وفا راہ عدم لیتی ہے

رشک کی دیوی نے دھونی وہ جگا رکھی ہے
تن بدن میں مرے اِک آگ لگا رکھی ہے

[نانک کا جھپ کر آنا اور ایک طرف کھڑا ہو جانا]

کیا ہوا جو امیر سعید نے مجھے دو برس کے بچے کو پالا ۔ جو کچھ کیا ، وہ میرے مرحوم باپ یعنی اپنے دوست کی دوستی کا حق ادا کیا ۔ مجھ پر کیا احسان کیا ۔ او بڈھے بے ایمان ! تو اپنے بیٹے کی شادی تو ایک امیر شریف خاندان میں کیا چاہتا ہے اور میرا معمولی نکاح اس حکیم لعین

شفاء اللہ کی دختر سے کیا چاہتا ہے :

سب چال ہے تیری میری نظر میں
تیرے گھر کا دشمن ہوں میں گھر میں

اب اس کے بیٹے انور کا خانہ خراب کروں تو کیا کچھ برا کام ہے ، نہیں بلکہ دنیا داری اسی کا نام ہے ۔

اب انور کو نہ رکھوں میں کہیں کا
مناسب ہے بنوں سانپ آستیں کا

بابک : (ظاہر ہو کر) ہیں ! آستین کا ۔

[ناظر کا ڈر جانا]

ناظر : ہیں کون ؟ بابک !

بابک : جی ہاں !

ناظر : تو کہاں ؟

بابک : بس یہاں !

ناظر : کہاں نہاں ؟

بابک : جی عیاں !

ناظر : کب سے آیا ہے اور کس مطلب سے آیا ہے ؟

بابک : حضور پہلے کون سی بات کہوں ۔ میں نے سلام کیا مگر حضور نے منہ پھیر لیا اور جواب تک نہ دیا ۔

ناظر : (سائڈ میں) غضب ہوا ، مگر تو نے کچھ سنا تو نہیں ۔

بابک : جی سنا تو سہی ، مگر سمجھا نہیں ۔

ناظر : شکر ہے ، بھلا کیا سنا ؟

بابک : میں کسی پڑھے لکھے سے پوچھ لوں گا ۔ آپ کو ایسی حالت میں غصہ نہ دلاؤں گا ۔

ناظر : بیان تو کر ، کیا سنا ؟

بابک : جناب آپ آستین کے سالپ کیونکر بنیں گے ۔ سالپ تو پتلا ہوتا ہے ۔ ماشاء اللہ اس ڈیل ڈول پر اگر آپ بنیں گے تو بڑے بھاری اژدہا کہلائیں گے ۔

ناظر : ارے بے وقوف یہ تو ، یہ تو ایک محاورہ ہے ۔

بابک : اس محاورے کے کیا معنی ہیں ؟

ناظر : ارے احمق ! محاورے کے معنی کچھ نہیں ہوا کرتے ہیں ، صرف فصاحت کلام کے لیے بولا کرتے ہیں ۔

بابک : اچھا تو اس محاورے کو نوک بر زبان کروں گا اور آپ کو اُستاد بیان کروں گا ۔

ناظر : (سائڈ میں) اب اس چغل خور ، بدبخت ، روئے سیاہ کا منہ بھرنا چاہیے اور اس کو اب اپنا فکر کرنا چاہیے ۔ نہیں تو مجھے بدنام کردے گا اور اس حال سے سب کو آگاہ کر دے گا (ظاہرا) بابک دیکھ یہ کیا ہے ؟

بابک : یہ دریا سے بچانے والا لوٹ ، دشمن سے بچنے کو اوٹ ، یعنی سو روپے کا نوٹ ۔

ناظر : کیا تو اس کے اوصاف بھی جانتا ہے :

دنیا میں نہیں کوئی شے بہتر اس سے
بلکہ ہر عیش زمانہ ہے میسر اس سے

بابک : بے شک :

موم پتھر ہو کبھی ، موم ہو پتھر اس سے
آگ پانی میں لگے ، آگ ہو پانی اس سے

ناظر : اگر گوہر کو تو میرا سلام اور کچھ زبانی پیغام پہنچائے تو لے یہ لے (نوٹ دے کر) ۔

بابک : اجی زبانی پیغام کیا ہے ، یہیں آپ کو ملا سکتا ہوں ۔

ناظر : شاباش ! مرحبا ! بس آج سے تو میرا رازدار اور میں تیرا مددگار ۔ چل ذرا تجھے علیحدہ سمجھاتا ہوں ۔

بابک : (بہ‌خود) چل بچہ ، تجھے بھی چچا ہی بنانا ہے ۔ (دونوں چلے جاتے ہیں) ۔

[دوسری طرف سے پھولوں کی ٹوکری سر پر رکھے ہوئے
نکبک کا گاتے ہوئے داخل ہونا]

بکبک : **گانا**

ابھی بالی عمریا ہے موری ، نار ہوں میں چھل بلیاں
چھل بلیاں ۔ رنگ رلیاں اپنی رنگیلی چٹ نکیلی بنی آن بان

پیاری اب کارے کروں ، اب جیا میں پیا کی دھن سمائی -
نیند نہ آئی تلملائی پیارا جو نیارا جوبنا کھِل مل جو بنا -
ـــ ابھی

[بابک کا آنکھ بچا کر آنا اور سائڈ میں کھڑے ہو جانا]

بکبک : ذرا سے یہ گیسو کی کیا بات ہے واللہ -

بابک : (سائڈ میں) کوتہ نشینی کی کیا بات ہے واللہ -

بکبک : میرے پھول جیسے یہ گال دیکھیے -

بابک : یعنی گینڈے کی دو ڈھال دیکھیے -

بکبک : میری ناک سانچہ' قدرت میں ڈھلی ہے -

بابک : نہیں ، دیوار پہ یہ چھپکلی ہے -

بکبک : یہ میرے موتی جیسے کسی نے دانت دیکھے -

بابک : ہیں یہ عین ولایتی جوتے کے ٹانکے -

بکبک : یہ میں نے سنگھار کیا کیا ، گویا اپنی مالکہ دلارام پر وار کیا - خدا نہ کرے کہ کہیں دلارام کا ہونے والا شوہر خیر سلا[1] دیکھے تو کیا مجھے چھوڑ دے -

[خیرسلا کا اندر سے آواز دینا]

خیرسلا[1] : ارے بابک کہاں ہے ؟

۱- متن میں اسے ہر جگہ 'خیرصلا' لکھا گیا ہے - عام رواج کے مطابق میں نے ص کو س سے بدل دیا ہے - (وقار)

بابک : مجسّم یہاں ہے -

بکبک : بچاری بکبک ، پیارے بابک سے کیسے ملیں گی -

[بابک کا ظاہر ہو کر بغل گیر ہو جانا]

بابک : پیاری ایسے ملے -

بکبک : اوئی میں تو ڈر گئی -

بابک : خیر ہوئی جو جان سے نہ گذر گئی -

بکبک : ایں ! کوستا ہے نادان -

بابک : کوستا نہیں ہوں میری جان -

کوسنے سے تیرے عاشق نہیں ڈرنے والے .
لطف جینے کا اٹھاتے ہیں تو مرنے والے

بکبک : اور میں بھی تو مرتی ہوں اس تیری بھولی بھالی صورت پر -

بابک : اور پیاری میں بھی تو دانت رکھتا ہوں تیرے بوسے پر -

بکبک : تُو آیا کب ؟

بابک : تُو نے دیکھا جب -

بکبک : کیا آج بھی کوئی خط لایا ہے ؟

بابک : نہیں تو کیا بابک خالی آیا ہے ، آج تو ایک خط چھوڑ ۱½ خط لایا ہے ۔

ببکبک : وہ کس طرح ؟

بابک : دیکھ لینا ، جس طرح ۔

ببکبک : بیان نو کر کیا ہے ۔

[منہ بنانا بابک کا]

کیا اسی کا نام زبانی بیان ہے ۔

بابک : پیاری جو زبان سے نکالا جائے ، وہ زبانی بیان ہے ۔

ببکبک : اچھا پھر ذرا پڑھ کر سنا ۔

بابک : میں لکھنا تو جانتا ہوں مگر پڑھنا فضول مانتا ہوں ۔

ببکبک : لکھنا سیکھا تو پڑھنا کیوں نہیں سیکھا ۔

بابک : پیاری ببکبک !

اس وقت اُلٹی ہوا تھی زمانے کی
رسم ہی نہیں تھی پڑھنے پڑھانے کی

ببکبک : مگر بابک ! تیرے مالک نے اس میں کچھ اُلٹا سیدھا لکھا ہو تو پھر تو ستیاناس ۔

بابک : خیر پیاری شمع شبستان ، میری ببکبک مہتاب جان ! اب دلارام کی شادی کا کیا انجام ۔

بکبک : اجی ان کی شادی کا کیا بھروسہ ۔

بابک : جس دن خیرسلا اور دلارام کی شادی ہو گئی اس دن ہم دونوں کی بربادی ، ارے نہیں ، بلکہ خانہ آبادی ہوگی ۔

بکبک : میری مالکہ نے سو روپے کا اقرار کیا ہے ۔

بابک : اور ادھر بھی میرے مالک نے یک صد روپے کا اقرار کیا ہے ۔

بکبک : پھر دو سو روپے کا ہوا انعام مجھ کو ، مگر تو دلارام کو کیا جواب دے گا ؟

بابک : بندہ کوئی شوشہ زبان پر لائے گا ۔

بکبک : دیکھ دیکھ وہ دلارام آتی ہے ، ذرا ہوشیاری سے کام لینا ۔

بابک : اچھا اگر تو بھولے گی تو میں بتاؤں گا اور جو میں بھول گیا تو مجھے پک ڈنڈی چڑھا دینا ، ذرا اشارے سے جتا دینا ۔

دلارام : ہیں ! کون ؟ بابک ! میں تو تیری راہ تکتی تھی ، میری آنکھ نہ راتوں کو جھپکتی تھی ۔

بابک : آنکھ کا پھڑکنا ! یہ اچھا ڈھونگ ہے ۔

دلارام : لا میں دلدار کو ذرا آنکھوں سے تو لگاؤں ۔

بابک : رستے میں لوٹے چور تو میں کیا بتاؤں ۔

دلارام : ہیں ! یہ غضب ہوا ۔ کیا انھوں نے کوئی خط نہیں دیا ؟

بابک : حضور! خط ؟ خط تو انھوں نے . . . (ٹھہر کر) حضور کیا بتاؤں (خود سے[1]) اگر کہوں کہ لایا تو کہاں سے لاؤں ، نہیں لایا کہوں تو مفت میں آپ کو غصہ دلاؤں ۔

دلارام : خیر سلا اور مجھے خط نہ لکھے ، یہ کیونکر ہو سکتا ہے ! دیکھ تیری جیب میں شاید نہ پڑا ہو ۔

بابک : (خود سے[1]) ارے یہ عورت قوم آسیب نہ ہو کہ جس نے میرا حال جا ا ۔

دلارام : میں سمجھی ۔ وہ خیرسلا تو پھر ہو گیا خفا ۔ بس اس روز کے روٹھے منانے سے ہو گا آشکار ، میں جانتی ہوں کہ کوئی بڑا ہے مکار ، قصوروار ۔

بابک : قصوروار آپ یا ہماری سرکار ؟

دلارام : تو کیا میں ہوں قصوروار ؟

بابک : جی نہیں ، یہی ہے آپ خطاوار ۔

دلارام : میں دو لفظی خط لکھتی ہوں ، تم اسے دے دینا ۔

بابک : (خود سے[1]) ارے ارے یہ تو برا ہوا ، اجی سرکار ذرا ادھر آئیے ۔

۱۔ یہ اضافے مرتب نے کیے ہیں ۔ (وقار)

دلارام : کیوں کیا ہے ؟

بابک : زہر کیوں دینا جو کوئی شک کر سکے ، گانٹھ کو کیوں توڑنا جو گانٹھ ناخن سے کھلے ۔ اب یہ کیجیے ، ان کو شرمندہ کیجیے :

خط ملا ہے آپ کا چھاتی سے لگا رکھا ہے
دل کے بہلانے کو تعویذ بنا رکھا ہے

بکبک : مانتی ہوں ۔ اے بھائی ! سب بات برابر جانتی ہوں ۔ اس سے ضرور وہ شرمائے گا اور معافی مانگنے چلا آئے گا ۔

دلارام : اچھا یہی لکھ دیتی ہوں ۔

[دلارام کا جانا]

بابک : واہ ری پُھدک فاختہ ، ہوش[1] باختہ ! ذرا سے دھوکے میں آ گئی ، اناڑی سے پھندہ کھا گئی ۔

بکبک : آج تو کرکے دکھایا بڑا جادو تو نے
خوب بے پر کی اڑائی مرے اُلو تو نے

[دلارام کا آنا]

دلارام : لے ، یہ دینا اس بے وفا پُر خطا کو ۔

بکبک : بابک ! کیا تو یہ خط دے گا خیرسلا کو ؟

۱۔ متن میں یہاں ہوس فاختہ تھا ۔ (وقار)

بابک : دینے میں کیا ہے۔ یہ تو صاف خط کی رسید ہے۔

بکبک : دیکھنا بھول نہ جانا۔

بابک : ارے بھولوں گا کیسے ، یہاں کا اُدھر وہاں کا اِدھر۔

[بابک کا جانا ، امیر سعید کا آنا]

امیرسعید : بکبک ! دلارام کہاں ہے ؟

بکبک : اندر ہے۔

امیرسعید : ذرا بلا لاؤ۔

[بکبک دلارام کو بلانے جاتی ہے]

یا غفورالرحیم ، یا کریم ! میں اگر اپنے فرزند جگر پیوند کو
صحیح سلامت پاؤں گا تو سمندر کی بھینٹ نذر چڑھاؤں گا۔

[دلارام کا داخل ہونا]

(دلارام سے) بیٹی تمہارا بھائی سیرِ دریا کو گیا ہے اور
دریا میں طوفان برپا ہے۔ میں جاتا ہوں ، تم گھبرانا نہیں۔
میں ابھی آتا ہوں اور تمہارے بھائی کو ساتھ لاتا ہوں۔

دلارام : اے میرے والد مہربان ! میں تو بالکل گھبرا گئی ،
میں تو ضرور اپنے بھائی کو دیکھنے چلوں گی۔

امیرسعید : اچھا تو آ میرے ہمراہ۔

[دونوں کا جانا]

پردہ تیسرا

[سمندر میں طوفان کا نظر آنا]

ناظر : رنگ اپنا جما لیا میں نے
بھید جو کچھ تھا پا لیا میں نے
ایک کتّے کو نان کا ٹکڑا
دے کے اپنا بنا لیا میں نے

[لڑکوں کا داخل ہونا]

گانا

یارو دیکھو زور پہ ہے پانی
موج بھاری طوفان ہے یہ کیسا
ایسی ناہیں ہے دیکھی طغیانی
بادل ہے گرج رہا
آئی ہے چوطرف کیسی ڈراونی یہ گھٹا
پانی بھی ہے تیری ایسی تیسی کاری نہ دے
باجی ، دیکھا جی ، یہ کیسے کہا جاجا
آؤ دیکھو بہار لو کھیلو کودو

گاؤ ناچو رنگ مچاؤ

کیا کرے گا ، یہ کروں گا۔

قباد : توبہ توبہ الٰہی ! تیری پناہ۔ آج کی سمندر کی لہروں نے تو وہ طوفان بپایا ہے ، گویا آسمان سر پر اٹھایا ہے۔

مادر : قباد بھائی سمجھو۔ کشتی کیسے باہر آئے گی۔ دل میرا دلبر میں ہے ، جان میری شیام میں ہے۔

قباد : ماں ! شیام ہے استاد اپنے کام میں۔ خدا نہ کرے اگر شیام کی کشتی طوفان نے برباد کی تو سمجھ لینا کہ زندگی اتنی ہی تھی قباد کی۔

امیر سعید : مری کشتی بھنور میں آئی ہے یا رب نکل جائے

دلارام : الٰہی یہ بلائے ناگہانی سر سے ٹل جائے

ناظر : (سائڈ میں) دریا میں انور کو کوئی مچھلی نگل جائے

امیر سعید : ہے افسوس ! میری زندگی کا سہارا کوئی نہیں۔

دلارام : بھائی ہمارا کوئی نہیں۔

امیر سعید : ہے افسوس انور بھی ہے نادان کیسا !

دلارام : برپا ہے دریا میں طوفان کیسا۔

امیر سعید : الٰہی ! دھڑکتا ہے یہ میرا دل اور یہ سینہ۔

ناظر : (سائڈ میں) مٹاؤں تیری زندگی کا سفینہ (ظاہر ہو کر)

چچا جان ! آپ یہاں آئے اور میں ڈھونڈھتا رہ گیا ، کیا
کچھ بھائی کا پتا چل گیا ؟

امیر سعید : بیٹا ! ابھی تو کچھ کھٹکا نہیں ہے

ناظر : سیرِ دریا کو جانا کیا ، ماہی گیر کے گھر کو جانا کیا ،
ایک کمینی سے دل کو لگانا کیا ۔

قباد : کون کمینہ ہے ؟ ذرا ہوش سنبھالو صاحب !
ایسی باتیں تو زبان سے نہ نکالو صاحب

ناظر : او بیوقوف منہ زور ! یہ تقریر بُرا — مانتا ہے — بڑا
کہیں کا امیر ہے ۔

قباد : غریب امیر کا طعنہ ، نخوت بھرے کلمے زبان پر نہ
لانا ۔ یہ عقل کی کوتاہی ہے ۔ نہیں تو : ع

غریبی امیری جو دی ہے خدا نے
جو انسان ہے ایک دونوں کو جانے

ناظر : ایک تو آپ کی ہے شان بڑی
شان سے ہے کہیں زبان بڑی

قباد : جو امیر ہیں شان و شوکت نہیں رکھتے — جو قلی
ہیں وہ چار پیسے کی عزت نہیں رکھتے — جو کوئی
دوسروں کے عیب ظاہر کرے گا ، قیامت میں ہو منہ کالا
دل جو کالا ہوگا ۔

ناظر : بس خاموش !

امیر سعید : بیٹا اپنی جان کی خیر مناؤ۔

ناظر : ارے وہ دیکھو۔ بادبان بھی ڈوب گیا، یہ لو تختہ بھی ٹوٹ گیا۔ واہ رے قسمت کی خوبی!

دیکھو دیکھو، دلبر! انور بہتی جا رہی ہے۔

قباد : ہو ہو ہو، وہ دیکھو بجلی آ رہی ہے۔ ہائے ہائے! دلبر کیسی گھبرا رہی ہے۔

امیر سعید : ارے کوئی بچاؤ۔

قباد : آہا ہا! وہ انور نے ہمتِ مردانہ دکھائی۔ ہمیں بھی بچایا اور دلبر کی بھی جان بچائی۔ کودو، کودو۔

[دو یا ہی دو چار آدمیوں کا کود پڑنا]

نادر : ہو بھائی! (بے ہوش ہو جاتی ہے)

باب پہلا

پردہ چوتھا

مکان خیر سلاّ

[گوہر کا آنا]

گانا

سیّاں درشن کی پیاسی نرامی توری
اسی بھی موری جان ، سیّاں ملن کی تھی آس ، جدائی
یہ آن پڑی ہے ، بیتے برسن ، ساون برسے کی گھڑی ہے

ہو رقم کس طرح سے اے غنچہ دہن
اشتیاقے کہ بدیدارِ تو دارد دلِ من
غمِ دلدار میں اب دل کہیں لگتا ہی نہیں
نہ خوش آتا ہے مجھے گھر نہ بیاباں نہ چمن

سیّاں اے مورے سیاں پڑوں میں پیاں ، لوں بلیاں — سیاں

ریحان : بی بی ! ایک رنگیلا ، نوکیلا ، سجیلا آیا ہے ، اور آپ سے ملنا چاہتا ہے ۔

گوہر : رنگیلا ، نوکیلا ، سجیلا کون ہے ؟

ریحان : یہ میں کیا جانوں۔

گوہر : اس کا نام؟

ریحان : نام تو میں نے دریافت نہیں کیا۔

گوہر : اچھا کچھ اس کا حلیہ بتاؤ۔

ریحان : **گانا**

وا کے بال گھونگھر والے، جیسے بس بھرے، بسیر کالے،
پر نور ہے پیشانی اور نیناں جادو ڈارے
وا کے سخن سازی نگہ بازی ہے، تورے دلستانی میں
وا کے مونچھوں پہ بل، مغرور ہیں جوش جوانی میں
پیاری پیاری ایسی صورت پائی
خدا کی قسم میرے دل کو ہے بھائی
اس لیے پاس تمھارے آئی
نا جانو بی بی ہو یا باد ہوائی
گر آپ کا حکم پاؤں سر آنکھوں سے اب میں جاؤں
یہاں انھیں بلا کر لاؤں اظہار کیا بس وا کے . . .

گوہر : ہاں جا ناظر ہوگا، بھیج دے۔

[ناظر آتا ہے]

ناظر! کیسے آیا ہے اور کیوں آیا ہے؟

ناظر : انسان کی ہمدردی انسان کو فرض ہے، کیوں گوہر،
تیرا چہرہ آج کیوں اس قدر زرد ہے ؟

گوہر : ہاں ذرا رات کو سوئی نہ تھی۔

ناظر : (سائڈ میں) سفید جھوٹ۔ (ظاہر ہو کر[1]) سوئی نہ تھی۔
ایسی بات تو کوئی نہ تھی!

گوہر : کیا کہوں، موئی نیند ہی نہیں آئی۔

ناظر : آنی ہی نہیں چاہیے ؎

جس کا دل بیکل ہوا ہو اس کو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑ جاتی ہے نیند

گوہر : خیر، اب تو کس لیے آیا ہے ؟

ناظر : ایک نیک کام کرنے۔

گوہر : یعنی ؟

ناظر : تجھے معلوم ہے کہ اس روز اس لڑکی نے دودھ کا
پیالہ دیا، اور آپ نے زہرمار کیا تھا۔ وہ دودھ کا پیالہ
بلکہ انور کو محبت کا پیغام دیا تھا۔

گوہر : ذرا مفصّل کہہ سنا، تجھے میرے اِس سر کی قسم۔

ناظر : (سائڈ میں) بی بی اڈے تو لگی ہے۔ (ظاہرا) بس انور کو
تیری پرواہ ہی نہیں۔

۱- اضافۂ مرتّب۔ (وقار)

گوہر : کیا انور میرا نہیں ؟

ناظر : او نہیں نہیں ، ہرگز نہیں ۔ نہ وہ تیرا تھا اور نہ تیرا ہوگا ۔

گوہر : افسوس !

[بے ہوش ہو کر گر جانا ، ناظر کا اسے سنبھالنا]

ناظر : سنبھل گوہر سنبھل ! اگر تجھ سے ہو سکے تو اس کا انتقام لے ۔

گوہر : ہیں انتقام !

ناظر : ہاں انتقام ۔

گوہر : انتقام ! ایک عورت کی ذات سے یہ کام ہونا ذرا مشکل ہے ۔ اس کام میں کسی بہادر مرد کی ضرورت ہے ۔

ناظر : بھلا جس نے اتنی خبر آپ تک پہنچائی ، کیا وہ تمھارا مددگار نہ ہوگا ؟

گوہر : ضرور ہوگا ، مگر وہ کون ہے ؟

ناظر : حاضر ہے یہ غلام :

اس قدر فطرت ہے مجھ میں آگ دریا میں لگاؤں
اور زمین و آسماں کے دونوں قلابے ملاؤں

یہاں سے چلو ، ذرا علیحدہ بیٹھ کر رنگ جمائیں اور آیندہ کے

لیے کچھ غور و فکر کے میدان میں خیالی گھوڑے دوڑائیں ۔

گوہر : بہایا خون جس نے میری حسرتوں کا
بہاؤں خون میں بھی اس کی آرزوؤں کا

[ناظر اور گوہر کا جانا ، خیرسلاؔ کا گاتے ہوئے داخل ہونا]

خیرسلاؔ : گانا

او بت کیا ہے جب سے اس دل کو رام تیرا
بن کر ترے پجاری جپتے ہیں نام تیرا
ہم لکھ چکے ہیں خط میں لکھنا تھا ہم کو جو کچھ
اے جذبۂ محبت آگے ہے کام تیرا
وہ منتظر ہوں ، صدائے شکستِ دل پر بھی
مجھے گمان یہ ہوتا ہے نامہ بر آیا
جب لگ پاتی پریم کی بانچ نہ لیں گے نین
کاہو بدھ ناہیں آئیگو تب لگ من کو چین—او بت

ہائے کمبخت اب تک نہ آیا ، کتنا راستہ دکھایا ۔

[گوہر کا آنا]

گوہر : بھائی جان ! آپ کے نام یہ خط آیا ہے ۔

خیرسلاؔ : خط ! یہی خط ؟ مگر یہ کس کا ہے ؟

گوہر : ایک لڑکا دے گیا ہے ۔ آپ کے نام کا ہے ، اس لیے
میں نے کھولا ہے ۔

خیرسلاؔ : (خط کو دیکھ کر) ہوں ، یہ تو چچا کا خط ہے ، اس کے پڑھنے میں کیا اندیشہ ہے ۔

[خیرسلاؔ کا خط کو پڑھنا]

خیرسلاؔ : ''برخوردار گور چشم'' !

گوہر : گور چشم یا نور چشم ؟

خیرسلاؔ : ہاں ہاں ۔ نون کا مرکز بن گیا اور یہاں نقطے کا پیچ بن گیا ۔ ''بعد دغا کے مغموم ہو''

گوہر : بعد دغا کے مغموم ہو ؟

خیرسلاؔ : ہاں ہاں ۔ دغا کے بعد تو مغموم ہونا ہی پڑتا ہے ۔ یہ تو ٹھیک ہے ۔

گوہر : اے بھائی ! ''بعد دعا کے معلوم ہو'' شاید چچا نے ٹوٹے قلم سے لکھا ہے ۔

خیرسلاؔ : ارا را ، کیا چچا بھی ٹوٹے قلم سے لکھتے ہیں ؟

گوہر : اور کیا بھتیجے بھی پھوٹی آنکھ سے پڑھتے ہیں ؟ اور تم بھیڑیے کے علاوہ سانڈ کا بچہ بھی بنتے ہو ۔

خیرسلاؔ : ایں سانڈ کا بچہ ، سانڈ کا بچہ ، سانڈ کا بچہ میں کیسے بنتا ہوں ؟

گوہر : بیڑی کے علاوہ گانجہ بھی پیتے ہو ۔

خیرسلاؔ : ’’اور میں تمھارے واسطے کھانے کو جوتا بھی لاؤں گا‘‘ ۔ ہیں پان کے ساتھ کھانے کو جوتا بھی لائیں گے ۔ وہ جوتا لائیں گے تو خود جوت کھا کر جائیں گے ۔

گوہر : ارے بھائی تم تو دال کی کھال اور کھال کا جال پڑھتے ہو ۔ ’’میں تمھارے واسطے پان میں کھانے کو چونا بھی لاؤں گا ۔ اور میں آج دو بجے تمھارے پاس آؤں گا ۔‘‘

خیرسلاؔ : میں دو بجے تمھارے پاس آؤں گا ؟ خیر مدعا ، آئے ہیں یا آ جائیں گے ۔ (گوہر چلی جاتی ہے) ۔

(بابک آتا ہے)

بابک : جی نہیں ، ابھی تو راستے میں ہوں ۔

خیرسلاؔ : جواب لایا ؟

بابک : جی ہاں !

خیرسلاؔ : تو لا شتاب دے ، ناحق مجھ کو نہ یوں اضطراب دے ۔

بابک : دیتا ہوں (سائڈ میں) بھئی بھئی میں تو بھول گیا کہ کون سی جیب میں ہے ۔ خیر میں بھی کوئی اڑنگا لگا تا ہوں ۔ جو ہاتھ میں آتا ہے ، وہی چیز پکڑاتا ہوں ۔

لیجیے جناب !

[بابک کا خط دے کر تیز ہو جانا اور
خیرسلاؔ کا خط پڑھنا]

خیرسلاؔ : اے پیاری ، گلعذار ، گلفام ، گل اندام ، میری حسینانِ زمانہ ، دلارام !

[ہنستا ہے]

آ ہاہا ! اللہ ری بے خودی ، جلدی میں میرے نام کے بدلے اپنا نام لکھ دیا ۔ ایں ! یہ کیا ؟ راقم آپ کا غلام خیرسلاؔ ۔ جاں نثار ، طرح دار ، استغفراللہ ، یہ تو میرا ہی خط ہے ۔ اُف یہ نامہربانی ، یہ ناقدردانی :

اس کو منظور ستانا جو ہمارا ہوگا
تو کیا یہ زمانہ نہ ہمارا ہوگا

اُف !

شعلہ بھڑک اٹھا دلِ پُر پیچ و تاب میں
واپس یہ خط کیا مِرے خط کے جواب میں

ہکبک : او بابک ! کدھر گیا ؟

[بابک آتا ہے]

بابک : الٰہی کیا ماجرا ہوگیا ۔

خیرسلاؔ : خط دے کے کچھ بولی تھی ۔

بابک : جی بس یہی کہ . . .

خیرسلاؔ : اچھا اور ہاں ، آج کرامت اللہ چچا آنے والے ہیں ، اس لیے اچھی طرح خاطر کرنا ، اور یہ بھی یاد رکھنا کہ مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ ایک عمل دار مجھے گرفتار کرنے آئے گا ۔ اس کو خوب مارنا ۔ بنیے نو اٹاری سے نیچے اتار دینا ، اچھا ! اور میں اس سامنے والے کمرے میں ہوں ۔

[خیرسلاؔ کا جانا ، عمل‌دار کا آنا]

عملدار : ہائے یہاں کوئی نہیں ۔ بس اللہ اور خیرسلاؔ ۔ اب کیا کروں ۔ یہ ہتھکڑی اپنے ہاتھ میں بھروں ۔ چچا کے آنے کی خبر سن کر تو چچا کا بھیس بنایا ۔ اے لو ، کوئی آتا ہے ۔

[بابک آتا ہے]

بابک : آہاہاہا آ گئے ۔ خیرسلاؔ کے چچا ، وہ اپنے باپ ، آداب عرض ہے ۔

عملدار : ابے تو کون ہے ؟

بابک : جی آپ کا خدمت گار ۔

عملدار : اچھا خیرسلاؔ سے جا کر کہو کہ تمھارے چچا جان تشریف لائے ہیں ۔ جان گود شفقت میں لینے کو بےقرار ہے (بخود) ہتھکڑی لیے ہوئے تیار ہے ۔

بابک : وہ سامنے کے کمرے میں تشریف لے چلیے ۔

[دونوں کا جانا ۔ کرامت اللہ ۔ آنا]

کراست اللہ : خوش نصیبی مجھے یہاں لائی کہ بھتیجے کی خدا نے صورت دکھائی ۔ ہیں ابھی تک کوئی نہیں آیا ، کیا انھیں خط نہیں ملا ؟

[بابک آتا ہے]

بابک : ہیں ! یہ کیا حساب ہے ۔ جدھر دیکھتا ہوں ، چچا ہی چچا ہیں ۔ شاید یہی وہ عملدار ہے ، اُف ! تُف ، اُف!

کراست اللہ : تو کون ہے ؟

بابک : جناب کا یہاں کیسے ہوا آنا ؟

کرامت : ابھی تک تو نے مجھے نہیں پہچانا ۔

بابک : ارے جانتا ہوں ، تب ہی تو عزت کرتا ہوں ۔ اگر آپ دو گھڑی پیشتر آتے تو خیرسلاّ کے اور میرے بھی چچا تھے ۔ یہاں تو جو پہلے آتا ہے ، وہی چچا کہلاتا ہے ۔ واللہ آپ کی داڑھی . . .

کرامت : یہ دہقانی نوکر کہاں سے رکھا ہے ۔

بابک : دہقانی ! ارے تو بڑا اُلو اور اُلو کا پٹھا ہے ۔

کرامت : ارے میں کون ؟ کیا مجھے نہیں پہچانا ۔ میں خیرسلاؔ
کا چچا ، صاحبِ خانہ کرامت اللہ ۔

بابک : سب غلط ، بالکل جھوٹ ۔ چچا جان اس بھیس سے
تو پہچان میں آ گئے ہو ، جو گیا بھیس بنا کر آؤ گے
تو برابر پہچانے نہ جاؤ گے ۔

کرامت : بھائی ! اپنے آقا کو بلا لا ۔

بابک : چل چل یہاں سے ۔ تمہیں تو باری میں سے پھینک دینے
کا میرے آقا کا حکم ہے ۔

کرامت : نمک بے رحم کا اس نے کھایا ۔ اسی کا اثر اس میں آیا ،
سدیر نے لا کر پھنسایا ۔

بابک : بھاگ یہاں سے ۔ (مارنا)

کرامت : بچا خدایا ، بچا خدایا ، اس نے تو میرے سر کا کچومر
بنا دیا ۔

خیرسلاؔ : بابک ! چچا کہاں ہے ؟

بابک : وہ سامنے کے کمرے میں ہیں ، بہت بڑا کام کیا ہے ۔ اس
کام میں بندہ انعام کا طلب گار ہے ۔

خیرسلاؔ : میں باہر سے دیکھتا ہوں (جھانک کر دیکھنا) ارے
او بابک ! تیرا منہ ہو کالا ، سانپ کو آستین میں پالا ،
یہ تو وہی عملدار ہے رذالا ۔

بانک : الٰہی ! اچھا ہوا گھوٹالا ، پیٹنا تھا آسے پر بیچ میں
بچارے چچا کی مرمت بنا دی ۔

خیرسلاؔ : بھاگ شاید وہ آیا ۔ (بھاگنا)

عملدار : ہت تیری دُم میں گیلا نمدا ، دل لگی تو خوب رہی مگر
خالی ، کمبخت آخر میں بھاگ گیا ۔

باب پہلا

پردہ پانچواں

مکان امیر سعید

[ناظر[1] اور امیر کا آنا]

امیر سعید : ناظر! اگر تیری داستان سچی نہ ہوگی تو تن میں نہ جان ہوگی ، منہ میں نہ زبان ہوگی ۔

ناظر : جو ایسی بات ہوگی ہرگز بیان نہ ہوگی ، تقصیر مجھ سے قبلہ ، ہاں مہرباں نہ ہوگی ۔

امیر سعید : چھریاں چھپی ہوئی ہیں تیری مہربانیوں میں ، اس گھر میں تو نہ ہوتا ، ہوتا قصائیوں میں ۔

ناظر : آپ تو یقین نہ لاتے تھے مگر سچے کو غیبی شہادت قدرت بہم پہنچاتی ہے ۔ وہ دیکھیے سامنے سے انور اور اس کی بیوی دلبر بھی آتی ہے ۔ مگر خدا کے لیے خفگی نہ کیجیے گا ۔

۱۔ اصل متن میں اس جگہ یہ الفاظ تھے : ''ناظر کا امیر سعید کو کچھ اُلٹا سیدھا پڑھا کر لانا'' ۔ اس ہدایت کو فنی نقطہ نظر سے بے محل سمجھ کر مرتب نے اس میں یہ تبدیلی کی ۔ (وقار)

امیر سعید : یا غفور الرحیم ! جو میں نے سُنا ہے وہ غلط ہی ہو جائے یا خواب کی مثال ہو جائے ۔ نہیں تو یہ گھر میرا ہو جائے گا بے چراغ ، گھڑی کی گھڑی میں اجڑ جائے گا باغ ۔

[ناطر کا جانا ، انور اور دلبر کا آنا]

انور : آداب عرض ہے قبلہ بزرگوار !

امیر سعید : انور ! یہ آداب اور کورنس کا فاتحہ تو کسی فرشتہ کے سُپرد کر ، وہ اس کا ثواب تیرے باپ کی روح کو پہنچائے گا ۔

انور : یعنی !

امیر سعید : یہ کون ہے ؟

انور : ایک موتی جو پڑا تھا ، وہ میں نے اٹھا لیا ۔ اب آپ کی دُعا سے دُھل جائے گا تو اس کا حال بھی کُھل جائے گا ۔

دلبر : نہیں قبلہ میں موتی کہاں سے ہوئی ۔ ایک لوہے کی صورت سلاخ تھی ان قدموں کی بدولت پارس پتھری کا سنگ ہوگا تو بے شک سنہری رنگ ہوگا ۔

امیر سعید : دور ہو میرے گھر کا چراغ گل کرنے والی عورت ، دور ہو ! (انور سے) انور ! تو میری باتوں کا جواب دے گا ؟

انور : اگر ارشاد ہوگا ۔

امیر سعید : کس طرح ؟

انور : جس طرح قیامت کے روز خدا کے سامنے جواب دوں گا۔

امیر سعید : کیا تو خاندان کی عزت ڈُبا چکا ؟

انور : نہ ایسا ہوا ہے ، نہ انشاء اللہ ایسا ہوگا ۔

امیر سعید : پتھر کو پیتل کے ساتھ پرو چکا ؟

انور : جی البتہ پتھر کو لال کے ساتھ پرو چکا ؟

امیر سعید : کیا مجھ کو مردہ جان کر ؟

انور : جی نہیں ، بلکہ آپ ہی کا بھروسہ مان کر ۔

امیر سعید : اچھا تو نہ ٹھہرا ۔ لڑکی ! نو بھی کوئی اندیشہ دل میں نہ لا ۔ زیور ، روپیہ ، مال و متاع اور دنیا کے سامان سے تجھے جو کچھ درکار ہو ابھی لے جا میرے یہاں سے ۔ اور تو اسے چھوڑ اور گوہر کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہو جا ۔

انور : نہیں ابا ! ایک بھولی لڑکی کو زبان دے کر پھرنا خدا سے پھرنا ہے ۔

دلبر : غرض سیپی کو کیا دریا کے سامان سے
بجھے گی پیاس اس کی صرف اب یاں سے

امیر سعید : قند سیاہ بھول گیا اپنی ذات کو
ہم مرتبہ سمجھنے لگا ہے نبات کو

دلبر : تھا قند سیاہ بھی گنّے سے اور نبات بھی گنّے سے ۔

امیر سعید : بھلا کمبل کا کیسے زیب ہو پیوند شال میں ۔

دلبر : آپ ہی انصاف کیجیے اپنے ہی مضمون سے
شال کمبل ایک ہیں ، دونوں بنے ہیں اون سے

امیر سعید : پڑ نہیں سکتے امیروں کے گلے میں ہار لوہے کے
ہیں سارے حوصلے ، سب ولولے بیکار لوہے کے

دلبر : نہیں زیبِ گلو ہوتے امیروں کے گلے میں ہار لوہے کے
اگر ہوتے نہیں زرگر کے پاس اوزار لوہے کے

امیر سعید : ہوا ہے آہن میں رشتہ کہیں اسٹیل کا ۔

دلبر : تو کیا غریب چہ بچوں کا پانی پیتے ہیں اور امیر آبِ زم زم ؟

امیر سعید : کوئی غریب امیروں کے برابر نہ ہوگا ، نالا ہرگز سمندر کے برابر نہ ہوگا ۔

دلبر : مہر سے اس کے جو کم‌تر ہے وہ برتر ہوگا
قطرہ ملتے ہی سمندر سے سمندر ہوگا

امیر سعید : شریف گھرانے میں پہلے دلہن کے گھر کو دیکھتے ہیں۔

انور : گُہر کو جوہری ، صراف زر کو دیکھتے ہیں
بشر کو دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں

امیر سعید : او بے حیا منہ زور احمق بات کو کاٹتا ہے ، اڑاتا ہے اور آنکھوں میں خون اتارتا ہے۔ آنکھوں کے آگے سے نِکل جا۔

ڈراپ سین

باب دوسرا

پردہ پہلا

مکان شیام ماہی گیر کا

(نور ، دلبر ، مادر دلبر اور قماد کا آنا)

سب : **گانا**

کاروبار لیل و نہار من سے کرن نہا نو مانو یہی بچار در نس دن ۔ کاروبار ۔ جھٹ پٹ اس کو جوڑ جاڑ کر تم دریا پر جاؤ لڑکو ۔ کاروبار۔ گن کی کہان گن بدھان واروں پران ہے ۔ یہ شان یہ شان بھائی آپ کی ۔ نہ کر بار بار خار زار کو شرمسار ۔ واروں سانوریا یہ جان ، پیا مورے کارن بھئے ہلکان ۔ محلوں کے ہوتے ہوئے یہ دُکھ اٹھانا ۔ جنگل میں کرے گذران ، آٹھ پہر لہر لہر مارے لگت مجھ کو زہر ، نہ مانو گے تم میرا کہا ماننا ۔ کاروبار . . .

ناظر : (سائڈ میں) تیور وہی ہے ، تجاہل وہی ہے ۔ کیا اب تک نہ ہوا قافیہ اس کا تنگ ؟

(ناظر ظاہر ہوتا ہے)

انور : (ناظر کو دیکھ کر) آؤ میاں ناظر !

ناظر : جی ہوتا ہوں حاضر ۔

انور : کہو ، آج یہاں کیسے تکلیف اٹھائی ۔

ناظر : کیا کہوں بھائی جان ! جب سے چچا جان سے یہ بات سُنی ہے ، تب سے میرے دل کو بہت بیکلی ہے ۔ افسوس بھائی ! ان آنکھوں سے تیری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی ۔

انور : بھائی ! امیری غریبی دینا تو خُدا کے ہاتھ میں ہے ۔ یہ جو میرا حال دیکھتے ہو ، دورنگی دنیا کا تماشا ہے ۔

ناظر : مگر افسوس کہ میں اس وقت حاضر نہ تھا کہ کچھ منّت و ِنّت سے چچا کے قدم لیتا ۔ خدا کی قسم یہ نوبت تو ہرگز نہ آنے دیتا ۔ (سائڈ میں) کیونکہ میرے نزدیک یہ کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہے ۔ (ظاہرا) یہ کوئی بہت بڑا قصور نہیں ہے ۔ ایسے بھی ہوتے ہیں نکاح بہت ۔ صلاح سے بہت بے صلاح سے بہت ۔

انور : کیا کوئی ذکر آیا تھا ؟

ناظر : ذکر نہ آتا تو میں یہاں کس طرح آتا ۔

انور : کیا کچھ کہتے تھے ؟

ناظر : ہاں بھائی ! میں نے تیری طرف سے وہ وہ باتیں کہیں

کہ جو بالکل تیر کے مانند ان کے دل کو لگیں ۔ اب کچھ تھوڑا باقی رہا ہے ، وہ پھر سمجھا لوں گا ۔ انشاء اللہ جلد ٹھکانے لگا لوں گا اور بہت جلد ان سے تم کو ملا دوں گا ۔

انور : بھائی اگر تو میرا یہ دکھ مٹائے تو تو انور کو اپنا زر خرید غلام بنائے ۔

ناظر : اچھا میں جاتا ہوں ۔

انور : خدا حافظ !

ناظر : (سائڈ میں) او غاصب انور ! جب تک میں نہ تجھ کو پامال کر دوں حرام ہے مجھ کو عیش دنیا ، جب تک نہ تجھ کو حلال کر دوں ۔

[ناظر کا جانا اور قباد کا آنا]

قباد : چلو بھائی انور ! اب دوچار پیسے کی مزدوری کریں ۔

[دونوں کا جانا ، گوہر کا آنا]

گوہر : آہا ! یہی ہے مکان جنت کی شان ۔ افسوس انور ! تو نے مجھے سوتن کے گھر بلایا ، جہنم کا راستہ دکھلایا ۔ آہا وہ سامنے سے آتی ہے ۔

[دلبر کا آنا]

دلبر : (سائڈ میں) ہیں ! پھر میرے سر بلا نازل ہوئی کیا ، پھر قیامت کا سامنا ہے کیا ؟ (ظاہرا) آئیے بی صاحبہ تشریف لائیے ۔

گوہر : بہت خوب ، جان نہ پہچان ، آؤ جی مہمان -

آئیں وہ گھر میں ترے جو کہ ہوں دل کے گندے
کبھی دوزخ میں نہ جائیں گے خدا کے بندے

دلبر : بی صاحبہ ! گھر میرا بے شک حلد بریں ہے - اگر آس کو دوزخ جانتی ہو تو دوزخ میں کھڑی ہو ، دوزخی ہو -

گوہر : وہ لگے منہ تیرے جو تجھ سی ہو

دلبر : کیا لگے تیرے منہ جو مجھ سی ہو

گوہر : میں کچھ تجھ سے ملنے نہیں آئی -

دلبر : یہ بھی شکر ہے -

گوہر : یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہے ؟

دلبر : وہ کون ؟

گوہر : میرا دلبر ! میرا شوہر ! لے کر بنا نہ لیا امیری کا ٹھاٹھ ؟

دلبر : امیری غریبی کا طعنہ تو دولت پر جی للچانا ہے ، یہ بیوقوفوں کا کام ہے -

گوہر : منہ بند کر بدذات ، چھوٹا منہ بڑی بات - تجھے شرم نہیں آتی ہے -

دلبر : کاہے کی شرم ؟ بنانے والا سب کو حق تعالیٰ ہے۔ مجھے اُس نے وہ خزانہ دیا ہے جس سے قارون کو بھی رشک بجا ہے۔

گوہر : اوہو اوہو ! اوہو ری نصیب والی۔ البیلی کے گھر تو ہاتھی جھومتے ہیں۔ کیا سانوں آسمان تیری ہی چوکھٹ چومتے ہیں ؟

دلبر : بے شک !

گوہر : مگر او نادان لڑکی ! تو نے اس کے ساتھ شادی کیا سمجھ کر کی ؟

دلبر : شادی کیا سمجھ کر کی ؟ تو کون پوچھنے والی ہے ؟ ہم میاں بیوی کی مرضی ہے ، پھر شہر کے اندیشے میں کیوں دبلا بچارہ قاضی ہے۔ ایک لومڑی کے ہاتھ انگور نہ آئے ، اُس نے کھٹے بتائے۔

گوہر : وہ آپ اپنے باپ کا نہ ہوا تو تیرا کب ہوگا۔ اس پر بھروسہ رکھنا فضول ہے۔

دلبر : مجھے اس پر اطمینان ہے کہ اس کی ایک زبان ہے۔ دنیا کی تمام دولت پر لات مار کر چلا آیا لیکن ایمان نہ گنوایا۔

گوہر : خیر ، اس کا مزا آج نہیں تو کل دے گا۔ اسی طرح وہ تجھے چوم چاٹ کر چلا جائے گا۔

دلبر : جا کالا منہ کر۔

گوہر : ہوں!

[غصے میں چلی جاتی ہے]

دلبر : خدا کی پناہ! زبان کیسی چلاتی ہے۔ لڑ لڑ لڑائی لڑنے آتی ہے گھر چڑھ کر۔ مگر ہاں کہیں سیاہ زبان کا کہنا درست نہ ہو، مجھے بھی چھوڑ کر چلتا نہ ہو۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اے پیارے انور! فقیری، امیری، اسیری، خوشی، غم خواری ہر حالت میں تو میرا میں تیری۔

گانا

تیرے ستم سے ناک میں دم ہے جہان کا
بدنام مفت میں ہوا نام آسمان کا
سیکھے ہیں چلن گردشِ ایام نے تیرے
شیطان بھی نادان ہے ہاں سامنے تیرے
منظور تفرقہ ہے تجھے جسم و جان کا

پردہ دوسرا

خیرسلاؔ کا مکان

[بابک کا آنا]

بابک : لا حول و لا قوۃ ! آج یہ گوہر بیگم تھوڑا کھا کر آئی یا نشیلی دوا پی کر آئی ہے - ارے کمبخت وہ آتی ہے -

[گوہر کا آنا

گوہر : بابک جا ، ذرا آج کا اخبارِ عام تو لے آ -

بابک : جی اچھا -

گوہر : نہیں نہیں ، مت لا -
(پھر کہنا)

جا جا ، اٹھا لا ، اٹھا لا -

بابک : جی بہت اچھا -

گوہر : نہیں ، جی نہیں چاہتا ، میں خود جاتی ہوں -

[گوہر کا جانا]

بابک : جی بہت اچھا ـــ واہ ! کبھی ہاں اور کبھی نہیں ، دیوانی تو نہیں ہوگئی کہیں ۔

[ریحان کا آنا]

ریحان : بابک تو نے دیکھا !

بابک : کیا ؟

ریحان : بی بی کا نخرہ ۔

بابک : ہاں دیکھا ۔ اب دوبارہ پھر جا کر دیکھتا ہوں ۔

[جاتا ہے]

ریحان : ہے کیوں گوہر کے دل کو اضطرابی ، کہیں ہوئی ہے اس کو لا جوابی :

نہیں ڈرتی ہے یہ خوف خدا سے
ہمیں کیا ہے ہماری ہے بلا سے

[ناظر کا آنا]

ناظر : کون ؟ ریحان !

ریحان : جی ہاں ۔

ناظر : تمھاری سرکار کہاں ہیں ؟

ریحان : شاید بھائی کے کمرے میں گئی ہیں ۔

ناظر : ذرا ہمارے آنے کی اطلاع نہیں دے دیتی ؟

ریحان : اجی پہلی اطلاع میں کیا ملا جو اب ملے گا۔

ناظر : اچھا اب کیا چاہیے ؟

ریحان : تم کیا دو گے ؟

ناظر : جو تم کہو ۔

ریحان : اچھا ! تالی بجانے والی ربڑ کی گڑیا ہمیں لا دو گے ؟

ناظر : ضرور بصد ضرور ، ایک چھوڑ کر ہزار لو ۔

ریحان : نہیں ، تم مجھے ایک ہی لا دینا ۔

ریحان گانا

ہاں بڑے تم عالیشان میں نے جانا
کر دوں خبر ، ہم کو مگر ، ربڑ کی گڑیا کل لے کر آنا
ہاں ہماری چیز صاحب یاد کر کے گر نہ لائیں گے
تو ایک دن آپ کا پیغام ہم بھی بھول جائیں گے

ناظر : اچھی سی تیرے واسطے بنوائیں گے گڑیا
گڑیا کی قسم آئیں گے جب لائیں گے گڑیا

ریحان : تو میں کروں گی سو سو پھیرے ۔ پھر نہ کرنا کوئی
تازہ بہانا —— کر دوں خبر ؟

[ریحان کا جا کر خبر پہنچانا ، گوہر کا تشریف لانا]

گوہر : آہا ! آؤ پیارے ناظر ، کیا خبر ہے ؟

ناظر : ہاں مگر۔

گوہر : بابک ذرا وہ میری ہیرا من کی پیالی میں پان تو لا کے دے۔

[بابک کا ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو جانا]

بابک : (سائڈ میں) بابک وہ نہیں جو فقرے کسی نے چلائے۔

ناظر : کیوں گوہر تو انور سے ملی تھی؟

گوہر : ہاں!

ناظر : دلبر بھی موجود ہوگی۔

گوہر : وہ نکٹی خود اندر تھی۔ مجھے بٹھانے لگی۔
میں نے کہا کہ بات کمینوں سے کیا کریں
اشراف ہیں ہم بات رذالوں سے کیا کریں

ناظر : شاباش! انور بھی ملا تھا؟

گوہر : ہاں راستے میں ملا تھا۔ پر افسوس انور گھر سے نکالا گیا، جہنم میں ڈالا گیا، مگر بغیر اس کے نہ آئے گا مجھے مزہ زندگی کا۔

ناظر : (خود سے)[1] وہ دام بچھاؤں کہ دونوں کو ایک ہی کفن

۱۔ صاحبہ مرتب۔ (وقار)

میں بندھواؤں (ظاہرا) کیا تو پھر انور سے ملے گی ؟

گوہر : ہاں ! وعدہ تو کر آئی ہوں ۔

ناظر : کب کا ؟

گوہر : آج ہی کے دن کا ۔

ناظر : مگر جب تو ملنے جائے تو مجھ سے مل کر جانا ۔

گوہر : یہ کیوں ؟

ناظر : میں تجھ کو انور سے ملتا ہوا دلبر کو دکھاؤں گا اور دلبر سے کہہ دوں گا جا کر کہ انور گوہر سے ملتا ہے ۔ بس اسی سبب سے دونوں کی گردن پر خون آئے گا ۔

بابک : خون گردن پر آئے گا !

گوہر : واہ ! خوب تدبیر سوجھی ۔ گویا بُھس میں آگ لگا کر الگ ہوگیا ۔

[دونوں کا جانا]

بابک : او بے ایمان ناظر ! انسانی صورت میں مجسم شیطان ! تو لاکھ بدی کر مگر جس کے سر پر خالق کا سایہ ہے اسے ہے ڈر کس بات کا ۔

پردہ تیسرا

مطب حکیم شفاء اللہ کا

گل چہرہ کا گانا

نہ تو وہ آتے ہیں اور نہ قضا آتی ہے
موت بھی کوئی دلھن ہے کہ حیا آتی ہے
یادِ گیسو میں اُلجھتا ہے سرِشام سے دل
رات کیا آتی ہے اک سر پہ بلا آتی ہے

لینا لینا خبریا ہماری ، سیاں سونی پڑی ہے نگر ہماری
تورے بنا ناہیں مانے جیا — لینا

آہ و زاری کے سوا ہجر میں کچھ کام نہیں
کسی صورت ، کسی پہلو ، ہمیں آرام نہیں
ہو گیا سوکھ کے کانٹا سا بدن فرقت میں
اب نو گل چہرہ سزاوار مرا نام نہیں

لاگوں لاگوں ڈگریا تہاری — لینا

[بانک کا داخل ہونا]

گانا

بابک : آرا دارا درا دبّا مساوی موری مائی ہو ؛ ہو ہو ہو ہو درد اٹھت ، دم ہے گھٹت مرا مرا مرا مرا مرا ۔

گل چہرہ : دیکھوں تو درد کہاں ہے تورے ۔

بابک : یہ ہے ، یہ ہے ، یہاں ہے مورے ۔ مت چھوؤ موری بیّاں ، دھڑکیاں چھتیاں موری دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ ، آوں اوں اوں اوں اوں ۔

گل چہرہ : کیوں بھائی ! تجھے کیا آزار ہے ، کیا تکلیف ہے جو اس قدر بے قرار ہے ؟

بابک : کیا کہوں ؟

پوشاک کل جو بدلی تو پہنچا اُتر گیا
سونگھا حنا کا عطر تو ہو درد سر گیا
جوتہ لیا پہن جو تو پٹّھا اُتر گیا
کھانا جو کھا لیا تھا تو ہے پیٹ اپھر گیا

گل چہرہ : ایسا بیمار تو ہم نے نہ کبھی دیکھا ہے نہ سنا ۔ یہ تو عجیب طرح کا بیمار ہے ۔ شاید اس کا دل گیا ہے ٹوٹ یا کوئی نیا نیا پاگل خانے سے آیا ہے چھوٹ ۔

بابک : دیوانہ نہیں ہوشیار ہے ۔ دل ہم نہیں رکھتے ، جگر ہم نہیں رکھتے ۔

گل چہرہ : ظالم میرے دل میں چٹکیاں لیتا ہے ۔ میری حقیقت کا

پتہ دیتا ہے، ایسا پیار تو ہم نے کبھی دیکھا نہ سنا۔

بابک : میرا حال کوئی غیر خبر نہ کر دے کہ وہ بچاری کہیں جان اپنی نہ دے دے۔

گل چہرہ : کیوں بھائی! تجھے روگ کیا ہے؟

بابک : یہ وہ روگ ہے کہ روگی کو خبر کچھ بھی نہیں
مجھ کو ناظر کے سوا آتا نظر کچھ بھی نہیں

گل چہرہ : ناظر کے سوا! یہ کیا کہا؟ ضرور کوئی بڑا جن چڑھا ہے سر تیرے۔

بابک : آپ ناظر کو جانتی ہو نا؟

گل چہرہ : ہاں، ہاں! وہ کہاں ہیں؟

بابک : (سائڈ میں[1]) جہنم میں۔ (گل‌چہرہ سے) اور مجھے بھی جانتی ہو؟

گل چہرہ : نہیں۔

بابک : خدا کرے، اس کو نہ جانے اور مجھے پہچانے۔

گل چہرہ : او بدزبان، پُر جفا! میرے ہی حق میں میرے ہی منہ پر بددعا۔

۱۔ اضافۂ مرتّب۔ (وقار)

بابک : بددعا نہیں بلکہ ایک نصیحت :

جس پہ تم کو ہے بھروسہ وہ بڑا مکّار ہے
پھول جس کو جانتی ہو در اصل وہ خار ہے

گل چہرہ : کیا ناظر بے وفا ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ ایک ناآشنا زہری زبان کی لوں کس طرح مان اور دوست کو دشمن لوں گردان ۔ محض نادانی ہے ، ناظر تو میرا پیارا جانی ہے ۔ وہ دیکھو ۔

بوئے گل باغ سے ہے باد صبا لے آئی
کھینچ کر اُن کو مری آہِ رسا لے آئی

آہ پیارے دلدار ، میرے غمگسار !

[ناظر کا داخل ہونا]

ناظر : (سائڈ میں[1]) پیارے دلدار یا زبردستی کے یار ۔

گل چہرہ : تیری کہانی اور ذکر تیرا زبان پر صبح و شام ہوگا
جو تیرا قصہ تمام ہوگا تو میرا قصہ تمام ہوگا ۔

ناظر : ابھی تلک ہو چکی نہیں ہے تمام کیا داستان تیری
خراب کر دیں گی باتیں بیری ، دماغ میرا زبان تیری

گل چہرہ : بیمار کی پروا جو مسیحا نہیں کرتے
اچھا نہیں کرتے ہمیں ، اچھا نہیں کرتے

۱ـ اضافہ مرتّب ۔ (وقار)

ناظر ! تمھاری باتیں صاف کہہ رہی ہیں کہ تم اب وہ ناظر نہیں ہو -

ناظر : میں تو اب بھی وہی ہوں -

گل چہرہ : شکل آئینہ ، ہم طرز دلدار ، جس نے دیکھا اُسی کی ہے گویا -

ناظر : ہم اسی واسطے یہاں ہر روز آیا نہیں کرتے ؟

گل چہرہ : تمھیں کچھ اپنے قول و قرار بھی یاد ہیں ؟

ناظر : میری بھی یہی مراد ہے -

گل چہرہ : الحمد للہ !

ناظر : لے دیکھ میرے دل پر بھی ہے وہی نشان -

گل چہرہ : ہم وہ نہیں ہیں جیسے کہ تم ہو - پیٹھ پیچھے کچھ اور ہو اور روبرو کچھ اور ہو -

ناظر : سوائے تیرے کسی کو پاؤں کلام کیا ہے سوال کیا ہے
پری بھی دوچار ہو تو آنکھیں ملاؤں میری مجال کیا ہے
بس ایک مراد بر آئے تو میرا اور میری پیاری کا دل قرار پائے -

گل چہرہ : (سایڈ میں) میری پیاری کا دل قرار پائے - یہ میرا یا اور کسی کا کہیں سچ نہ ہو کہنا - (ظاہر میں) وہ آپ کی پیاری کون ؟ کیسی ماہ رو ہے ؟

ناظر : وہ پیاری تُو ہے -

گل چہرہ : اگر ایسا نہ ہو ؟

ناظر : تُو کیا ؟

گل چہرہ : تو کیا ؟ یاد رکھنا :

کسی پر گر محبت کی نظر کی
ادھر ہو جائے گی دنیا اُدھر کی
مجھ سی بیکل کو جو کلپائے گا تو
جو کرے گا آج کل پائے گا تو
جو تو قیامت میں ساتھ ہوگا
یہ دامن اور میرا ہاتھ ہوگا

ناظر : اسے کیا خبر ہے :

آج کل چاہیے چلن کیسا
یہ زمانے کی رسم کیا جانے
عیشِ دنیا سے کام ہے مجھ کو
خوفِ محشر مری بلا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

گل چہرہ : کل جو پاسِ سخن نہ یوں ہوگا
تو ترے حق میں یہ زبوں ہوگا
یاد رکھ میری آرزو کے ساتھ
آرزو کا تری بھی خوں ہوگا

دیکھ دیکھ ! میرے دادا تشریف لاتے ہیں ۔ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے کہ بڑے ہی بے شرم ہیں جو شادی سے پہلے ملتے جلتے ہیں ۔ جا علیٰحدہ کھڑی ہو جا ۔ (دادا سے[1]) آداب عرض حضور انور !

شفاء اللہ : کون ؟ ناظر !

ناظر : ہاں جی غریب پرور !

شفاء اللہ : کیوں ناظر ! اب پہلے کی طرح ہمارے یہاں نہیں آتے ؟

ناظر : مجھے تو یہاں آتے ہوئے بار گذرتی ہے ۔

شفاء اللہ : بار کیوں گذرتی ہے ؟

ناظر : یہی دنیا کے لحاظ سے ۔ چچا جان نے فتح کی پونی[2] کے ساتھ روانہ کیا ہے ، یہی سبب ہے ۔

شفاء اللہ : مگر پھر بھی آتے رہا کرو ۔

ناظر : آج کل آپ کے کارخانے کا کیا حال ہے ، گرم ہے یا سرد ؟

شفاء اللہ : کیا کہوں کہ مارے تراوت (؟) کے نبض تو بالکل چھوٹی ہوئی ہے ۔ ڈاکٹروں کے ٹنچروں اور مکسچروں کے آگے ہمارے یونانی نسخے پرانے ہوئے ہیں ۔

۱۔ اضافہ مرتب ۔ (وقار)

۲۔ انگریزی لفظ "Pony" (خچر) ۔

ناظر : مجھے آپ سے ہمدردی ضرور ہے ۔ کہو کہوں یا ا
کہوں ؟

شفاء اللہ : کہو کہو شوق سے کہو ۔

ناظر : آپ کو معلوم ہے کہ میں امیر سعید کا خاص یہ
نہیں ہوں ۔

شفاء اللہ : ہاں ! ہاں !

ناظر : بلکہ اُن کے ایک دوست کا پسر ہوں ۔ اب چلیے ،
تخلیہ میں بیٹھ کر بیان کروں گا :

غیروں میں نہیں حرف و حکایات کا موقع
ہر کام کا اک وقت ہے ، ہر بات کا موقع

شفاء اللہ : اچھا تو چلیے تخلیے میں ۔

گل چہرہ : (خود سے[1])

''غیروں میں نہیں حرف و حکایات کا موقع''
کیا سامنے میرے بھی نہیں بات کا موقع
ہر بار کروں میں بھی تری گھات کا موقع

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

پردہ چوتھا

دلارام کا مکان

دلارام : بس اب کروں گی کبھی معاف نہیں
دل یہ نفرت سے ہوگا صاف نہیں

دیکھ تو یہ خط حیر سلا کا بھیجا ہے -

بکبک : کیا بابک لایا ہے ؟

دلارام : نہیں ! ایک نامحرم آدمی کے معرفت روانہ کیا ہے - ایسے الفاظ ، ایسا بدلحاظ - سُن : (مضمون خط) ''اے دلارام صورت حرام -'' سمجھی ؟

بکبک : جی ہاں -

دلارم : کیا ؟ اے دلارام صورت آرام !

صورت آرام کا خطاب تو چھوڑا، اب نو صورت حرام لکھتا ہے نگوڑا - وہ کیا اندھوں کے اسکول میں پڑھا ہے - اور سن : ''بہت ہے لکھنا مختصر ہمارا ، سمجھ لینے کو ہے کافی اشارہ'' - جی ہاں مردوں کی محبت پر اعتبار کرنا

گویا اپنے کو ذلیل و خوار کرنا ہے۔ بس اس مُردے
کو کبھی نہ روؤں گی ، اس طرف پاؤں کر کے بھی نہ
سوؤں گی ۔ بکبک خبردار ! آج سے میرے پیچھے اسے
یا اس کے نوکر کو گھر میں بلایا تو تیرا منہ نوچ
ڈالوں گی ۔

بکبک : میں تو خوب روؤں گی صبح و شام ، ہائے رے میرا
انعام ۔ مالک کا غصہ کنیز پر طویلے کی بلا بندر
کے سر۔

دلارام : ہائے مجھ سے میرا جانی چھٹ گیا ۔

بکبک : میرے بھی دو سو پہ پانی پھر گیا۔

[بابک کا آنا]

بابک : (خود سے[1]) لاحول و لا قوۃ ، ایسی نوکری پر ہے لعنت ،
ذرا دیکھنا چاہیے بکبک جان کی صورت ۔ او بکبک !
او بکبک !

بکبک : واہ رے تو آ گیا پیارے !

بابک : پیاری ! میں کہیں چوکنے والا ہوں :
وہاں میں تڑپتا تھا تیرے بغیر
تڑپتی ہے تو جیسے میرے بغیر

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

بکبک : ہائے ان موؤں کا کیا جاتا ہے، گیہوں کے ساتھ مفت میں گھن پس جاتا ہے۔ یہ گھڑی میں نا اور گھڑی میں ہاں۔ مگر پیارے! تیرے کو یہاں آنے کی سخت مناہی ہے۔

بابک : او پیاری! میں بھی کس منہ سے کہوں، میرے آقا کا بھی یہی فرمان ہے۔

[خیرسلا کا باہر سے آواز دینا]

خیرسلا : دروازہ کھولو۔

بابک : ارے یہ کون؟

بکبک : ارے یہ تو میرے آقا کی آواز ہے۔

بابک : کمبخت بڑا حیلہ ساز ہے۔ پیاری بکبک! مجھے چھپا۔

بکبک : میں کہاں چھپاؤں؟

بابک : اری جلدی چھپا۔

بکبک : آ پھر اِدھر سے نِکل جا۔

[دلارام کا اندر سے آواز دینا]

دلارام : بکبک!

بابک : ایک طرف قضا اور دوسری طرف ملک الموت کھڑی ہے۔ ارے کوئی ترکیب کر میری مائی۔

بکبک : زبان تو سنبھال سودائی۔

بابک : تجھے زبان کی پڑی ہے اور یہاں جان کی پڑی ہے۔

بکبک : اچھا اس کباڑ[1] کے اندر چھپ جا۔

دلارام : بکبک !

بابک : یہ کیا تندرستی کا قرینہ ؟

بکبک : نہیں ، خانہ خرابی کا زینہ ۔ کم بخت اسے نہیں پھنتا ۔

بابک : بند رہیں گے نہ اس قفس میں ، دل بہلائیں گے ذرا تخلیہ میں۔ ذرا ادھر تو آ۔

بکبک : کیا ؟ (بابک کا جلدی سے بوسہ لے لینا)

(دلارام کا آنا)

دلارام : بکبک' یہ دروازے پر کون ہے ؟

بکبک : کیا جانے بی بی کون ہے ۔

دلارام : جا دیکھ تو ۔

بکبک : دیکھتی ہوں ۔

[بکبک کا دروازہ کھولنا ۔ خیرسلا" کا آنا]

خیرسلا : اے دلارام صورتِ آرام !

دلارام : صورتِ آرام ، صورتِ آرام۔

١- Cupboard -

(گانا)

جاؤ جی جاؤ جی چھوڑو گھتیاں ، یہ بتیاں ۔ ہاں میں
نہ مانوں نہ مانوں نہ مانوں رے ۔ ڈھٹی اناڑی واری
پربت بساری ساری ، موری نہ جانی تو نے مدریا ۔
لکھ لکھ پتیاں موہے جلائی ۔ بھیا ایسا ناہی توہے گمان ۔

خیرسلا : دیکھنا طرزِ ادا سیکھ نہ جائے کوئی
اس لیے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی

دلارام : ہم برے گر ہیں تو پھر پاس نہ آئے کوئی
کیوں ہمیں ترک تعلق میں ستائے کوئی

خیرسلا : خیر دور نہ جائیے ، ذرا پاس تو آئیے ۔

دلارام : فرمائیے ؟ مختصر ہی کہہ جائیے ۔

خیرسلا : یہ جو کچھ ہے ، بابک کم بخت کی شرارت ہے ۔ میری
تقصیر ہے تو قتل کیجیے اس تیغ سے مجھ کو ۔

دلارام : اچھا تو آئیے ، گلے لگ جائیے ۔

بکبک : سبحان اللہ ! گھڑی میں گھی اور شکر ہوتے ہیں ۔
بی بی مبارک میاں سلامت ۔ مگر ہاں الساری میں
کہیں بابک کی جان گھٹ گھٹ کر نکل نہ گئی ہو ۔

خیرسلا : میں جانتا ہوں کہ ہمارے تمہارے بیچ میں تکرار ہوئی ۔
یہ سب بابک کی سرارت سے ہوئی ۔

دلارام : بابک ہے کہاں موا ؟ ایک ہی چالیا ہے زمانے میں۔

خیرسلاؔ : دیوانہ ہوگا کسی ویرانے میں ۔

بابک : (سایڈ میں) ابھی یہ رہا کلال خانے میں۔ یہ انگور کا
چاہنے والا ولائتی معشوقہ سے ہم بغل، ہم پیالہ ہے ۔

دلارام : یہ سب اُس کی شرارت ہے۔

بابک : (سایڈ میں) بندہ کو تو اپنی دِل لگی سے کام ہے ۔

بکبک : وہ بیچارہ مفت میں بدنام ہے۔

[بابک کا سائڈ سے گانا]

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را

خیرسلاؔ : ہیں یہ کیا راز ہے!

دلارام : یہ تو بابک کی آواز ہے۔

خیرسلاؔ : یہاں اُس کو آنے کا ہے حکم کب ۔

بکبک : غضب ہے، غضب ہے، غضب ہے، غضب!

دلارام : یہ لو عجب تصویر کھینچی ہے مصور نے شرابی کی ۔

خیرسلاؔ : یہاں منحوس نے آکر یہ کیا خانہ خرابی کی۔

دلارام : گھر میں نوکر لا چھپاتا ہے، کیا میرا چلن آزماتا ہے ؟

یہ کدورت ہوئی کدورت پر
اب میں تھوکوں گی تیری صورت پر

گانا

واہ ری تمہاری مکاری کی چال یہ

بکبک : باتوں میں ٹالیے ، مطلب نکالیے

بابک : واہ رے واہ رے

خیرسلاّ : ہے میری مجال یہ

بابک : واہ ، واہ ، واہ رے

دلا رام : اب منہ نہ دکھا

خیرسلاّ : تقصیر ہے کیا ؟

بکبک : اس یار کے ہوں بلہاری

خیرسلاّ : سن پیاری !

دلارام : کی خواری ، پہلے یہ منہ کو گریبان میں ڈالو ۔

بابک : دیکھو نہ بھالو ، سلیپر سنبھالو ۔

بکبک : یہ ہے پیزار لو ۔

دلارام : گھر سے نکالو ۔

خیرسلاّ : کیوں ؟

بابک : ہا ہا ہا ہا ہا یوں !

خیرسلاّ : افسوس آج ترے ستانے سے گئے
نہ سمجھے ہم دونوں زمانے سے گئے

بابک : بلا سے گئے تو!

خیرسلا : کس کو معلوم تھا کہ یہاں بابک ہے ؟ یہاں کس لیے آیا ہے مردود!

بابک : ہم کہیں نہیں آتے جاتے ، یہ ہمارا خلوت خانہ ہے۔ یہ لال پری ہے ، اس کو شیشے کے محل میں بھجوانا ہے۔

خیرسلا : ایک تو ہے شیطان لڑا ، سر پر سیطان کے اور بھی شیطان چڑھا۔

بابک : ارے او آرام طلب نوکر ، تو یہاں کس لیے آیا ہے ، کیا تو مفت کی شراب پینے آیا ہے ؟

خیرسلا : ارے بے وقوف ! خود تو غٹاغٹ اڑاتا ہے اور مجھے پیا ہوا بتلاتا ہے۔

بابک : یہ ہمارا مکان ہے ، یہاں کسی کے آنے کا حکم نہیں ہے۔

خیرسلا : ارے الو ! غیر کے مکان کو اپنا ہی مکان جانتا ہے۔

بابک : ارے جا بے ! یہ کپڑا دھو کے لا ، دیر نہ لگا۔ اگر استری کی صفائی نہ ہوگی تو اجرت کی ایک پائی نہ ہوگی۔

خیرسلا : کیا بکتا ہے ، مجھے بھی نہیں پہچانتا ہے ؟

بابک : ارے او آرام طلب نوکر ! میرا فرمان نہ مانے گا تو بغیر تنخواہ دیے نکال دوں گا۔

خیرسلا : ایک تو کم بخت نے پکی پکائی کھچڑی (میں) خاک ملائی ۔ اس پر یہ عزت افزائی ، تقدیر کی برائی ، میرے پیش آئی :

روتے ہوئے آئے تھے با چشم نم چلے
بیرنگ جیسے آئے تھے ویسے ہی ہم چلے

بابک : خیر بلا سے گئے ۔

گانا

ہے عجب یہ پھولوں کی لالی ۔ وہ شراب جلالی جالی ۔ نرالی ہے عجب یارو ، ملال میں یہ پینا حلال ہے ۔ جو پئے دیکھے بحالی ۔ پئے جو ڈٹ کے ، پھرے بے کھٹکے ۔ نا اٹکے نا بھٹکے نا پھٹکے لالی ۔ یارو شراب تو پینا ثواب ہے ۔ اچھی سپن والی ، بیئر اور برانڈی ۔تو پیو پلاؤ ۔ یہ شیشہ شرابوں سے رہے نہ خالی ۔ ہے عجب . . .

باب دوسرا

پردہ پانچواں

جنگل

[انور کا گاتے ہوئے داخل ہونا]

چنتا اگن رے دیکھی ہے من رے، گیو مورا دھیر دھن ارے۔ دھن میں تن وانت سمجھ لو رے۔ جائے گورے بر بن نارے۔ نس دن لاگو دھیان رہت ہے رے۔ پتا تورے چرن پرے رے۔

[دلبر و ناظر ایک طرف کھڑے نظر آتے ہیں، دوسری طرف انور کھڑا ہے۔ پیچھے سے گوہر آتی ہے اور انور کی آنکھیں بند کر لیتی ہے]

انور : کون؟ دلبر!

گوہر : نہیں، دلبر کی کنیز گوہر۔

انور : کنیز نہیں، عزیز گوہر۔ بس اگر دنیا میں کوئی غم ہے تو والد کی جدائی کا غم ہے۔ اگر مجھ کو کسی نہ کسی طرح والد سے ملا دے تو عمر بھر تیرا احسان مند رہوں گا۔

گوہر : تو کوئی فکر نہ کر ، کسی نہ کسی طرح تجھے ضرور والد سے ملاؤں گی ۔ (علیحدہ ہو کر) ضرور ملاؤں گی خاک میں ۔

انور : جو ہاتھ میرے دھڑکتے ہوئے دل کا تعویذ ہوگا تو اس کا بوسہ لینا چاہیے ۔

[انور کا گوہر کے ہاتھ کا بوسہ لینا]

ناظر : (دلبر سے) کیوں دلبر ! دیکھا ؟

دلبر : کیا ؟

ناظر : دیکھ سامنے کس مزے سے باتیں ہو رہی ہیں ؟

دلبر : (غور سے) کون ؟ انور اور گوہر ۔

ناظر : ہاں انور اور گوہر ۔ دیکھا انور گوہر کے پاؤں پر گر کر بوسہ لیتا ہے ۔

دلبر : ہائے ! کیوں ایسے ظالم سے دل ملایا ۔ (ناظر سے) بھائی ! مجھے معاف کرنا ۔ میں نے تمھیں ناحق طعنہ زنی کے سخن سنائے ہیں ۔ اس سے معاف کرنا ۔

ناظر : خیر میں تو جاتا ہوں ، (سایڈ میں) کیونکہ آگ تو لگا دی ۔ (ظاہرا) مگر یہ خیال رہے کہ یہ بات کبھیں کسی کے سامنے زبان پر نہ لانا اور جو خبریں ملیں گی ، وقتاً فوقتاً مل کر تجھ کو سناتا رہوں گا ۔

[جانا]

گانا

دلبر : ہم سے لگن اور من سے سوتیاں ۔ ہردے سے بھٹی موری برچھی پار۔ اب نظر سے پلٹ تورے سارے ہیں لیارے ۔ تن بدن سے ہے اگن سی لگن ۔

ہائے پیارے چلن ، تمہارے ہیں آرے دہارے ۔ بلم ، بلم مورا دشمن ہے پُر فن ۔ بد نظر ہے ، ناری بیگانی سے کرتا ہے پیار ۔

[جانا]

[پردہ گرنا]

باب دوسرا

پردہ چڑھتا

دریا کا کنارہ

[ایک جھونپڑی میں انور اور قباد شراب کی بوتل لیے ہوئے
نکلنا اور باہر آ کر سب ماہی گیروں کا شراب پینا]

گانا

سب : اس بوتل سے جو اک جام چڑھاوے ۔ سب دکھ جاوے
سکھ پاوے ۔ آٹھے ترنگ امنگ کی ، سوجھے پرلوک ۔
آسمان کی سیر میں کچھ روک ، نہیں ہے ٹوک ۔ خوشحالی
کا ہے یہ جتن ، خستہ بدن ہو فربہ تن ۔ تازہ ہو من ،
پیر و کہن کو ضعف نہیں آوے ۔

قباد : بھائی ! تم میاں بیوی کے بیچ میں ہم کیسے بول
سکتے ہیں ؟

انور : مگر بیمار ہونے کا سبب بھی نہیں بتاتی ہے !

قباد : یہی تو خرابی ہے ۔

[ناظر اور امیر سعید کا آنا]

امیر سعید : ناظر ! میں تیرے کہنے سے یہاں تک آیا ہوں مگر طبیعت نہیں بہلتی ۔

ناظر : ذرا ادھر آدھر کو ٹہلیے طبیعت سنبھل جائے گی ۔

(انور کا امیر سعید سے ملنے کو جانا)

انور : اے میرے والد بزرگوار !

امیر سعید : دور ہو بد اطوار ! بد شعار ۔

(لکڑی سے انور کو مارتا ہے)

انور : آپ نے مجھے پہچانا ۔

امیر سعید : دور ہو ۔ میں نہیں جانتا تو کون کافر ہے ؟ کرانی ہے یا غول بیابانی ہے ۔

قباد : ارا ر ر ر ! بچارے کو ایسی لکڑی ماری کہ سارا ہاتھ لہولہان ہو گیا ۔ بچارے قسمت کے مارے کا منجا بھی اتر گیا ۔

انور : اے پدر بزرگوار ! مجھے آپ نے لکڑی ماری مگر یہ وہی ہاتھ ہیں کہ جنہیں آپ دن میں کئی بار چوما کرتے تھے ، آنکھوں سے لگایا کرتے تھے ۔

آپ کے ہاتھ میں آنچ تو نہیں آئی ۔

امیر سعید : بس ہو چکا ، چلو ۔

ناظر : (انور سے) بھائی ! میں نے تو بہت کوشش کی مگر افسوس !

گانا

نہیں ہرگز دیکھا تیرے باپ جیسا ستم گر کوئی ،

انور : نہیں بھائی ، تو نے چارہ کیا جانے ، کیوں مجھے مارا ، میرا ہے قصور سارا ، میں نے لاج کھوئی ،

ناظر : کوئی خطا تھی نہ ایسی تیری

انور : قسمت ہے بد میری - بے گناہی کی تباہی ، ہیں وہ آخر قبلہ گاہی -

امیر سعید : ناظر !

ناظر : جی ہوا حاضر -

امیر سعید : چلو چلیں -

ماہی گیر : ایدھر سے آئیے سرکار !

[ناظر کا امیر سعید کو دریا میں ڈال دینا]

امیر سعید : لینا ! لینا ! پکڑنا !

انور : ارے یہ کیا غضب ! باپ ڈوبے اور میں دیکھا کروں -

[انور کا دریا میں کودنا]

ڈراپ سین

پردہ پہلا

مطب حکیم شفاء اللہ

[گل چہرہ کا دوائی کوٹتے ہوئے دکھائی دینا]

گانا

ہوئے بلا نادان ، انھیں دھیان نہیں ، خوف ایمان نہیں
پاس زبان نہیں ۔ ہارے ہیں داؤ کہیں ۔ ہوئے . . . ۔
چال بازوں کا جہاں میں سدھ بھاؤ نہیں ، کہیں چلتی
کاغذ کی سدا ناؤ نہیں ۔ ہوئے . . . ۔

[شفاء اللہ کا آنا]

شفاء اللہ : ہاں بیٹا جا ، تھک گئی ہو گی ، اندر جا !

گل چہرہ : (خود سے[1]) بہت بہتر دادا جان بے ایمان ۔ دوا کوٹتے کوٹتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ، جب رحم نہ آیا ، آج رحم کھایا ۔

[گل چہرہ کا سائڈ میں کھڑے ہو جانا] ،
[ناطر کا آنا]

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

ناظر : کیوں حکیم صاحب کیا خبر ہے ، آپ انور کے یہاں گئے تھے ؟

شفاء اللہ : ہاں !

ناظر : دلبر کو کیا بیماری ہے ؟

شفاء اللہ : میں وہاں گیا ۔ دلبر کو دیکھا تو کوئی روگ ووگ سمجھ میں نہ آیا ۔ دو زہر کی پڑیاں دے کر آیا ہوں ۔ خدا نے چاہا تو شام تک تمام ہے ۔

ناظر : واہ واہ خوب کیا ۔

شفاء اللہ : بس ایک ہی ہاتھ میں دونوں صاف ۔

ناظر : یہ کیوں ؟ زہر تو دلبر کو دیا ہے ، اثر اس پر کرے گا ۔ کم بخت انور کیوں کر مرے گا ؟

شفاء اللہ : تو نہ گھبرا ۔ اس کا میں ذمہ دار ہوں ۔ لے یہ زہر کی پڑیا ۔ انور کی جیب میں رکھنا ۔

ناظر : بھائی یہ ! مگر وہ کیا کہتے ہیں ۔ ایک سے دو غنیمت اور دو سے چار ۔ پیسے سے روپیہ غنیمت اور روپے سے دینار ۔

شفاء اللہ : وہ کیا ؟

ناظر : آپ خیرسلاؔ کو جانتے ہیں ۔ وہ کرامت اللہ کا بھتیجا ۔

شفاء اللہ : جی ہاں ، خاصے امیر ہیں ۔

ناظر : اور خیرسلاؔ کی بہن گوہر ، انور کی منگیتر ۔ اگر آپ کی اجازت پاؤں تو اُس سے شادی رچاؤں ۔ اس سے دواخانہ میں عزت پاؤں ۔

شفاء اللہ : (سائڈ میں) کم بخت شادی کرے گا تو ہمارے منہ میں کیا خاک بھرے گا ۔

ناظر : اور اُس کے جہیز میں جو کچھ آے گا تو آدھا خاکسار کا اور آدھا بزرگوار کا ۔

شفاء اللہ : نہیں صاحب ! ایسے لالچ میں آ کر اپنی اکلوتی پوتی کو خراب کروں ۔ ہاں اگر گوہر کے تمام جہیز کی قیمت نقد دو تو بنے ، کسی طرح آٹے دال کا فکر تو ٹلے ۔

ناظر : (سایڈ میں) ہاں ہاں تو کر لینا چاہیے ۔ دینا یا نہ دینا میرا کام ہے ۔ (ظاہر میں[1]) مجھے منظور ہے ۔

شفاء اللہ : ہاں تو آپ عیش کریں گے ۔ آپ شادی کی خوشی میں پھول جائیں گے تو ہمارے نام کو بھول جائیں گے ۔

ناظر : میں اقرار نامہ لکھے دیتا ہوں ۔

[دونوں کا جانا ، گل چہرہ کا ظاہر ہونا]

گل چہرہ : او نا خدا ترس غافل انسان ، نادانوں کے نادان ، گوہر بے بہا ۔ یعنی ایمان دے کر زر پر ہوا قربان ۔ او

۱۔ اضافہ مرتب ۔ (وقار)

حریص بندے ! یہ نہ ساتھ آیا نہ ساتھ جائے گا ، سب
یہاں کا جمع یہاں ہی دھرا رہ جائے گا ۔ اچھا ، موقع
آئے تو سمجھ لوں گی ۔

[گل چھہرہ کا جانا ، شفاء اللہ کا آنا[۲]]

شفاء اللہ : اے میرے عیش و عشرت کے سامان ! میں نے اپنا
خزانہ تیرے حوالے کیا ہے ، اس کی حفاظت کرنا ۔
جس روز اس نوٹ کو بناؤں گا تجھ پر سونے کا
غلاف چڑھاؤں گا ۔ اس جیب میں بےفکری سے
آرام کر :

قدر کیا تیری جو اس جیب کے اندر رکھوں
مجھ کو لازم ہے کہ سینے سے لگا کر رکھوں

[انور کا آور دینا]

انور : حکیم صاحب !

شفاء اللہ : ہیں یہ کون ہے ؟ (انور کا آنا) کیوں انور ! تمھاری
بیوی کا کیا حال ہے ؟

انور : جی نظر آتی نہیں صورت تو کچھ اچھی ذرا
ہوش تھا جو کچھ تو وہ بھی سر بسر جاتا رہا
کیا ترے سینے سے حکمت کا ہنر جاتا رہا

۲۔ آنے جانے کی ترتیب میں نے بدلی ہے ۔ اصل میں شفاء اللہ کا آنا پہلے
تھا ۔ (وقار)

شفاء اللہ : ابھی دوسری دوا دیتا ہوں ، اچھی طرح خبر لیتا ہوں۔ (نبض دیکھ کر) اوہو ! گرمی کس قدر ہے ، پسینے سے کوٹ بھی تر ہے۔

[دودھ میں زہر ملانا ہے]

یہ لو انور ! اس کو تین دفعہ پلاؤ گے تو انشاء اللہ پھر کبھی بیماری نہ ہو گی۔

انور : آپ یہیں تشریف رکھیے۔

شفاء اللہ : میں دروازہ بند کر کے آتا ہوں۔

[شفاء اللہ کا جانا ، گل چہرہ کا آنا]

گل چہرہ : او بوالہوس دو قدم پر ناؤ کاغذ کی ڈوبے گی۔

[گل چہرہ کا جانا ، سفاء اللہ کا آنا]

شفاء اللہ : (خود سے[1]) ! اجی توبہ کرو۔ لوگ میدان جنگ میں سیکڑوں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ بھرتے ہیں اور گنہگار نہیں ہوتے۔ میں صرف دو خون کرنے سے گنہگار ہوں گا ؟ اجی توبہ کرو توبہ کرو۔ میرا گھر مسجد یا کعبہ نہیں جو خدا کا خوف کروں۔ اجی توبہ کرو۔ دولت ملے گی تو طبیعت صاف رہے گی۔

[جانا]

۱۔ اضافۂ مرتب۔ (وقار)

باب تیسرا

پردہ دوسرا

خیرسلاؔ کا مکان

[کرامت اللہ کا آنا[1]]

کرامت اللہ : (خود سے[1]) افسوس! بھائی کا بیٹا آخر بد چلن نکلا ۔ کیوں نہ ہو، خون نے جوش کھایا ۔ یہاں اب دوبارہ ملنے آیا مگر کم بخت کو گھر نہ پایا ۔

[بکبک کا دوڑتے ہوئے داخل ہونا]

بکبک : ہائے موئے بابک! چڑھا کے جام ستیاناس کیا ۔

[بابک کے دھوکے میں کرامت اللہ کو مارنا]

کرامت اللہ : ارے مار ڈالا ۔

بکبک : (خود سے[1]) ! ارے یہ کون ؟ بابک کے باپ کا سالا ۔

کرامت اللہ : ہٹ تیرا منہ ہو کالا ۔

بکبک : جناب معاف کرنا ، میں نے بابک کے دھوکے میں آپ کو مارا ۔

۱۔ اضافہ مرتب ۔ (وقار)

کرامت اللہ : کیا ہمارے واسطے رنج و الم پیدا ہوئے
مار ہی کھانے کو کیا دنیا میں ہم پیدا ہوئے

بکبک : صاحب ! مجھے معاف کرو ۔

کرامت اللہ : مہربانی کری جو تو نے ایک دھول ہی آ کر جڑی ۔
خیر تو کون ہے ؟

بکبک : صاحب ! میں دلارام کی کنیز ہوں ۔

کرامت اللہ : تو تو میری بیٹی کی کنیز ہے ۔ مگر میرے مارنے کا
سبب کیا ؟

بکبک : جی سبب ؟ دلارام اور خیرسلاؔ کی شادی ہوتے ہوتے
بند ہو گئی ۔

کرامت اللہ : ہاں سمجھا کہ گھڑی کا پہلا پرزہ بگڑ گیا ۔

بکبک : اجی اُن کی شادی ہوتی تو دو سو کی رقم ہاتھ آتی ۔ میں
تو اُس غم سے مر جاؤں گی ، جی سے گزر جاؤں گی ۔

کرامت اللہ : مت رو بیٹا مت رو ۔ دو سو کے بدلے جان نہ کھو ۔
میں تمھیں دوں گا ، بیٹا دو سو میں دوں گا ۔

[بابک کا آنا]

بابک : ہیں ! شیر کا شکار گیدڑ کھاتا ہے ۔

بکبک : کیا آپ مجھے دو سو روپیہ دیں گے ، یہ سچ بات ہے ؟

کرامت اللہ : دو سو کیا تجھ پر تو اشرفی کا توڑا قربان ہے -

بابک : کیوں نہیں ! آخر تو بیچاری کو بیٹی جانتا ہے -

[مارتا ہے]

کرامت اللہ : ارارا ! یہ تو وہی مجسم شیطان ہے -

بکبک : ہاں !

بابک : بس او نا سزائی ، دیکھ لی تیری چترائی - لا بے میری عزت کا جواب -

بکبک : بابا کس نے تیری عزت لی ہے ؟

بابک : (خود سے[۱]) کیوں بے ایک ہی داؤں میں لگا دیا اشرفی کا توڑا ، کچھ بال بچوں کو بھی چھوڑا -

کرامت اللہ : (خود سے[۱]) ارے یہ تو بڑا اناڑی ہے -

بابک : بھائی تو بڑا کھلاڑی ہے -

کرامت اللہ : (خود سے[۱]) مجھ کو لازم ہے کہ یہاں سے جلدی چل دوں -

[کرامت اللہ کا جانا]

بکبک : ہائے موئے بابک ! تو نے کیا کیا - ایک تو اس روز شراب پی کر دو سو کو خاک میں ملا دیا ، آج بھی بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا -

---

۱- اضافۂ مرتّب - (وقار)

بابک : ہاں ! میں غیروں سے تجھے ملنے دوں اور اپنی چھاتی پر مونگ دلنے دوں ۔

بکبک : ارے نہیں ، وہ تو مجھے بیٹی بیٹی کہتا ہے اور میرے حال پر ترس کھا کر دو سو روپیہ کا توڑا دیتا ہے ۔

بابک : اوہ ! میں نے تو دیکھا نہ بھالا اور بچارے کو مفت میں ٹھوک ڈالا ۔

بکبک : اب تو خیرسلاؔ اور دلارام دونوں کی مرضی شادی کرنے کی نہیں ہے ۔

بابک : اب کوئی ترکیب لگانا چاہیے اور ان دونوں کو ملانا چاہیے ۔

بکبک : دلارام کو تو یہاں آنے کی قسم ہے ۔

بابک : ہاں ! کل خیرسلاؔ ہوا خوری کو جائے گا تو بندہ اس کی پوشاک پہن کر آہستہ آہستہ کراہ کر آئے گا ۔

بکبک : کہیں مُردے بھی کراہتے ہیں ۔

بابک : ہاں ہاں کراہتے ہیں ۔ تو جا ، دلارام سے کہہ دے کہ خیرسلاؔ مر گیا ، فقط تمھارے واسطے جی رہا ہے ۔

بکبک : کہیں اسی کے بدلے سانپ پر تو ہاتھ نہیں ڈالے گا ۔

بابک : ارے نہیں ری میری پیاری !

گانا

بابک : سن پیاری حکمت سگری سگری سگری سگری ، ڈھونگ مچاؤں یوں ہی مر جاؤں ۔ دم کو چراؤں ، سر اور پاؤں کچھ نہ ہلاؤں ۔ اس کو پھنساؤں تب زر پاؤں ۔

بکبک : اور جو یہ دھوکا کھل جاوے ، پھر تو پوری مشکل آوے ۔

بابک : کون ہے ایسا بھید جو پاوے ، مت گھبراوے ، مت گھبراوے ، دل تمھارے میں ڈر بھاری ہے ۔ یہ پیاری دنیا داری کرو ، نہ یہ رنگ کرو نہ یہ ڈھنگ ۔ کہے کوئی انسان ، ہر بشر کے دل میں زر کے بھرے ہیں کیا ارمان —— سن پیاری . . .

پردہ تیسرا

ماہی گیروں کی جھونپڑی

[قباد کا جھونپڑی سے نکلنا]

قباد : افسوس ! یار بھی اب تو کوئی یار نہیں ۔ دلبر اور انور جان و جگر ، افسوس وہ اس کے خون پر کمر باندھے ۔

گانا

ہے اب عشق و اُلفت کا اظہار جھوٹا
غلط آشنا ، شوقِ دیدار جھوٹا
اس انور کا ہے سرسر پیار جھوٹا
کہ دل میں ہے کچھ ، ظاہر انکار جھوٹا
بھروسہ کسی سے ہو کیا دوستی کا
کہے کیا کسی سے کوئی حال جی کا
نہ ہم ہیں کسی کے ، نہ کوئی کسی کا
دکھاوا ہے سب ظاہرا دنیوی کا
زمانے سے اخلاص جاتا رہا ہے
نہ رشتہ ، نہ اُلفت ، نہ ناتا رہا ہے

نہیں دوست وہ ہو جو ساتھی بنی کا
نہ دے ساتھ بھی جو مصیبت پڑی کا
برے وقت کا جو نہ لے تیرا ٹھیکا
وہ تیرا نہیں م ۔ ط ۔ ل ۔ ب ۔ کا
غرض اپنے مطلب کا چھوٹا بڑا ہے
سمجھ تو کوئی بھی کسی کا ہوا ہے

انور! او ظالم انور! تو نے خدا کا خوف بھی نہیں کیا کہ ایک بچاری بھولی لڑکی کو زہر دے دیا۔

[انور کا آنا]

انور : کیوں بھائی قباد! کیا ہو رہا ہے، اکیلا تو کس پر خفا ہو رہا ہے؟

قباد : زمانہ جو محوِ جفا ہو رہا ہے
تو بدنام نامِ وفا ہو رہا ہے

انور : خیر زمانے سے ہمیں کیا کام ہے، یہ بتاؤ دلبر کو کیا کچھ آرام ہے؟

قباد : پوچھتا قاتل ہے بسمل کا مزاج۔

انور : کیا کہا؟

قباد : جو کبھی نہیں کہتے۔

انور : کچھ سنا؟

قباد : جو کبھی نہیں سنتے ۔

انور : آخر مدعا ؟

قباد : دغا بس دغا ۔

انور : کس نمک حرام نے کی ؟

قباد : ایک خود غرض خود کام نے کی ۔

انور : آخر کس نے ؟

قباد : او ''دو رنگی دنیا'' کے نمونے ! یہ کام تو نے کیا ۔

انور : ہیں ! کیا میں نے ؟

قباد : بے شک تو نے ۔

انور : بھائی ! یہ اندھیر؟ بھائی کیوں کر یہ جھوٹی تہمت لگانا ہے؟

قباد : بس یہاں سے نکل جا ۔ میری آنکھوں سے اوجھل ہو جا ! ورنہ دھکے مار کے نکال دوں گا ۔ بس چلا جا انور ! اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے ۔

انور : مجھے اندر جانے دو ۔

قباد : نہیں ! ذرا کوتوال کو آنے دو ۔

انور : (خود سے[۱]) الٰہی خیر !

۱۔ اضافۂ مرتب ۔ (وقار)

قباد : بس بیٹا ! اب کرو نا بڑے گھر کی سیر -

انور : مجھے جانے دے - ارے میرا ہی گھر اور میں ہی نہ جاؤں ؟
قباد ! دیکھ اپنے کیے احسانوں پر پانی نہ پھیر -

قباد : بس خموش !

انور : ارے بھائی !

قباد : دور ہو قصائی !

[دلبر کی ماں کا آنا]

مادر : ارے موؤ ! ذرا نیند تو آنے دو - ابھی ذرا نیند آئی
تھی تو ان موؤں نے آن جگایا -

انور : دیکھو تو ماں !

قباد : دور ہو ماں کہنے والا !

[کوتوال اور حکیم کا آنا]

حکیم : کوتوال صاحب ؟ یہی ہے مجرم -

انور : ہیں ! کون مجرم ؟

کوتوال : مجرم تُو ، جس نے قانونی تاکید نہ مانی اور کیا جرمِ
زہر خورانی -

قباد : اب کیوں ڈرتا ہے ؛ جان لیتے وقت نہ ڈرا اب جان
دیتے ڈرتا ہے ؟

ناظر : کیا ہے ، یہ شور و غل کیسا ہے ؟

کوتوال : اقدامِ قتل عمد ۔

ناظر : اس نے ایسا کون سا خون کیا ہے ؟

کوتوال : حکیم صحت بخش کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اپنی منکوحہ بی‌بی سے بیزار ہے اور کسی دوسری بی‌بی کا طلب‌گار ہے اس لیے اس کو زہر دیا ہے کہ یہ ہلاک ہو تو پاک کا کانٹا ناپاک کانٹے سے پاک ہو ۔

ناظر : میں کبھی نہیں مان سکتا کہ ایسے شریف زادے کا یہ کام ہو ۔ ایسا کام کرے ، کیا کوئی کنجڑا قصائی ہے ؟ تم نہیں جانتے ہو کہ یہ میرا بھائی ہے ۔

کوتوال : تو کیا تم بھائی کی حمایت کرتے ہو ؟

ناظر : تم اس کے مجرم ہونے کا کیا ثبوت رکھتے ہو ؟

حکیم : سب محلے والوں کا کہنا ہے کہ بہت روز سے میاں بی‌بی میں تکرار ہے ۔

ناظر : ہرگز نہیں ۔ میں یہ بات اُس وقت تک نہ مانوں گا جب تک اس کے پاس کوئی مدعا نہ ہوگا ۔

انور : بھائی ! تیرے احسانوں سے تو میں دبا جاتا ہوں ۔ بخدا میں بے خطا ، بے گناہ پکڑا جاتا ہوں ۔

ناظر : نہ گھبرا بھائی ! میں تیری ہی فکر میں ہوں ۔

کوتوال : اچھا تم لوگ خانہ تلاشی لو اور میں ان کی جامہ تلاشی لیتا ہوں ۔

انور : تو دیکھ لے ، مگر انشاء اللہ کبھی نہ آئے گی سانچ کو آنچ ۔

ناظر : اب مریضہ کی جان تو بچ گئی تباہی سے ۔

حکیم : فضلِ الٰہی سے ۔

ناظر : (سائڈ میں) بچ گئی افسوس !

حکیم : اس کی قدرت کا بھید جدا ہے ، کوئی لاکھ کسی کا برا چاہے مگر مارنے جلانے و لا حق تعالیٰ ہے ۔

کوتوال : حکیم صاحب ! دیکھیے یہ کیا ہے ؟

حکیم : یہ وہی زہر جو دوا میں ڈالا گیا ہے ۔

مادر : ارے ، دغا باز ! تجھے روؤں ، تیرے جنازے کو پیٹوں ۔ اسی سبب سے کی تھی آشنائی، تیری کرنی تیرے آڑے آئی ۔

قباد : کہیے تو کوتوالی بھی نہ جانے دوں ، یہیں فیصلہ کر دوں ۔

ناظر : جو ڈبویا نام باپ دادے کا ، نہ تجھ سا کوئی پلید ہوگا ۔

انور : یہ کیا ہوگا کام جس نے وہ کوئی پاجی پلید ہوگا ۔

وتوال : نہ کیا ، تو بول کس کی جیب ہے یہ ؟

ور : یہ جیب میری مگر خدا کی قسم فریب ہے یہ ۔

ظر : میں کیا کروں ۔ حق بات سے مجبور ہوں ، نہیں تو ان کی مجال تھی کہ تجھے ہاتھ لگاتے ۔ خدا کی قسم غضب ہی ہو جاتا ، مگر تو نے ایسی ذلت کی کہ شرم سے گھڑوں پانی پڑ گیا ۔

لور : افسوس ! مصیبت میں میرا مددگار کون ہے ؟

[دلبر کا آنا]

دلبر : میں پیارے ، کوئی نہیں تو میں ہوں ۔

مادر : پھر تو موذی سے آ ملی نادان
مجھے بھاتا نہیں چلن تیرا
دن دکھایا یہ بےوقوفی نے
خوار کر دے گا بھولا پن تیرا

کوتوال : لے چلو اس سیاہ کار کو ۔

انور : میں کیا کروں ۔ اے دلبر مجبور ہوں ان سے ، پر شرم آتی ہے مجھے تجھ سے ۔

دلبر : افسوس !

[بےہوش ہو جاتی ہے]

حکیم : لے چلو گھر میں ، کہیں غش سے مر نہ جائے ۔

ملو : آہا کئی روز میں نکلی ہے حسرت میری

گانا

جہاں میں یہ جال ہے میرا بچھا ہوا ہاں ، جس کو ہوں
تاکتا ، اڑتے کو لوں پھنسا ۔ محشر و حشر سے کیا
حبر دام سے کام ہے ، ہم کو ہے زر حدا ۔

ہلکے ہلکے دل کا بھید پایا ، بندے نے پھندے میں آن
پھسایا ۔ بن کے شہد کی چھڑی بس خبر جگر کی لی
ہم سے کم ہیں ۔ فطرتی ہے چین پایا ۔

باب تیسرا

پردہ چوتھا

امیر سعید کا مکان

[امیر سعید کا بیٹھے نظر آنا[1]]

امیر سعید : افسوس! جس وقت میں نے اپنے بیٹے کو گھر سے نکالا ، میں نے خود کو برباد کر ڈالا ۔ دریا میں ڈوبتے ہوئے اسی نے بچایا ، ناظر نے تو نہیں سنبھالا ۔ بیٹا کیسا ہی ہو مگر وقت پر کام آتا ہے ۔ انسان کو لازم ہے کہ جو قدم کرے ، سوچ کر کرے ، نہیں تو میری طرح پچھتائے گا ۔ اب جاؤں اس کو وہاں جا کر لاؤں ، سینے سے لپٹاؤں تو چین پاؤں ۔

[جانا چاہتا ہے ، سامنے سے ناظر دکھائی دیتا ہے]

ناظر : چچا جان ! آپ کہاں جاتے ہیں ؟

امیر سعید : ناظر ! ہم تمھیں ایک خوش خبری سناتے ہیں ۔

ناظر : یعنی ؟

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

امیر سعید : میں شیام کی جھونپڑی میں جاتا ہوں اور انور کو معہ اس کی دلہن کے لاتا ہے ۔

ناظر : (سائڈ میں) ارارررر ! یہ تو برا ہوا ۔ اب اسے کس طرح بھگاؤں (ظاہرا) ہاں ضرور بھائی جان کو لائیے گا ۔ نہایت خوشی کی بات ہے ۔ کیا ہوا جو وہ لڑکی ماہی گیر کی ہے ۔

امیر سعید : ناظر ! تیری اس خوشی میں بھی شرارت ہے ۔ نادان ! وہ لڑکی تو ریاس کے ٹکڑوں سے پلی ہے ، ایسی بھکاری کی لڑکی تو بھلی ہے ۔

ناظر : جناب ! اس میں میری کیا خطا ہے ؟

امیر سعید : خیر مجھے ان جھگڑوں سے کام کیا ہے ۔

ناظر : آپ جاتے تو ہیں مگر وہ مکان پر نہیں ہے ۔

امیر سعید : نہیں ہے تو شام تک گھر میں آ جائے گا ۔

ناظر : وہ ہے ہی نہیں تو کہاں سے آ جائے گا ۔

امیر سعید : تو کیا انور بیمار ہے ؟

ناظر : جی بیمار تو نہیں پر ایک اور بلا میں گرفتار ہے ۔

امیر سعید : ارے سچ بتا ، کیا ہوا ؟

ناظر : افسوس ! جو اس خاندان کو موزوں نہ ہوا ، وہ اس نے کیا ۔

امیر سعید : وہ کیا کیا ؟

ناظر : اس نے اپنی منکوحہ بی بی کو زہر دیا اور گرفتار ہو کر پولیس میں ہے گیا ۔

امیر سعید : افسوس ! خاندان کا شیشہ ٹوٹ گیا ، نصیب پھوٹ گیا ۔ تو نے وہاں کھڑے ہو کر کیا کیا ، کچھ دے دلا کر زر نہ کرا گیا رہا ۔

ناظر : میں کیا کہوں ۔ ہوا جبھی گرفتار بھائی ، پولیس کو میں دیتا رہا منہ بھرائی ۔ لیکن کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی ۔

امیر سعید : میں کیا چاہتا ہوں اور یہ کیا ہوا ۔ افسوس میری تقدیر کا پیش آیا لکھا ۔ بیٹا ! گو میں تجھے دوسرا انور جانتا ہوں ، دونوں آنکھ برابر جانتا ہوں ۔ اگر تجھ سے کچھ ہو سکے تو عدالت میں پیروی کرنا ۔ افسوس ! ایسے جینے سے ڈوب مرنا بہتر ہے ۔

[جاتا]

ناظر : (خود سے[1]) آپ بے فکر رہیں ۔ میں پیروی کروں گا ۔ اچھی طرح کروں گا ۔

[قہقہہ لگاتا ہے]

۱۔ اضافہ مرتب ۔ (وقار)

اب انور کی گرفتاری کی خبر گوہر کو سناؤں ، دلبر اور گوہر کو قبضے میں لاؤں اور اپنی مراد پاؤں ۔

گانا

آگ باتوں کی گھاتوں کی دی بھڑکا
پھنسا زندان میں ظالم کا لڑکا
مٹا میرے دل و جان کا دھڑکا
مارا بڈھے کو تیغ فریب سے
رکھ دوں گردن پر خنجر میں
قبضہ کر لوں گھر پر میں
دلبر گوہر کر ہو بر میں
پھر بل دوں مونچھوں کو ــــــ آگ باتوں

باب تیسرا

پردہ پانچواں

شاہی دربار

سہیلیاں : **گانا**

شاہ والا تو پیارا دولارا بنا ، نیارا بنا ، نیارا بنا

عدل و سخا میں نوشیرواں سے دوبالا ۔ سبھی سرتاج
جہاں پہ نثار جان کریں ۔ شاہ کے کرم سے جیئیں ہم
سب رحم سے ۔

جھومت جھومت آوے صبا برباد کرے گلشن سے
خزاں ، باغ جہاں میں تجھ سا مالی ہو ، اے والی ہو ،
تا تھئی اگ اگ تھئی تا ترنگ ناوک ناوک
بتی ۔ شاہ ۔

(اوز کا قیدی کی حالت میں آنا)

شاہ : اے وزیر نیک تدبیر ! زہر حورانی کے سب گواہ
حاضر ہیں ؟

وزیر : جی ہاں سب حاضر ہیں ۔

شاہ : اچھا حاضر کرو (ناظر ، گوہر ، قباد ، حکیم وغیرہ کا آنا) اے بڑھیا ! سب حال بیان کر ۔

مادر : حضور میں کپڑے دھوتی تھی اور میری سالن کی ہنڈیا چولھے پر چڑھی تھی کہ یہ آیا اور دوا پلانے لگا ۔ میں نے کہا ، تو ٹھہر جا ، دوا میں پلاؤں گی ۔ مگر یہ نہ مانا اور دوا پلائی ۔

شاہ : اچھا قباد کو آگے لاؤ ۔ قباد سے[۱]) تو کیا جانتا ہے ؟

قباد : حضور ! میرا بس ہو تو سولی چڑھاؤں ۔ اس نے یہ گناہ کیا کہ بچاری بھولی لڑکی کو زہر دیا ۔

انور : الٰہی ! یہ کیا اسرار ؟ ناظر اور گوہر کے چہرے پر خوشی کے آثار !

شاہ : اور کوئی گواہ ہے ؟

ناظر : جی ہاں جہاں پناہ ! میں جانتا ہوں کہ انصاف میں جھوٹ نہ بولنا چاہیے ۔ بے شک اس نے دلبر کو زہر دیا ، یہ قابلِ قیاس ہے ۔

انور : یہ بات اور اس زباں سے ! ایمان سے کہہ ذرا ایمان ہے ۔

ناظر : اور چند روز تک تو اس نیک ذات کی محبت کا دم بھرتا تھا ۔

۱۔ اضافۂ مرتّب ۔ (وقار)

انور : او ظالم بے ایمان ! آج تیرا ہوا امتحان ۔ دوستی کرتا رہا ظالم عدو ہو کر ، رگ رگ میں زہر بھرا ہے تیری لہو ہو کر ۔

شاہ : اور کوئی ہے ؟

گوہر : جی حضور ! اس نے دلبر کو زہر دینے کا مشورہ میرے سے کرا تھا . مگر میں نے منع کیا تھا ، لیکن اس نے نہ مانا ۔

انور : قریب آتا ہے روز محشر ، ہے ایک منزل سے سب کو جانا نہ جھوٹ اس طرح بول گوہر، کہ منہ خدا کو بھی ہے دکھانا

شاہ : خموش ! زبان دراز ! معلوم ہو گیا تیرا راز ۔ تو نے وہ فعل کیا ہے کہ کم سے کم موت کی سزا دینا چاہیے ۔

(دلبر کا آنا)

دلبر : موت کی سزا کس کو ، کیا اس بے قصور کو ؟ ذرا انصاف سے کام لینا چاہیے حضور کو ۔ شاہ اس نے مجھے کب زہر دیا ، میں نے اپنی خوشی سے لیا ۔

شاہ : تو نے ؟

دلبر : ہاں میں نے !

شاہ : یہ لڑکی کوئی مخبوط الطور معلوم ہوتی ہے ۔

وزیر : زہر کی گرمی سے ابخرے دماغ پر چڑھ گئے ہیں ۔

شاہ : افسوس ! امیروں کے لڑکے چاہے امیر سے غریب ہو جائیں مگر دل میں ایسا خیال تک نہ لائیں ۔ بس مقدمہ صاف ہے ۔ اس کا انصاف یہ ہے کہ تیرا سر کاٹ کر لٹکایا جائے ۔ اب بول تیرا بچانے والا کون ہے جو تجھے بچائے ۔

[گل چہرہ کا آنا]

گل چہرہ : میں ہوں ۔

شاہ : ہیں ! لڑکی تو کون ؟

گل چہرہ : حضور میں اس مقدمے کو صاف کرنے والی ۔ دودھ کو دودھ ، پانی کو پانی کر دکھانے والی ۔

شاہ : اچھا یہ مجرم نہیں تو کون قصور وار ہے ؟

گل چہرہ : مجھے مجرم سے کیا سروکار ہے ۔

شاہ : بتا کون ہے ؟

گل چہرہ : یوں تو دونوں حاضر ہیں ۔

شاہ : یہ شیطان اور یہ شیطانی ۔

گوہر : دیوانی ہو گئی دیوانی ۔

شاہ : دیوانی نہیں ، لڑکی ہے کوئی سیانی ۔

ناظر : (سائڈ میں) پاپ کا گھڑا پھوٹتا ہے -

گوہر : ہائے ہائے میرا تو جی چھوٹتا ہے -

شاہ : تو کیا یہ بے قصور ہے ؟

گل چہرہ : قصور سے کوسوں دور ہے -

شاہ : تو کس کی لڑکی ہے ؟

گل چہرہ : حضور ! میں اس حکیم شفاء اللہ کی پوتی ہوں ۔ اس کام میں ناظر کی کارروائی ہے اور میرا دادا بھی شریک ہے -

شاہ : مگر تیری بات کا اعتبار کیوں کر ؟ جب تک کوئی ثبوت نہ دکھائے -

ناظر : آفریں ! اے عادل سلطان آفرین ! جب تک یہ کوئی ثبوت نہ دکھائے اس سخت گوئی کی سزا دی جائے -

گل چہرہ : ناظر! اس میں تیری خطا ہے ، اب تو اپنے گناہوں کی کوئی معافی اپنے عادل سلطان سے مانگ -

ناظر : جا جا ہوش کی دوا کر ، یہ سب پانی پر کی لکیر ہے تیری جھوٹی تقریر ہے -

گل چہرہ : جھوٹی تقریر ہے ؟

ناظر : ہاں جھوٹی تقریر ہے -

گل چہرہ : (اقرار نامہ دکھا کر) یہ تو نہیں جھوٹی تحریر ہے -

شفاء اللہ : افسوس ! جو دوسروں کے راستے میں ہم نے کانٹے ڈالے ہیں ، یہ خبر نہ تھی کہ راستے سے ہم ہی گزرنے والے ہیں ۔

شاہ : افسوس یہ کیا زمانہ ؟ رذیلوں کو پہنایا شریفوں کا بانا ، کیوں ناظر بیگ ؟

ناظر : الٰہی خیر ! یہ دیگ میں دیگ ، ناظر کے بدلے ناظرِ بیگ ۔

شاہ : کیا یہ تمھاری تحریر ہے ؟

ناظر : جی ! جی ! جی ! جی !

شاہ : اس اقرار نامے سے تمھیں انکار ہے ؟

ناظر : جی نہیں بالکل سچا اظہار ہے ۔

شاہ : لڑکی یہ اقرار نامہ تونے کہاں سے پایا ؟

گل چہرہ : حضور ! میں نے اپنے دادا کے صندوق سے چرایا ہے ۔

شاہ : حکیم صاحب بھی انور کو مارنے کے لیے بہت پھرتے ہیں ۔

شفاء اللہ : حضور ! مجھے اس شیطان نے بہکایا جو ایسا کام کرایا ۔ للہ مجھ پر تو رحم کرو ۔

شاہ : تم پر معقول رحم کیا جائے گا ۔ کوتوال انور کو باعزت رہا کرو اور ناظرِ و گوہر و شفاء اللہ کو گرفتار کرو ۔

ناظر کو جلادوں کے حوالے کرکے قتل کرانا مگر عام راستے پر ، اور گوہر کا سر منڈوا کر سارے شہر میں پھرانا ۔ اس حکیم شفاء اللہ کو قید خانے کی اندھیری کوٹھری کے حوالے کرو اور تا دمِ زیست اسی کوٹھری میں زینت بخشیں ۔ بس دربار برخاست ۔

الٰہی مجھ پر خیر کرنا ، آخر میں تیرا ہی بندہ ہوں ۔

[کوتوال کا سب کو پا بہ زنجیر کرکے لے جانا]

پردہ چھٹا

شیام کی جھولپڑی

قباد اور انور کا آنا

قباد : واہ بھئی واہ ! خوب انصاف ہوا لاثانی ۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ۔

انور : بے شک کرنے والا ، سب کا حق تعالیٰ ہے - بھائی جان بھی اس نے مگر تیرے وسیلے سے - پر مجھے والد بزرگ (وار)[1] کا ہر وقت خیال ہے - الٰہی ! کیا تیری درگاہ میں میری دعاؤں کا گذر ہونا محال ہے ؟

[امیر سعید کا اندر سے آواز دینا]

امیر سعید : نہ گھبرا اے میرے فرزند جگر پیوند ! میں آتا ہوں ۔

انور : ہیں ! یہ تو میرے والد کی آواز ہے ۔

[امیر سعید کا آنا]

اے میرے والد بزرگوار !

[دونوں کا آپس میں بغلگیر ہو کر ملنا ۔
امیر سعید کے آنسو گرنا]

---

[1] - اضافہ مرتب ۔ (وقار)

امیر سعید : ہاں وہی تیرا بے رحم ظالم باپ جس نے دھکے مار کر نکال دیا تھا -

انور : والد مہربان ! بس اب گذری ہوئی باتوں پر خاک ڈالیے ، بس مجھے سینے سے لگا لیجیے -

قباد : دیکھ اماں ! اس بے چارے کے ہاتھوں کا ورم نہ اترنے پایا ، بوڑھا پھر لکڑی لے کر آیا -

امیر سعید : بیٹا دلبر ! اب میرے لیے یہ گھاس کی جھونپڑی نازیبا ہے - اب تو میرے نور نظر ، لخت جگر انور کو لے کر میرے خاص محل میں چل - باہر چار گھوڑوں کی گاڑی کھڑی ہے -

قباد : چار گھوڑوں کی گاڑی ؟ حضور ! ایک موٹر کار بھی ہو -

امیر سعید : ہاں ! ہاں ! ہاں !

[سب کا جانا]

[پردہ گرنا]

باب تیسرا

پردہ ساتواں

خیرسلاّ کا مکان

[بابک کا خیرسلاّ کی شکل بنا کر آنا]

بابک : اجی! کیا میں اب بابک معلوم ہوتا ہوں؟ اب تو میں خیرسلاّ کا بھی آبا معلوم ہوتا ہوں۔

گانا

تن کے دن کے زر والا ، پھروں پھر اعلیٰ اعلیٰ ،
گھوڑا گاڑی ، باغ باڑی ، جنگل جہاں چولی ساڑھی
تاری ناڈی کا پیالہ ۔ بندہ خوش ہوگا کتنا؟ بیٹا جب
ہوگا اتنا ۔ روے گا آوں آوں آوں ، پوچھوں گا کیوں
کیوں کیوں؟ بولے گا پیسہ دو ۔ ہاہاہا!

لوگ کہتے ہیں کہ ملک عدم کا راستہ بہت دور ہے ، اس لیے تھوڑے آج مرلیں ، کچھ تو منزل قریب ہوگی ۔ اب بکبک اور دلارام آ جائے تو مزا آئے ۔ ارے کوئی آتا ہے ۔ لیٹو یہاں بابک!

[بابک کا لیٹنا ، دلارام اور بکبک کا آنا]

بکبک : لے تو آئی ہوں آنھیں خدا خیر کرے ۔

دلارام : افسوس! پیارے خیرسلاّ تیری حالت تو دیکھی نہیں جاتی ۔

کرامت اللہ : ہائے بچارا! مجھ سے ملنے بھی نہ پایا اور مر بھی گیا ۔

دلارام : اگر ہوش میں ہوتا تو اپنے قصوروں کی معافی مانگتی ۔ پیارے ذرا تو بولو ، منہ تو کھولو ۔

بابک : اری بکبک اسے منع کر ۔

بکبک : بی بی! کہیں یہ ستم نہ کرنا ، منہ پر سے کپڑا نہ ہٹانا ۔ کپڑے سے تو بے سانس رُکتی ۔ حکیم صاحب نے کپڑا نہ ہٹانے کو بولا ہے ۔

دلارام : تو کیا سانس کے روکنے کو کپڑے کی آڑ کافی ہے ۔ اچھا تو اخیر وقت میں ہاتھ تو لوں ہاتھ میں ۔

(دلارام کا ہاتھ تھامنا ۔ بکبک کا بوسہ لینا)

بکبک : ارے مُوا ایسا مزے میں آیا کہ بوسہ لے لیا ۔

بابک : تیرا پیٹ کیوں جلتا ہے ، کہیں گھڑی گھڑی ایسا وقت ملتا ہے ۔

دلارام : (حکیم جی سے) کوئی آپ کے پاس دوا ہو تو دیجیے ۔

کرامت اللہ : ہاں یہ اسے پلا دے ۔

دلآرام : ککبک لے ، یہ دوا پلادے ۔

ککبک : لے یہ دوا پی ۔

بابک : نہیں ری میں نہیں پیتا ۔

ککبک : ارے پینی پڑے گی ، نہیں تو ساری بات بگڑ جائے گی ۔

بابک : جانی ! میں نہیں پیتا ۔

ککبک : نہیں پیتا ؟

بابک : اری میں تندرستی کی بنیاد ہو کر دوا پیوں ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔

ککبک : لے لے ، جلد پی جا ۔

(بابک دوا پی لیتا ہے)

بابک : ارے میں تو جھوٹ موٹ مرتا ہوں اور یہ زبردستی مارتا ہے ۔

کرامت اللہ : ارارارا ! میں نے دوا کے بدلے دے دیا زہر ۔

دلآرام : ہیں ! یہ کیا خدا کا قہر !

کرامت اللہ : اچھا شور نہ کرو ، میں ابھی دوسری دوا دیتا ہوں ۔ لے اسے پانی میں گھول کر پلادے ۔ اب میں اپنے استاد کے ہاں سے زہر کا آتار ہو تو لاتا ہوں ۔

[illegible]

بابک : کم بخت نے کیسی دوا پلائی کہ پیٹ تک کڑوا ہو گیا ۔ جا ذرا باورچی خانہ تک جلد جا ، تھوڑی سکر لے آ ۔

بکبک : اچھا میں جاتی ہوں ۔

بابک : ایک مری بات کان میں جلدی سے سنتی جا (بوسہ لے کر) جا جا ، منہ نہ بنا ۔

[خیرسلاؔ کا آنا]

خیرسلاؔ : بابک . او بابک !

بابک : ارے یہ نوخیر . . .

خیرسلاؔ : خدا بچائے ایسے نوکر سے ۔ جو گھر میں ہو تو بولے نہیں اور جو کہیں آفت کا مارا مل جائے تو اپنی بے تکی ہانک ہی میں اڑائے ۔

[بکبک کا سکر لے کر آنا]

بکبک : لے پیارے یہ شکر کھانا ، ذرا برا منہ نہ بنانا (خیرسلاؔ کو دیکھ کر)[1] اس کم بخت کو کون لایا ۔

دلارام : لو پیارے دوائی پی جاؤ ۔

خیرسلاؔ : اری پیاری ! میں بیمار کب ہوا ؟ تیرا دیدار ہی تو مجھے دوا ہے ۔

۱۔ اضافۂ مرتب ۔ (وقار)

بابک : نہیں ہو تو پینا پڑے گا ۔

کرامت اللہ : لے بیٹا ! یہ گلے میں باندھ لے ، میرے آستاد نے دیا ہے ۔

خیرسلاؔ : بابک کہاں ہے ؟

بابک : یہاں ہے ۔

خیرسلاؔ : ارے یہ کیا ہے ۔ کوئی شکر کھلاتا ہے ، کوئی دوا پلاتا ہے ، کوئی کمپاس لگاتا ہے ۔ یہ مطلب کیا تمہارا ہے ۔ خالقِ باری ! یہ کیسی دشواری ؟

بابک : ہم تو مر چکے ، اب ہے تمہاری باری ۔

کرامت اللہ : بیٹا ! میرا قصور معاف کر ، میں نے بھول میں زہر دے دیا ۔

دلارام : شاید یہ بیٹھنا بھی آخری بیٹھنا ہے ۔

خیرسلاؔ : پر مجھے زہر کس نے دیا ؟

کرامت اللہ : بیٹا ! میں نے دیا ۔

بابک : ہائے ! بچارے کو پانچ منٹ کا ہوس نہیں ۔

دلارام : زہر بچہ ! زہر اپنے آپ کو دیا ، اور اپنے چچا سے پوچھنا ۔

کرامت اللہ : ارارار ، یہ تو وہی کم بخت ہے ۔

بکبک : کیا تو مر جائے گا ؟

ک : مروں گا نہیں ، اب تو جیوں گا ؟

بک : مجھ کو تیرے مرنے کا کچھ غم نہیں ہے ، پر دو سو سے کوڑی کم نہیں ۔

بک : اتار بچہ اتار ، میرا زہر اتار ! ورنہ میں تو مر جاؤں گا مگر تجھ کو پھنساؤں گا ، نہیں تو دو سو روپیہ لوں گا ۔

یرسلاؔ : کیوں او مردود ! جہاں دیکھو وہاں ہے تو موجود ۔ ہے بڑا استاد ، یہاں بھی ہے تیرا ہی فساد ۔

لارام : موا بڑا بے ایمان ہے ۔

ابک : ارے مرے ہوئے کو کیوں مارتی ہے ۔ دیکھو یہ مرے کا قرینہ دیکھو :

جو کرے کوئی مرا ماتم نہیں
بے تکلف مرنے والے ہم نہیں

کبک : سرکار ، سرکار ، دولت مدار !

ابک : واہ ! میں تو مرتا ہوں اور اسے سرکار سرکار کی پڑی ہے ۔

خیرسلاؔ : چچا جان ! اس روز خط بھیجا مگر تشریف نہ لائے ؟

کرامت اللہ : تشریف نہ لائے ۔ جوتے کیا تیرے باپ نے کھائے ؟ (سائڈ میں) اب اپنی عزت بچانی چاہیے (ظاہرا) وہاں کچھ کام تھا ، اس لیے نہیں آ سکا ۔

بابک : ارے ! میرا زہر تو آتار ۔

کراست‌اللہ : ارے ! شیشی زہر کی تو میرے پاس ہے ۔ بڑا نصیب دار ہے ۔ تو نے زہر کے بدلے عرق مفرّح پیا ہے ۔

بابک : حضور ! جو اس دن آپ نے مجھے خط دیا تھا ، وہ میری جیب میں اب تک پڑا ہے ۔ آپ کی اور دلارام کی لڑائی ہوئی ، یہ سب علام کی کارروائی ہے ۔

کراست اللہ : چلو خیر بچے ! امیر سعد نے وہاں ان کے جلسے میں شامل ہونا چاہیے اور تم دونوں کی شادی کر دینا چاہیے ۔

بابک : حضور ! ہماری شادی کا پیغام ہو جائے ۔

گانا

بابک اور بکبک : شادی رچائیں چلو ۔

بابک : مردے کے سنگ میں ۔

بکبک : جی کی آمنگ میں ۔

بابک : ہوے دو سو نو اپنے گھرے ۔

بکبک : ٹوپی تو منگانا ۔

بابک : چولی تو سلانا ۔

بکبک : دلدار پر نثار ، واہ واہ !

بابک : مہندی میں لگاؤں ۔

ککبک : مہندی میں رچاؤں ۔

ہاہک : سہرا لٹکاؤں ۔

ککبک : چوٹی گندھواؤں ۔

دونوں : کیسے بانکے یہ دولہا دولہن سجے ، کیسے کیسے بدھائی میں باجے بجے ۔

ککبک : رنگو اور موری او سنوریا چنریا لو کیسر کے رنگ میں رسے ۔

باب تیسرا

پردہ آٹھواں

امیر سعید کا مکان

امیر سعید : بھائیو ! اس لڑکی کا مجھ پر بڑا احسان ہے ، اسی خوشی میں ان کی شادی ہو جائے ۔

[قباد و گل چہرہ کا ہاتھ ہاتھ ملا کر آنا]

کرامت اللہ : الٰہی ! یہ جوڑا حشر تک قائم رہے ۔

سب : آمین ! آمین ! آمین !

کرامت اللہ : اور خوشی میں خوشی سوا ، یعنی بیٹی دلارام کی شادی میرے بھتیجے خیرسلا کے ساتھ کر دینی چاہیے ۔

[دونوں کا ہاتھ ملانا]

امیر سعید : الٰہی ! یہ گل و بلبل کا جوڑا حشر تک قائم رہے ۔

سب : آمین ! آمین ! آمین !

بابک : حضور ! اس مبارک وقت میں دو شادی ہوئیں ، اور آپ کے فرزند ارجمند کے ملنے کی آدھی سگائی ۔

کرامت اللہ : آدھی کیسی ؟ پوری ۔

بابک : سمجھ لو کہ آدھی ۔ تو یہ سب ملا کر ہوئے ڈھائی ۔ تو سمجھ لو کہ ڈھائی نے چاروں ڈھائی اس لیے ایک شادی اور ہو جائے ۔

امیر سعید : ارے بابک ! اس وقت دولھا دلھن کہاں سے لائیں ، جو شادی رچائیں ۔

بکبک : میں بھی ایسے وقت میں منہ نہ چراؤں گی ، اپنے سرکار کے قربان جاؤں گی ۔

بابک : شادی کردو خوشی سے ، کھائیں گھی سے اور دعائیں دیں جی سے ۔

امیر سعید : ہاں میں سمجھا ، ان کے بھی ہاتھ ملا دینا ۔

(بکبک و بابک کے ہاتھ ملا)

گانا

سب : سب سکھیاں کرو خوشیاں رنگ رلیاں اٹکھیلیاں ۔ مس کر کی جن ہم سے خوش ہوں گے سدھ سرگم سے ، لاگے سر ، لاگے کومل جتن سے چھب درسے ۔۔ سب

ناچو سکھی ، چھوم چھنا نانا ، چھوم چھنا نانا ،
چھوم چھنا نانا ، چھوم چھنا نانا ، چھوم ناچو سکھی

چھوم چھنا نانا چھوم چھنا نالا ، چھوم چھنا نانا ،چھوم چھنا نانا ، تاتا چھوم چھنا ، لانا تھئی تھا تانا تھئی تتا تتا تھئی ، تتاتا پادھنگ ، نیا سوہے رنگ ، نیا باجے چنگ ، باجے سارے سنگ ، باجے توم تنا نانا ، سارے نی سا نوم تنا نانا ، سا نی دھاسانی دھانی پادھا رے سارے سانی دھاپا دھانی مارے گا پارے گانی سانی سانی دھاپا گارے سب سکھیاں . . .